ذکر الصالحین باحوال علماء العاملین

المعروف بہ

ذکرِ صالحین

جلد ششم

مرتب ومؤلف

مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

ناشر

جامعۃ القراءت کفلیتہ

لاجپور ضلع سورت، گجرات (انڈیا)

ذكر الصالحين باحوال علماء العاملين

المعروف بہ

ذکرصالحین:ج۶

۱۱/رسائل:۳۰/مقالوں اور:۵/مضامین پر مشتمل:۱۹/بزرگوں کے حالات کا دلچسپ اور بصیرت افروز مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر:جامعۃ القراءات،کفلیۃ

اجمالی فہرست رسائل

مقالہ	حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب.......	۱۶
۱	ذکر مجاہدالاسلام..............................	۲۷
مقالہ	ڈاکٹرحمیداللہ صاحب............	۶۰
۲	امیرالہندمولاناسیداسعدمدنی صاحب...	۶۶
۳	حضرت مولاناعبداللہ صاحب احمدپوری..	۸۰
۴	بانیٔ معہدالانورالشیخ محمدانظر................	۱۰۱
مضمون	حضرت مولاناسلیمان صاحب بارڈولی	۱۳۳
مضمون	حضرت مولاناسیدذوالفقاراحمدصاحب	۱۳۴
۵	ذکرسعید..	۱۳۵
مضمون	حضرت مولانامفتی عارف حسن صاحب	۱۵۹
مقالہ	حضرت مولانااحمدعلی صاحب لاجپوری....	۱۶۰

مضمون	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا	۱۷۲
مضمون	حضرت مولانا واجد حسین صاحب	۱۷۵
۶	مفتیٔ اعظم بنگلہ دیش..............	۱۷۷
۷	ذکر فاروق....................................	۱۹۶
۸	ذکر یونس....................................	۲۲۵
۹	مفکر ملت................	۲۴۷
۱۰	مولانا یوسف متالا............	۳۰۲
۱۱	علامہ خالد محمود..................	۳۲۰

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری رحمہ اللہ........	۱۶

فہرست رسالہ ’’ذکر مجاہد الاسلام‘‘

عرض مرتب..	۲۸
خواب میں قاضی صاحب کی زیارت اور معافی کی بشارت..................	۳۰
تقریظ مولانا عتیق احمد قاسمی مدظلہ........................	۳۱
حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب..................	۳۳
راقم کے قاضی صاحب سے چند سوالات........................	۳۴
قاضی صاحب کے چند قابل اتباع اوصاف........................	۳۵
تبحر علمی کی چند مثالیں........................	۳۷
قاضی صاحب کی جرأت وحق گوئی........................	۴۱
امارت شرعیہ اور قاضی صاحب کی خدمات........................	۴۳
مسلم پرسنل لاء اور قاضی صاحب کی خدمات........................	۴۴
’’مجموعہ قوانین اسلامی‘‘ کی اشاعت........................	۴۷
تحریر وتقریر و میدان خطابت کے بادشاہ........................	۴۸
’’صنوان القضاء‘‘ پر تحقیق کا عظیم کارنامہ........................	۵۰
کفاءۃ فی الاسلام کا مسئلہ اور قاضی صاحب کا فیصلہ........................	۵۲
سہ ماہی رسالہ ’’بحث ونظر‘‘ کا اجراء........................	۵۴
فقہ اکیڈمی کا قیام........................	۵۵
ولادت......تعلیم......تدریس......وفات........................	۵۸

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب	٦١

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ

تربیت کا ایک واقعہ	٦٨
مولانا کے اوصاف وکمالات	٧٣
حضرت کا گرامی نامہ مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کے نام	٧٦

حضرت علامہ مولانا عبد اللہ صاحب احمد پوری

حضرت علامہ مولانا عبد اللہ صاحب احمد پوری	٨١
راقم کے عریضے اور حضرت مولانا کے جوابات	٨٣
حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کی خدمت میں دوسرا عریضہ	٩٦

فہرست مضامین رسالہ ''بانیٔ معہد الانور الشیخ محمد انظر''

ولادت اور تعلیم	۱۰۳
اساتذہ کی شفقت کے چند واقعات	۱۰۶
حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کا چادر عنایت فرمانا	۱۰۶
حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ''بحرالرائق'' خرید کرلانا	۱۰۷
مرحوم میدانِ تدریس میں	۱۰۷
اصول کی پابندی	۱۰۸
مرحوم میدانِ خطابت میں	۱۰۹
مرحوم اور ظرافت	۱۱۱
مرحوم بحیثیت مفسر	۱۱۲
مرحوم بحیثیت محدث	۱۱۵
مرحوم میدانِ سیاست میں	۱۱۷
سلوک وتصوف کے میدان میں	۱۲۰
ملفوظات	۱۲۱
وحی کی تعداد	۱۲۱
تارک نماز کی بابت دلچسپ گفتگو	۱۲۱
خاتمہ بالخیر کی دعا	۱۲۲
اذان وختنہ واجب نہیں	۱۲۲
احناف کے دو طبقے	۱۲۳

ابو یوسف! اب تم فقیہ ہو گئے ہو........	۱۲۳
متفرقات........	۱۲۴
پھر پسر وارثِ میراث پدر کیوں کر ہو........	۱۲۴
قوت حافظہ........	۱۲۴
حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف سے مبارکبادی........	۱۲۴
دیوانوں کی جماعت میں ایک اچھے دیوانے کا اضافہ ہوا........	۱۲۵
تحریر کا ایک نرالہ نمونہ........	۱۲٦
صاحبزادۂ محترم کی خدمت میں........	۱۲٦
من ذا الذی ما ساء قط........	۱۲۷
مفکرات للذنوب تعبیر پر مشتمل ایک خواب........	۱۲۸
وفات وصدقۂ جاریہ........	۱۲۸
''تذکرۃ المرغوب'' پر مرحوم کی تقریظ........	۱۲۹
رسالہ ''زمزم'' پر مرحوم کی تقریظ........	۱۳۱
مکتوب گرامی حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمہ اللہ........	۱۳۲
حضرت مولانا سلیمان صاحب بارڈولی رحمہ اللہ........	۱۳۳
حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب رحمہ اللہ........	۱۳۴

فہرست رسالہ ''ذکر سعید''

اوصاف وکمالات........	۱۳٦
ظالم، قاتل، جابر کے ظلم واذیت سے محفوظ رہنے کی مجرب دعا........	۱۳۸

اشاعت علم کے حریص	۱۳۹
راقم سے تعلق ومحبت	۱۴۱
آپ کے والدین......مرحوم کی تعلیم وتربیت اور مختلف دینی خدمات	۱۴۶
حرمین کی حاضری	۱۵۰
مختلف ملکوں کے اسفار	۱۵۱
تعزیتی عریضہ	۱۵۳
تقریظ: حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدظلہ	۱۵۷
حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب رحمہ اللہ	**۱۵۹**
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمہ اللہ	
قابل فخر کارنامہ	۱۶۱
علم حدیث میں سند کا مقام	۱۶۲
محدثین کے یہاں علو اسناد کی اہمیت	۱۶۳
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا علو اسناد کے خاطر شام کا سفر	۱۶۵
مرحوم حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ایک واسطہ سے شاگرد تھے	۱۶۶
مختصر حالات......اساتذۂ کرام	۱۶۷
مرحوم، سعودی عرب عالم شیخ محمد ابو بکر عبد اللہ باذیب حفظہ اللہ کی نظر میں	۱۷۰
حضرت مولانا عبد الرحیم متالا	**۱۷۲**
حضرت مولانا واجد حسین صاحب رحمہ اللہ	**۱۷۵**

فہرست مضامین رسالہ ''مفتیِ اعظم بنگلہ دیش''

پیش لفظ.................................	۱۷۸
حضرت مدظلہم کی حیات کے مختلف گوشے......رمضان کے کچھ معمولات.....	۱۸۰
طالب علمی کا ایک واقعہ اور استاذ کا ادب واحترام.................................	۱۸۲
متفرقات......تصویر سے احتیاط.................................	۱۸۴
کیا شیخ سے صرف خط وکتابت کافی ہے.................................	۱۸۴
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا تقریر کروانا اور سننا.................	۱۸۵
ملفوظات.................................	۱۸۵
اسلاف پر اعتماد.................................	۱۸۶
اردو زبان کی حمایت.................................	۱۸۷
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے تعلق.................................	۱۸۸
حضرت شیخ کی خانقاہ کا نمونہ بنگلہ دیش میں.................................	۱۸۸
نماز کا نظام آپ کرلیں؛ زکوۃ کے نظام میں ہم آپ کے معاون ہوں گے......	۱۸۹
حضرت مفتی محمود صاحب کا بینک سے جبری زکوۃ کی وصولی پر ایک علمی نکتہ.....	۱۹۰
حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دو نصیحتیں.................................	۱۹۱
عظیم کارنامہ.................................	۱۹۲
مرکز الفکر الاسلامی کا مختصر تعارف.................................	۱۹۳
عہدے اور مناصب.................................	۱۹۳
اظہار محبت از: مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ.................................	۱۹۵

فہرست رسالہ ’’ذکر فاروق‘‘

عرض مرتب	١٩٧
حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی وفات حسرت پر تعزیتی عریضہ اور مختصر تأثرات	١٩٩
مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے	٢٠٠
’’فتاوی محمودیہ‘‘ کے متعلق راقم کا ایک عریضہ	٢٠١
اپنے شیخ و مربی کے علوم کی ترویج و اشاعت کا عظیم کارنامہ	٢٠٢
’’فتاوی محمودیہ‘‘ کی جمع و ترتیب کا قابل رشک کام	٢٠٣
’’مشکوۃ شریف‘‘ کی شرح ناقابل فراموش خدمت	٢٠٤
مرحوم کی اور مفید تصانیف......کام کی باتیں	٢٠٩
حقوق مصطفیٰ ﷺ	٢١٠
تذکرہ مجدد الف ثانی	٢١١
شعبۂ تصوف و سلوک بھی بے احتیاطی کا شکار	٢١٤
فرق باطلہ کا رد......تربیت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ	٢١٥
حدود اختلاف	٢١٥
آپ خطیب تھے یا مصلح؟	٢١٨
مرحوم کا ناپسند لباس اور راقم کی احتیاط	٢١٩
قابل رشک موت	٢٢٠
حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی یاد میں	٢٢٣
فہرست تالیفات حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ	٢٢٤

فہرست رسالہ ’’ذکر یونس‘‘

حضرت رحمہ اللہ کی خدمت کی سعادت	١٢٨
حضرت رحمہ اللہ کے اوصاف	١٢٩
حق گوئی اور مداہنت سے اجتناب	١٢٩
آپ کا تقوی اور حصول تقوی کا طریقہ	١٣١
آپ ﷺ سے محبت	١٣٢
’’الیواقیت‘‘ کے بارے میں چند باتیں	١٣٤
تنعیم وحل سے عمرہ کے دلائل	١٣٦
نو نصائح عالیہ	١٤١
خواب کی تعبیر	١٤١
تبلیغ وتعلیم، اور غلو کی اصلاح	١٤٢
صوفیاء کا روایات حدیث میں کیوں اعتبار نہیں	١٤٣
ایک بدوی کے زبردست تعزیتی اشعار	١٤٤

حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب رحمہ اللہ	٢٤٥

فہرست رسالہ ''مفکر ملت''

چھوٹی چھوٹی بستیوں میں اللہ تعالی نے عبقری شخصیتیں پیدا کیں...............	۲۴۹
مفکر ملت کے چند اوصاف وکمالات......صرف قال نہ ہو بلکہ حال بنو........	۲۴۹
حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ رات............................	۲۴۹
عاجزی وتواضع..	۲۵۰
ہماری غیرت وحمیت مر چکی ہے......عرفات کے میدان میں غفلت........	۲۵۱
امت کا ظاہر کچھ نظر آتا ہے اندر سے کھوکھلی ہے......اشعار..............	۲۵۲
مسلمانوں کے اخلاق کا ماتم......امثال وعبر..............................	۲۵۳
اخبارات پر نظر...... برطانیہ میں بچوں میں ڈپریشن کی وجہ......................	۲۵۴
ایک طالب علم کی غلط اصلاح کی اصلاح..................................	۲۵۶
مدارس کا نصاب..	۲۵۷
تنگ نظری...	۲۵۸
ذوق مطالعہ اور مفید کتابوں کے مطالعہ کی نصیحت........................	۲۵۹
جملہ کی صحیح ادائیگی کی عجیب نصیحت..................................	۲۶۱
طلبہ اور اساتذہ کو ایک بڑے کام کی نصیحت......طالب علم کی تین عجیب صفات	۲۶۱
عربی زبان وادب میں بے مثال مہارت..................................	۲۶۲
علماء اور طلبہ کے سامنے لغات کی تفصیل..................................	۲۶۲
اساتذہ مدارس ومکاتب سے بہت کام کی بات..............................	۲۶۳
امام شافعی رحمہ اللہ کی جگر سوزی.......................................	۲۶۴

مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کا وہبی جملہ..........	۲۶۴
امت وسط اور ہمارا عجیب حال..........	۲۶۶
دماغی فالج..........	۲۶۷
سیرت کا جلسہ اور اسراف..........	۲۶۸
وعظ میں صاف صاف بات کہو..........	۲۷۰
مولوی اور مفتی کی کھیپ مگر کام کے؟..........	۲۷۱
اردن کا سفر اور مسلمانوں کی حالت زار..........	۲۷۲
مسلمانوں کی حالت اور ایک پولیس آفیسر کا سوال اور حضرت کا جواب..........	۲۷۲
مصری ڈاکٹر کا اسلام سے تنفر اور آپ کی نصیحت..........	۲۷۳
ایک اسرائیلی کا عبرت آموز واقعہ..........	۲۷۳
طلبہ کے ایک اشکال کا عجیب جواب...... چہرہ کا پردہ اور چند نوجوانوں کا اعتراض..	۲۷۴
اللہ تعالی کے نظام میں خلل مت ڈالو..........	۲۷۵
مدارس دینیہ کے لئے ایک اہم پیغام..........	۲۷۶
بعض بزرگوں کی ملاقات سے مل کر عقیدت میں کمی آ جاتی ہے مگر آپ..........	۲۷۶
بیعت و خلافت..........	۲۷۸
حضرت رحمہ اللہ صفت جامع البحرین سے متصف..........	۲۸۰
مکاتیب: حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی..........	۲۸۱
تقریظ بر: تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء..........	۲۹۰
تأثرات بر ''افکار پریشاں''..........	۲۹۳
''المذهب الحنفی'' کے ہدیہ پر شکریہ کا عریضہ اور چند گذارشات..........	۲۹۸

فہرست رسالہ ’’مولانا محمد یوسف متالا‘‘

تعزیتی عریضہ: بروفات حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب رحمہ اللہ.......	۳۰۳
’’مشائخ احمد آباد‘‘ کی ترتیب میں مرحوم کی محنت..........	۳۰۴
ترجمۂ قرآن کریم کی خدمت اور ایک اہم مشورہ..........	۳۰۵
مرحوم کے اوصاف..........	۳۰۷
حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عجیب نصیحت..........	۳۰۷
پیر اور شیخ کی ہر رائے کا اتباع ضروری نہیں..........	۳۰۹
تعبیر رؤیا سے مناسبت..........	۳۱۰
سفر کی موت کے فضائل..........	۳۱۱
تأثرات بر ’’محبت نامے‘‘ عریضہ بنام: حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ..........	۳۱۴
’’فتاوی صاحب رحیمیہ‘‘ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہم کا گرامی نامہ..........	۳۱۷

فہرست رسالہ ’’علامہ خالد محمود‘‘

تعزیتی عریضہ بروفات: حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ.............	۳۲۱
علامہ کے چند اوصاف وکمالات....................	۳۲۲
مثالی سادگی....................	۳۲۳
علامہ کی مجالس میں شرکت کی سعادت....................	۳۲۳
مکہ کے لوگ ان پڑھ تھے، مگر دانا کتنے....................	۳۲۴
ان جذبوں کی وجہ سے میری بھی نماز قبول ہو جائے....................	۳۲۵
علامہ کی تصانیف....................	۳۲۵
حاضر جوابی اور چند واقعات....................	۳۲۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرکز اسلام مدینہ منورہ چھوڑنے کی وجہ............	۳۳۰
حرام مال پر زکوۃ واجب ہے اور کتنی؟....................	۳۳۰
دعوتی کارڈ اور مرحوم کی نرالی نصیحت....................	۳۳۰
قرآن شریف میں کہاں ہے کہ سود نہ لو....................	۳۳۱
نو (۹) کے عدد سے نہ ٹکراؤ....................	۳۳۱
اشعار کے چند نمونے....................	۳۳۲
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بدوی کے اشعار..............	۳۳۶
جنازہ میں کم شریک ہونے والوں کی تعداد کے چند تاریخی واقعات..........	۳۳۷

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت:......رجب ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۱/ اکتوبر ۱۹۱۲ء۔

وفات:......۵/ شول ۱۴۲۶ھ مطابق ۸/ نومبر ۲۰۰۵ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

مؤرخہ ۵؍شوال ۱۴۲۶ھ، مطابق ۸؍نومبر ۲۰۰۵ء بروز منگل بعد نماز مغرب لاجپور کے معمر عالم مولانا عبدالقدوس صاحب زندگی کی :۹۶؍منزلیں طے کرکے اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ ۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طویل عمر کے متعلق آپ ﷺ کے چندارشادات لکھتا چلوں:

(۱)......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں: جب میرے بندے کی عمر چالیس سال کی ہوجاتی ہے تو میں اس کو تین قسم کے امراض سے محفوظ کردیتا ہوں یعنی جنون‘ جذام اور برص سے عافیت دیدیتا ہوں۔اور جب اس کی عمر پچاس برس کی ہوجاتی ہے تو اس سے حساب یسری یعنی آسان حساب کروں گا۔اور جب کوئی بندہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو میں توبہ اور رجوع الی اللہ اس کا محبوب بنادیتا ہوں۔اور جب کسی کی عمر ستر سال کی ہوجائے تو فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔اور جب کوئی اسی برس کا ہوجائے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ نظرانداز کردیئے جاتے ہیں۔اور جب کوئی نوے سال کا ہوجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اللہ کا قیدی ہے، اللہ کی زمین میں‘ اوراس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔اور جب کوئی بندہ ارذل عمر تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کے نامۂ اعمال میں اس کی تندرستی اور صحت کے زمانے کی مثل اعمال خیر لکھتا رہتا ہے اور اگر اس بندے سے کوئی برائی ہوجاتی ہے تو وہ برائی اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھی جاتی۔

(الاتحاف السنیہ بالاحادیث القدسیہ ص ۷و۸۔خدا کی باتیں ص ۵۴ و ۵۵، از: سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی)

ایک اور حدیث میں ہے:

(۲)......من شاب شيبة فی الاسلام كانت له نورا يوم القيامة۔

ترجمہ:...... جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوگیا ہو تو بڑھاپے کی سفیدی اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی۔

(ترمذی، باب ما جاء فی فضل من شاب شيبة فی سبيل الله ، كتاب ، رقم الحديث:۱۶۳۴)

(۳)......ایک دوسری روایت میں ہے: سفید بالوں کو مت نوچو، کیونکہ وہ مسلمان کا نور ہے، جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوگیا اللہ تعالی اس کے لئے اس کی بنا پر ایک نیکی لکھے گا اور ایک خطا معاف کرے گا اور ایک درجہ میں اضافہ فرمائے گا۔

(مشکوۃ ص۳۸۲، باب الترجل ، كتاب اللباس)

مولانا علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ہمارے علاقہ سورت کے عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے نواسے تھے اور راقم کے جد امجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے اخص الخاص رفیق اور ہم درس تھے۔

مرحوم نے بہت اچھی زندگی گذاری۔ مالی اعتبار سے فراوانی، اور صحت بھی عمر کے اعتبار سے اللہ تعالی نے بہت اچھی عطا فرمائی تھی۔ آخری چند مہینے ضعف و کمزوری کے باعث کچھ محتاج سے ہو گئے تھے۔ بالآخر چند ماہ کی مختصر علالت کے بعد وقت موعود آ گیا اور دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، آمین۔

راقم الحروف کے خاندان سے آپ کے تعلقات بہت پرانے تھے۔ راقم کے دادا اور

آپ کے والد کی رفاقت کا زمانہ چالیس سالہ رہا۔ پھر میرے والد محترم آپ کے شاگرد تھے۔ استاذ شاگرد کے تعلق کے ساتھ دونوں میں محبت قابل دید تھی۔ والد صاحب تو خیر شاگرد تھے، مگر مولانا کا معاملہ والد صاحب کے ساتھ بجائے شاگرد کے ہمیشہ دوستانہ رہا۔ برسوں ایسے دیکھے کہ سفر والد صاحب کی معیت کے بغیر ان کو گوارہ نہ ہوتا۔ مرحوم کے آخری زمانۂ علالت میں بھی والد صاحب مدظلہم روزانہ بلا ناغہ ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے اور لمبے وقت تک بات چیت فرما کر مرحوم کو تنہائی کا احساس نہ ہونے دیتے۔ مرحوم کے صاحبزادگان کے، اب میرے اور بھائی مفتی رشید احمد صاحب کے ساتھ بھی وہی تعلقات قائم ہیں جو خاندانی روایات سے چلے آرہے ہیں۔ اللہ تعالی اس محبت کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور تا حیات قائم رکھے بلکہ ہماری اولاد میں بھی منتقل فرمائے۔

مرحوم سے میرے بھی تعلقات بہت اچھے رہے۔ میں جب بھی ہندوستان جاتا تقریبا روزانہ یا ایک دن کے بعد ضرور آپ سے ملتا، کچھ دیر بیٹھ کر مستفید ہوتا۔ مولانا کو لاجپور کے اکابر کے حالات بہت یاد تھے۔ کئی واقعات اپنے بزرگوں کے مرحوم سے سنے۔ میرے جد امجد کی سوانح کی ترتیب کے وقت میں نے اپنے بزرگوں کے نام کچھ سوالات پر مشتمل ایک عریضہ ارسال کیا، تو مولانا کے نام بھی ایک خط بھیجا۔ مرحوم کا جواب آیا کہ حالات تو بہت یاد ہیں، مگر ضعف کی وجہ سے لکھنے کی ہمت نہیں، کوئی صاحب بیٹھ کر لکھ لے تو میں لکھوادوں، چنانچہ میں نے برادر مکرم مفتی رشید احمد صاحب (استاذ حدیث جامعۃ القرأت کفلیتہ) سے عرض کیا کہ آپ مولانا کی خدمت میں کچھ وقت لگا کر لکھ لیں، الحمد للہ بڑی سائز کے تقریبا دس صفحات مولانا نے اپنی یادداشت سے لکھوائے، جو ''تذکرۃ المرغوب'' میں مولاناؒ کے حوالہ سے میں نے نقل کردیئے ہیں۔

مرحوم اپنے بچپن کا یہ واقعہ سناتے تھے کہ میری آنکھ میں شدید تکلیف شروع ہوئی، علاج و معالجہ میں کوئی کسر نہ رکھی، مگر شفا نہ ہوئی تو والدہ ماجدہ جو حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحؒ کی پوتی تھیں، اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں لے گئیں کہ عبدالقدوس کو آنکھ میں عرصہ سے تکلیف ہے اور دوا و علاج کے باوجود تکلیف دور نہیں ہو رہی، حضرت نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا، اللہ کی شان اسی وقت سے شفا کی صورت نظر آنے لگی، اور طویل عمر کے باوجود اللہ تعالی نے آنکھ کی حفاظت فرمائی اور بینائی برابر قائم رہی۔

مولانا نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی، جن میں مدرسہ اسلامیہ صوفیہ، صوفی باغ سورت، جامعہ تعلیم الاسلام ڈابھیل، جامعہ حسینیہ راندیر، مظاہر علوم سہارنپور، مدرسہ معینیہ اجمیر وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب لاجپوری، حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی، حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی، مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، حضرت مولانا سید محمد ادریس صاحب، حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب عثمانی، حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی، حضرت مولانا عبدالحئی صاحب پشاوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، ناظم مظاہر علوم سہارنپور بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ''بخاری شریف'' ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں جامعہ حسینیہ راندیر میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیری (مہتمم و بانی جامعہ حسینیہ راندیر و تلمیذ حضرت شیخ الہند) سے پڑھی۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے دست بابرکت سے سند فراغت اور دستار فضیلت عطا ہوئی۔

مولانا اپنے طالب علمی کا یہ واقعہ بڑے پر لطف انداز میں بطور لطیفہ سناتے تھے کہ: مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ مرض کی شدت انتہا کو پہنچ گئی اور علاج کارگر نہ ہوا تو عملیات کی طرف ذہن متوجہ ہوا۔ ادھر دیوبند میں حضرت مولانا اصغر حسین میاں صاحب ؒ کی فن عملیات میں شہرت تھی، چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا، معلوم ہوا' یہاں کا دستور یہ ہے کہ خط لکھ کر دیا جائے، چنانچہ خط لکھا اور اس میں بیماری کا تذکرہ کیا، خط کے آخر میں لکھا: ''احقر النفوس بنده عبد القدوس' حفظه الله من شر النفوس ''اس کے جواب حضرت میاں صاحب نے جو تحریر مرحمت فرمائی، اس میں آپ کی طویل عبارت پر صرف یہ تحریر فرمایا: بندہ عبدالقدوس الخ۔

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب صوفی لاجپوری اور حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری آپ کے رفقاء درس میں سے تھے۔

فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتئ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ کی خدمت میں رہ کر نقل فتوی کی خدمت بھی انجام کی، ساتھ ہی حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے درس میں شریک ہوکر بخاری شریف کی سماعت کی، اور قاری محمد یامین صاحب سے فن تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کی۔

فراغت کے بعد کالا کاچھ (ایک بستی کا نام ہے) لاجپور، افریقہ کے مشہور شہر جوہانسبرگ اور رہوڈیشیا کے دارالحکومت سالسبری وغیرہ کے مدارس میں تقریبا: ٣٥ سال تدریسی خدمت انجام دی۔

مولانا کی شادی جناب محمد عابد صاحب کی صاحبزادی آمنہ بی بی سے ہوئی تھی۔ اہلیہ حضرت اقدس مدنی سے بیعت تھیں، بہت نیک صوم وصلوۃ کی پابند اور نرم مزاج خاتون

تھیں، مولانا کے ساتھ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں حج بیت اللہ کی دولت سے بھی مشرف ہوئیں۔ غالبا ۱۹۱۹ء سن ولادت ہے۔ ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۱۹۷۵ء میں وفات پائی، مولانا نے ہی ان کا جنازہ پڑھایا، مجھے بھی ان کے جنازہ میں شرکت کرنا یاد ہے۔ میں بچپن میں ان کے پاس جایا کرتا تھا، بہت محبت سے ملتیں، کئی مرتبہ پیسہ وغیرہ دینا بھی یاد پڑتا ہے۔ اللہ تعالی مرحومہ کے درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے۔ میری والدہ ماجدہ کے ساتھ بھی بہت اچھے تعلقات تھے۔

مولانا نے مظاہر علوم کے سال میں امتحان سے فراغت پر حضرت مولانا مفتی محمود داؤد صاحب مفتی اعظم برما کے مشورہ سے بلکہ ان کی معیت میں تھانہ بھون حاضر ہوکر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور چند ایام وہاں قیام بھی کیا۔ حضرت کی وفات کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے بیعت ہوئے۔ حضرت مدنی کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب مجددی جے پوری سے بیعت ہوئے اور ان کی طرف سے خلافت بھی ملی۔

ایک سفر کے دوران راقم مولانا کے پاس بیٹھا تھا اور کچھ باتیں ہو رہی تھی، باتوں باتوں میں، میں نے کہا: برطانیہ تشریف لائیے! تو فرمایا: اب تو ایک مرتبہ عمرہ کا شوق ہے۔ اللہ تعالی نے مرحوم کی یہ تمنا بھی پوری فرمادی، دو ڈھائی سال پہلے برطانیہ تشریف لائے اور صاحبزادگاں کے ساتھ عمرہ کا سفر کیا۔ مولانا کے صاحبزادوں میں مولانا محمد یوسف صاحب نے خوب خدمت کی۔

مولانا نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اپنے خاندان کے حالات اور خصوصا والد ماجد کے حالات بڑی محنت سے جمع فرمائے جو رفیق محترم مولانا عبد الحئی سیدات صاحب کی

محنت سے ''گلشن یوسفی'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ آپ کے والد محترم کا غیر مطبوعہ ''نورالایضاح'' کا ترجمہ جو ''کتاب الصلوۃ'' تک تھا اسے بھی بڑی محنت سے شائع کرایا۔جب دوبارہ اشاعت کا مرحلہ آیا تو اہل محبت کا تقاضہ ہوا کہ اس کی تکمیل ہوجائے تاکہ طلبہ وعلم دوست حضرات کے لئے زیادہ مفید ہو۔یقیناً یہ اقدام خوش آئند تھا، مگراس کی تکمیل کے لئے ع

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

حضرت مولانا اوران کے معزز صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب وغیرہ کے اصرار پر راقم نے اپنی بعض مصروفیات کوملتوی کرکے ''کتاب الصوم'' ''کتاب الزکوۃ'' اور ''کتاب الحج'' کا ترجمہ کچھ تراجم اور لغات کوسامنے رکھ کر پورا کرلیا۔بعد میں خود راقم نے اپنے وقت کی قربانی کرکے ''کتاب الصلوۃ'' کو بھی مکمل کمپوزنگ کے مراحل سے گذار کرکتاب کومکمل کرلیا کہ اب طباعت کا مرحلہ باقی ہے،مگراپنے گناہ کی نحوست اوراخلاص کی کمی آڑے آئے اوراب تک وہ ترجمہ شائع نہ ہوسکا۔اللہ تعالی سے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنے خزانۂ غیب سے اس کی اشاعت کا انتظام فرمائے۔کاش یہ ترجمہ مولاناؒ کی زندگی میں شائع ہوجاتا تو یقیناً ان کو بہت زیادہ خوشی ہوتی۔

مولانا کے مختلف موضوع پر چند مضامین بھی نظر سے گذرے ہیں،مثلا: اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب جے پوری کی وفات پرتعزیت نامہ،حضرت مولانا شبیراحمد صاحب عثمانی کی لاجپورتشریف آوری پر سپاس نامہ،اہل علم اوراساتذہ کی عظمت اوران کا احترام کےعنوان ایک عمدہ مضمون وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا کا وعظ بھی خوب ہوتا تھا۔اکثر بیان کرتے ہوئے آواز بلند ہوجاتی اور چہرہ پر

غصہ کے آثار نمایاں ہوتے، کبھی کبھی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ اپنے بچپن میں کئی مرتبہ آپ کے بیانات سننے کا موقع ملا۔ بعد میں ضعف کی وجہ سے بیان بالکل ترک کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ راقم الحروف اور بھائی مفتی رشید احمد صاحب اور مولانا یوسف گھرڈا صاحب مدظلہ نے مشورہ کر کے حضرت کو تیار کیا کہ اس جمعہ آپ کا بیان ہوگا، اول تو بہت ہی سختی سے انکار فرمایا مگر ہمارے اصرار پر تیار ہو گئے اور آدھ گھنٹہ سے زائد بیان فرمایا۔ مجھے اب تک اس بیان کا خلاصہ یاد ہے۔ مولاناؒ نے اس میں یہ عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ:

''ایک نبی علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا کہ کوئی ان سے یوں کہہ رہا ہے کہ جب صبح ہو تو جو چیز سب سے پہلے تمہارے سامنے آئے اسے کھا لینا' اور دوسری چیز کو چھپا دینا' اور تیسری چیز کو قبول کرنا' اور چوتھی کو ناامید نہ کرنا' اور پانچویں سے بھاگنا۔ جب صبح ہوئی تو اول جو چیز سامنے آئی وہ ایک بہت بڑا سیاہ پہاڑ تھا، یہ حیران کہ اسے کس طرح کھاؤں؟ مگر رب کا حکم تھا' کھانے کی ارادہ سے چلے اور قریب پہنچے تو وہ چھوٹا سا لقمہ بن گیا اور شہد سے زیادہ شریں ایک نوالہ پایا، اس کو کھا لیا اور اللہ کا شکر ادا کر کے آگے چل دیئے۔ دوسرے درجہ میں سونے کا ایک طشت سامنے آیا، جسے چھپانے کا حکم تھا، تو زمین میں گھڑا کھود کر دفن کر دیا اور روانہ ہو گئے، مگر ادھر منہ کر کے دیکھا تو وہ طشت باہر نظر آیا، پھر دفن کیا مگر وہی حال، آخر چند مرتبہ دفن کر کے یہ سوچا کہ میں رب کے حکم کی تعمیل کر چکا' اور اس کو اسی حال میں چھوڑ دیا، پھر سامنے ایک پرندہ نظر آیا اس کے پیچھے باز شکاری تھا کہ اس کو کھا جائے، پرندے نے کہا اے اللہ کے نبی! میری مدد کرو، پس آپ نے اس کی درخواست کو قبول کیا اور اس کو آستین میں چھپا دیا۔ اتنے میں باز آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میں بھوکا تھا اور صبح سے اس کی طلب میں تھا، اب اس کے قریب تھا کہ آپ نے اس کو چھپا دیا، پس مجھے

میرے رزق سے نا امید نہ کیجئے! تب انہوں نے کہا: مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ تیسری چیز کو قبول کروں اور چوتھی کو نا امید نہ کروں اور چوتھا یہ باز ہے، پس کیا کروں؟ آخر حیران ہو کر اپنی ران میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر باز کی طرف پھینک دیا، اور باز اس کو لے کر چلا گیا اور پرندے کو چھوڑ دیا۔ پانچویں چیز ایک بدبودار لوتھ نظر پڑی تو یہ اس سے بھاگے۔ جب رات ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ اے رب! آپ نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ میں نے کرلیا، اب ان چیزوں کی اصلیت تو مجھ سے بیان فرمادیجئے! پس خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے: پہلی چیز جو تم نے کھائی وہ غصہ تھا کہ شروع میں مثل پہاڑ کے ہوتا ہے اور آخر میں صبر کیا جائے تو شہد سے زیادہ شیریں ہوتا ہے۔ دوسری چیز نیک عمل ہے اگر انسان اس کو چھپاتا ہے تو وہ خود ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ تیسری چیز کا مطلب یہ کہ جب کوئی تمہیں کسی امانت کا امین قرار دے تو اس میں خیانت نہ کرو۔ چوتھی کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی تم سے کسی حاجت کا سوال کرے تو اس کو پورا کرنے کی کوشش کرو اگرچہ اس کے حاجتمند ہو۔ پانچویں چیز غیبت ہے، پس جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں ان سے بھاگو۔

(حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی نے ''البصائر فی تذکیر العشائر'' میں فقیہ ابواللیث کے حوالہ سے اس قصہ کو نقل فرمایا ہے۔ ص۴۳ ج ۲، بتیسویں بصیرت)

طویل عمر گذارنے کے بعد پچھلے ہفتہ لاجپور ہی میں انتقال فرمایا۔ بدھ کے دن صبح ۹ر بجے نماز جنازہ کا اعلان ہو چکا تھا۔ استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہم (مفتیٔ اعظم گجرات اور صدر مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) نے نماز جنازہ پڑھائی اور پرانی قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا کے تلامذہ کے علاوہ اولاد بھی آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔ مولانا

عبداللہ صاحب ،قاری عبدالحق صاحب ،مولانا عبدالرؤف صاحب ،مولانا محمد یوسف صاحب۔ ماشاء اللہ سب ہی دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔خصوصا حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب مدظلہ جومسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ کے خلیفہ ہیں، باٹلی (برطانیہ کا ایک قصبہ ہے) کی جامع مسجد میں تقریباتیس سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، بہت ہی صالح اوراسلاف کی یادگار ہیں۔اللہ تعالی مولانا مدظلہ کی عمر میں برکت عطافرمائے اورصحت وعافیت سے رکھے،آمین۔

حضرت کے ایک گرامی نامہ پران حالات کوختم کرتا ہوں۔ ہوا یہ کہ لاجپور جامع کی شہادت (جس کی داستان بڑی طویل اورنہایت افسوسناک ہے) کے بعد بعض حضرات کی طرف سے یہ افواہ پھیلائی گئی کہ مولانا عبدالقدوس صاحب بھی مسجد کی شہادت پرخوش ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ اچھا ہوا کہ مسجد شہید کی گئی،حضرت صوفی سلیمان صاحبؒ کی بھی یہی چاہت تھی، کہ کچھ حصہ مسجد میں مزید داخل کیا جائے اب شہادت کی وجہ سے وہ حصہ مسجد میں داخل ہوجائے گا۔راقم نے اس بات کی تحقیق کے لئے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا،اس کا جوجواب مرحمت فرمایاوہ درج ہے:

عزیزمولوی مرغوب احمد صاحب سلمہ سلام مسنون بعد خیروعافیت جانبین مطلوب

آپ کے دوخط موصول ہوئے ،طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے جلد جواب تحریر نہ کرسکا، معذرت چاہتا ہوں۔آپ نے خط میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب غلط ہے، میری نسبت آپ مطمئن رہیں، بندہ ایسا کہہ نہیں سکتا اور نہ کرسکتا ہے،اس سے زیادہ کیا لکھوں، فقط دعاو سلام۔

احقر عبدالقدوس عفی عنہ

۱۵؍جنوری ۲۰۰۰

ذکر مجاہد الاسلام

ولادت:......١٣٥٥ھ مطابق ١٩٣٦ء۔

وفات:......۴/اپریل ٢٠٠٢ء مطابق ١٢/محرم ١٤٢٣ھ، شب جمعہ۔

صوبۂ بہار (ہندوستان) کے فقیہ النفس مفتی، زبردست عالم دین، قاضی القضاۃ، ملت کے عظیم مفکر، مسلمانان ہند کے دردمند قائد، قوم وملت کے مخلص خادم، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر: حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ کے حالات وخدمات کا مختصر تذکرہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین،

سرزمین ہند میں فقہاء وارباب افتاء کی اتنی بڑی تعداد اللہ تعالی نے پیدا کی کہ ان کے حالات کے لئے دفاتر کے دفاتر تیار کئے جاسکتے ہیں۔ان میں سے ایک بڑی جماعت کے حالات' سوانح کی ضخیم جلدوں اور رسائل کے اوراق میں محفوظ ہیں۔جن کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ حضرات علم وعمل کے کیسے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔اسی جماعت میں ایک عظیم فقیہ النفس عالم حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب بھی تھے' جنہیں اللہ تعالی نے گوناگوں کمالات سے نوازا تھا۔

یقیناً آپ عصر کے صف اول کے فقیہ اور مفتی تھے،آپ کی فقہی بصیرت مسلم تھی۔قضاء کے عظیم ترین منصب پر برسوں فائز رہے۔کامیاب مدرسین میں بھی آپ کا شمار تھا۔عربی و اردو کے قیمتی وتحقیقی فقہی رسائل وکتب کے آپ عظیم مصنف تھے۔فن خطابت میں علماء کے علاوہ دانشوران ملت نے بھی آپ کا لوہا مانا۔عربی واردو میں تحریر وتقریر پر آپ کی بے پناہ مہارت سے انکار اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

آپ کی دینی وملی خدمات پر نظر کی جائے تو آدمی حیرت زدہ ہوجاتا ہے کہ جو کام ایک اکیڈمی یا جماعت انجام نہیں دے سکتی آپ نے ان مختلف النوع کاموں کو جس حسن خوبی سے انجام دیا اسے حق تعالی کا فضل ہی کہا جاسکتا ہے۔

ملی کاؤنسل کا قیام،اسلامک فقہ اکیڈمی کی تاسیس،ادارہ ''المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء '' کی تشکیل،مولانا سجاد ہاسپٹل کا قیام واستحکام،امارت شرعیہ بہار واڑیسہ

کے کاموں اور اثرات کی توسیع، قضا کے کاموں کو ہند گیر سطح پر منظّم و مربوط کرنا، بیت المال کا استحکام، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنکل انسٹی ٹیوٹ کی بنا وغیرہ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کی خدمات کے چند جلی عنوانات ہیں۔

اللہ تعالی نے آپ کو مناصب اور عہدوں میں بھی بلندی کے اعلی مقام پر پہونچایا تھا۔ ملت اسلامیہ ہند کے باوقار پلیٹ فورم ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' کے صدر، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پٹنہ) کے صدر، آل انڈیا ملی کونسل کے بانی و ذمہ دار اعلی، اسلامک فقہ اکیڈمی کے بانی و جنرل سکریٹری، ہندوستان کی طرف سے مجمع الفقه الاسلامی الدولی (جدہ) کے واحد رکن، المجمع الفقه الاسلامی (مکہ) کے ممبر، المجمع العلمی العربی (شام) کے رکن، الهيئة الخيرية الاسلامية العالمية (کویت) کے رکن اعزازی، امارت شرعیہ بہار کے قاضی القضاۃ، سہ ماہی ''بحث ونظر'' کے مدیر و بانی، ماہنامہ ''ملی اتحاد نئی دہلی'' کے سرپرست۔ اگر یہ کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا کہ ان عہدوں سے آپ کی عزت میں زیادتی نہ ہوئی، بلکہ ان عہدوں اور مناصب کی آپ سے زینت تھی۔

اوصاف و کمالات کے حامل اس عظیم مرد مجاہد کے مختصر حالات راقم نے آپ کی وفات کے بعد مضمون کی شکل میں لکھے تھے۔ جسے قدردانوں نے پسند فرمایا اور کئی حضرات کے فون حوصلہ افزائی کے موصول ہوئے۔ ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ جون ۲۰۰۲ء، اور ماہنامہ ''صوت القرآن'' مارچ تا ستمبر ۲۰۰۲ء میں وہ مضمون شائع بھی ہوا۔ اسی کو معمولی اضافہ سے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے اور راقم و ناظرین کے لئے مفید و نافع بنائے، آمین۔

راقم حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی بستوی مدظلہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موصوف نے رسالہ کومن وعن بغور ملاحظہ فرمایا اور جہاں مناسب سمجھا اصلاح فرمائی اور حوصلہ افزا تقریظ تحریر فرما کر مزید احسان فرمایا۔ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲رمحرم ۱۴۲۴ھ، مطابق ۵رمارچ ۲۰۰۳ء،

اتوار

....

خواب میں قاضی صاحب کی زیارت ومعافی کی بشارت

۲۲رصفر ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۵راپریل ۲۰۰۳ء شب جمعہ راقم کو حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی۔ بڑی اچھی حالت میں دیکھا۔ کچھ گفتگو بھی ہوئی، دوران گفتگو میں نے دریافت کیا: قاضی صاحب اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو قاضی صاحب نے عجیب سوالیہ انداز میں فرمایا: کیا فقہ کی خدمت کرنے والوں کو اللہ تعالی معاف نہ کریں؟ اللہ تعالی نے مجھے خدمت فقہ کے صلہ میں معاف فرمادیا،

مرغوب احمد

تقریظ حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی مدظلہ استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على رسوله محمد خاتم النبيين ، وعلى آله واصحابه اجمعين ،

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی قاضی القضاۃ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی رحلت کو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا، لیکن ان کی شخصیت وافکار وخدمات پر مضامین کتابچوں اور خصوصی نمبروں کا سلسلہ جاری ہے، اور انشاء اللہ یہ مبارک سلسلہ کافی مدت جاری رہے گا۔ حضرت قاضی صاحب کو جگر مرادآبادی کی زبان میں یہ کہنے کا حق تھا ۔

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت قاضی صاحب کی زندگی کے آخری دس بارہ سال ان کی ہندگیر، بلکہ عالمگیر شہرت ومقبولیت کے تھے، ہندوستان کی سرحدوں سے نکل کر ان کے فکروفن، بحث وتحقیق، اخلاص واختصاص کی خوشبو ملکوں ملکوں پھیلی، اور مشام جاں کو معطر کر گئی۔ وہ جہاں بھی گئے پراگندہ امت مسلمہ کی شیرازہ بندی، نوجوانوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کی بیداری سے غافل نہیں رہے۔ صلاحیتوں کو پہچاننا' انہیں پروان چڑھانا اور نوجوانوں کا حوصلہ بڑھا کر ان سے دین وملت کے کام لینا ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ تھا۔

ان میں ایسی جاذبیت اور خوئے دلنوازی تھی کہ وہ جہاں جاتے علماء اور اصحاب فکر و دانش ان کے گرد ہالہ بنالیتے اور ان کے علم وفکر سے خوشہ چینی کرتے۔ سادگی اور بے تکلفی ایسی تھی کی ہر شخص ان سے مانوس ہو جاتا۔ ایک شاعر کے بہ قول ۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی وہ اپنی ذات میں اک انجمن ہیں

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب ان میں وہ صفات بہ درجہ اتم موجود تھیں جو میر کارواں کے لئے ضروری ہیں۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی برطانیہ خصوصاً ڈیوزبری بھی بار بار تشریف لائے، ڈیوزبری میں ان کا قیام حضرت مولانا یعقوب قاسمی (بانی مجلس تحقیقات شرعیہ، برطانیہ) کے دولت کدے پر ہوتا تھا۔ یہاں ان کی نگاہ اثر آفرین نے جن نوجوانوں کو تاڑا ان میں سے ایک مولانا مرغوب احمد لاجپوری زید مجدہم بھی ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کی جوہر شناس نظر نے ان کی صلاحیتوں کو بھانپ کر انہیں اپنے سے قریب اور مانوس کیا، اور ہمت وحوصلہ بڑھا کر آداب زندگی سکھا کر قلم وتحقیق اور خدمت دین کی راہ پر گامزن کیا۔

جناب مولانا مرغوب احمد لاجپوری گجرات کے ایک علمی ودینی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے دادا حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب اپنے دور کے بڑے بافیض علماء اور اصحاب افتاء میں سے تھے، رنگون میں انہوں نے ایک عرصہ تک افتاء کی خدمت انجام دی۔ زیر نظر رسالہ ''ذکر مجاہد الاسلام'' مولانا مرغوب احمد لاجپوری زید مجدہم کی طرف سے نذرانۂ محبت وعقیدت ہے، انہوں نے حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی شخصیت کو جس طرح سمجھا اور پایا بے کم وکاست لکھ دیا، اوران کی خدمات کا بہترین مرقع چند صفحات میں پیش کردیا، اور یہ چند سطریں لکھوا کر مجھے بھی اس کار ثواب میں شریک کرلیا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ موصوف کی دوسری تصنیفات کی طرح یہ کتاب بھی مقبول ہو اوران کا قلم دین وملت کی خدمت میں رواں دواں رہے۔ عتیق احمد قاسمی بستوی (وارد حال ڈیوزبری برطانیہ)

خادم تدریس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۲۰۰۳/۶/۱۷

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ

اس وقت عالم اسلام میں دور اندیش، وقت شناس اور فقہی بصیرت کے حامل جو علماء اور فضلاء محدود تعداد میں موجود ہیں، ان میں ایک اہم نام حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ کا بھی تھا۔ افسوس ایک طویل علالت کے بعد آپ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے عظیم ترین فضلاء اور حضرت اقدس مدنی رحمہ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔

بہار کی مردم خیز سرزمین جس نے شیخ یحیٰ منیری، صاحب مسلم الثبوت ملا محبّ الدین بہاری، ملا فصیح الدین پھلواروی، شیخ ریاض الدین بھاگلپوری، قاضی عنایت اللہ مونگیری، ملا ابوالحسن دربھنگوی، (آخری چار حضرات وہ ہیں، جن کا ''فتاوی عالمگیری'' کی مرتبین میں انتخاب کیا گیا) شیخ بڈھن حقانی، صاحب آثار السنن علامہ شوق حسن نیموی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمہم اللہ، جیسے اساطین علم اور مفکرین پیدا کئے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا تعلق بھی اسی سرزمین بہار سے تھا۔

یہ تو یاد نہیں کہ قاضی صاحب کا نام کب سنا اور پہلی زیارت کب ہوئی، مگر برطانیہ آنے کے بعد جب اللہ کی توفیق سے کچھ کتابوں اور رسائل کی ورق گردانی کا موقع ملا تو نظر ''بحث ونظر'' سہ ماہی مجلہ پر پڑی، اس وقت سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی علمی اور فقہی شخصیت کا تأثر دل میں جم گیا، اور وہ ایسا جما کہ آپ کے خلاف بعض تحریریں پڑھ کر بھی اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی، بلکہ قاضی صاحب سے ملاقات، اور مختلف علمی سوالات، اور آپ کی مجلس میں شرکت کے بعد تو اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یقیناً اس وقت آپ کی شخصیت فقہ وفتوی،

اور جدید مسائل، اور نت نئے پیش آمدہ امور کے حل کے لئے لا ثانی تھی۔افسوس آپ کی وفات سے ایک زبردست علمی خلاء پیدا ہوگیا، اور علمی دنیا کو غیر معمولی نقصان پہنچا، جس کی تلافی ناممکن نہیں تو مشکل تر ضرور ہے۔

راقم کے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے چند سوالات

برطانیہ میں آپ کی آمد چونکہ ڈیوزبری مولانا یعقوب صاحب کاوی مدظلہ کے یہاں ہوتی تھی، اس لئے مجھے برابر آپ سے ملاقات اور ساتھ رہنے کا موقع ملتا، جب بھی آپ کا قیام ڈیوزبری میں ہوتا میں برابر استفادہ کا موقع تلاش کرتا رہتا، اور اکثر آپ کے پاس بیٹھ کر فقہی سوالات کرتا رہتا، آپ بھی بڑے خوش ہوتے۔ایک موقع پر کچھ حضرات بیٹھے ہوئے تھے، اور کوئی بات چل رہی تھی میں نے پوچھا حضرت! ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے، بس اتنا سنتے ہی مکمل میری طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا اب خوراک ملی، مجلس میں فقہی سوالات نہ ہوں مسائل پر گفتگو نہ ہو وہ مجلس کیا ہے، جزاک اللہ تو نے نشاط پیدا کردیا، اتنی حوصلہ افزائی کے بعد کہا بتاؤ! کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا ہمارے یہاں برطانیہ میں بعض علاقہ کے لوگوں میں یہ رواج ہے کہ وہ حضرات اپنی میت کو یہاں دفناتے نہیں، بلکہ اپنے ملک لے جاتے ہیں، تو ایسا کرنا شرعا کیسا ہے؟ فرمایا احادیث وآثار اور فقہاء کی تصریحات سے اتنا تو طے ہے کہ میت کی منتقلی مکروہ ہے، اور فقہاء نے اس کی حدود بیان کی ہیں، مگر آج کے حالات میں عام طور پر دیہات وقصبات میں ہسپتال کا مکمل نظام نہیں ہوتا، اس لئے مریض کو شہر لے جایا جاتا ہے، اب وہاں وفات ہوگئی تو اپنے گاؤں تک لیجانا تو جائز ہے، اس میں اتنی قباحت نہیں، اور اسی میں آسانی ہے، ورنہ کیسے آپ فتوی دیں گے اس کو شہر ہی میں دفنادو، جب کہ سارے اہل خاندان اپنے گاؤں میں ہیں، کیا ان سب کو شہر میں لایا

جائے گا؟ اس لئے اتنی شدت کرنا کہ وہیں دفنا دو یہ شریعت اسلامیہ کے مزاج اور عقل سے بعید ہے، البتہ آپ کے یہاں جو رواج ہے کہ یہاں سے اپنے ملک میت کو لے جایا جاتا ہے، اس میں کئی قباحتیں ہیں، اور یہ شریعت کے منشاء کے خلاف اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق نامناسب اور ناروا عمل ہے، اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا: حضرت! جھینگا کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: یہ سوال کیوں کیا؟ میں نے کہا اس لئے کہ حلت وحرمت دونوں طرف ہمارے اکابر ہیں۔ کہنے لگے ان حضرات کے نام بتا سکتا ہے؟ میں نے کہا: حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی، حضرت حکیم الامت، حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری، مفتی عبد السلام صاحب چاٹگامی مدظلہ، مفتئ گجرات مفتی اسماعیل بسم اللہ، مفتی شبیر صاحب مرادآبادی مدظلہ وغیرہ حضرات تو اس کی حلت کے قائل ہیں۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مدنی، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم وغیرہ حضرات حرمت یا کراہت کے قائل ہیں۔ فرمایا: جب دونوں طرف بڑے ہیں تو نہ حلت میں شدت ہو نہ حرمت میں۔

قاضی صاحب کے قابل اتباع اوصاف

قاضی صاحب وسیع المطالعہ عالم تھے، خصوصا فقہ اور اصول فقہ پر بڑی گہری نظر تھی۔ میں قاضی صاحب کے ساتھ باٹلی میں مقیم اپنے رفیق مفتی یوسف ساچا صاحب کے مکان پر گیا، مفتی صاحب کا کتب خانہ قابل دید ہے۔ برطانیہ میں کسی عالم کے ذاتی کتب خانہ میں شاید ہی اتنی کتابیں ہوں گی جتنی مفتی ساچا صاحب کے پاس ہیں۔ قاضی

صاحب اسے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور پوچھا: اصول فقہ کی کتابیں کہاں ہیں؟ مفتی صاحب نے اس جگہ کی نشاندہی کی، قاضی صاحب ایک ایک کو دیکھتے گئے اور کہنے لگے ان میں کوئی بھی ایسی نہیں، جس کا میں نے مطالعہ نہ کیا ہو، پھر مجھے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: مولانا منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے مجھے مطالعہ پر ایسے لگایا (خاصۃً جب کوئی اہم کام فوری لینا ہوتا) تو ایک کمرہ میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا جاتا، میں اکیلا اس میں گھنٹوں بیٹھ کر کام کرتا رہتا، کوئی ضرورت ہوتی تو دستک دیتا باہر سے دروازہ کھولا جاتا۔

مولانا کی جس صفت سے میں بہت زیادہ متأثر ہوا وہ اصاغر کی حوصلہ افزائی تھی۔ اپنے سے چھوٹوں کو آگے بڑھانا۔ معمولی کام بھی چھوٹوں میں دیکھتے اس کی تعریف کرتے، اس کو خوب سراہتے۔ مولانا یعقوب صاحب کاوی مدظلہ نے میرا تعارف کرایا کہ یہ حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ جو رنگون کے مفتیٔ اعظم کے منصب پر برسوں خدمت انجام دیتے رہیں' کا پوتا ہے، اور اپنے دادا جان کے فتاوی جو رنگون میں تھے اسے لایا ہے اور اس کی ترتیب دے رہا ہے، بس فقہ سے میری اتنی مشغولی دیکھ کر بڑے حوصلہ افزا کلمات فرمائے اور کہا: وہ فتاوی دکھاؤ! میں نے کہا: میں تو چاہتا تھا کہ آپ اس پر تقریظ تحریر فرمادیں فرمایا: ضرور، چنانچہ رات کو میں نے ''مرغوب الفتاوی'' کا مسودہ دیا، صبح گیا تو فرمایا: میں نے کافی حصہ رات کو دیکھا اور تقریظ تحریر فرمادی، اس میں میرے نام کے ساتھ لکھا مفتی مرغوب، میں نے کہا: حضرت میں نے افتاء نہیں کیا، اس لئے آپ مفتی نہ لکھیں، فرمایا: میں تجھے مفتی کی سند دیتا ہوں اور یہ بھی تاکید کرتا ہوں کہ میری تحریر کو کاٹنے کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد سے مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ آخری مرتبہ جب برطانیہ تشریف لائے تو کئی اکابر کی موجودگی میں مجھے سامنے بلایا، اپنے پاس کرسی پر بٹھایا اور کہا کہ: تجھے یہاں

سے کہیں نہیں جانا ہے، قلم اور کاغذ اپنے پاس رکھا اور جو بات یہاں ہوا سے نوٹ کرتا رہ۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کا نواں فقہی سمینار بمقام جامعۃ الہدایہ جے پور اکتوبر ۱۹۹۶ء میں منعقد ہوا، اس میں راقم کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، قاضی صاحب نے اس سے پہلے دو مرتبہ راقم کو حکم دیا تھا کہ میں ہندوستان کے فقہی سمینار میں شریک ہوں، اب کی مرتبہ ارادہ کیا اور حاضر ہوا، جیسے قاضی صاحب سے ملاقات کے لئے گیا، اس وقت مجلس میں بیس سے زائد علماء کی موجودگی میں قاضی صاحب نے اول تو کھڑے ہوکر معانقہ ومصافحہ فرمایا، پھر مجمع سے میرا اس طرح تعارف کرایا کہ ''یہ میرے دوست مفتی مرغوب احمد صاحب ہیں، ڈیوزبری میں مقیم ہیں'' اور چند جملے اس قسم کے فرمائے کہ میری خجالت وشرمندگی کی انتہاء نہ رہی۔ یہاں اس بات کی صراحت بھی نامناسب نہیں کہ بڑوں کی اس حوصلہ افزائی سے اپنی حقیقت بھولنی نہیں چاہئے۔ افسوس اب ہمارے بڑوں میں یہ صفت تقریبا مفقود ہوتی جارہی ہے کہ اصاغر کی حوصلہ افزائی کریں، بلکہ اب تو حوصلہ شکنی نہ ہو تو بھی بسا غنیمت۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ کی سادگی بھی عجیب وغریب اور اہل علم کے لئے قابل اتباع تھی، وسعت مطالعہ اور علم وتحقیق کے جس بلند مقام پر آپ فائز تھے، اس کے باوجود لباس، رہن سہن، کھانے پینے وغیرہ میں اس قدر سادگی کہ پہچاننا مشکل ہوتا کہ یہ قاضی صاحب ہوں گے۔ باٹلی (برطانیہ) میں ایک دفعہ قاضی صاحب بیان کے لئے کرسی پر بیٹھے تو ایک اہل علم کہنے لگے کہ یہ کون آگیا؟ ہم تو قاضی صاحب کا بیان سننے آئے ہیں، میں نے کہا یہ قاضی صاحب ہی ہیں، وہ حیران ہوگئے اور ان کے لئے ماننا مشکل ہوگیا۔

تبحر علمی کی چند مثالیں

قاضی صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے افہام وتفہیم کا ایسا ملکہ دیا تھا کہ ''معین الحکام''

"حجة الله البالغه" "الاشباه والنظائر" جیسی معرکۃ الآراء کتابوں کے اہم سے اہم مسائل اور عبارت کو آسان، سادہ اور مختصر الفاظ، نیز سلیس انداز میں اس طرح سمجھاتے کہ ہر طالب علم اچھی طرح سمجھ لیتا اور مطمئن ہو جاتا۔

ایک مرتبہ قاعدہ "الاصل براء ة الذمة" پر طلباء کو اشکال ہوا کہ اصل انسان کا دوسرے کے مطالبہ سے بری ہو جانا ہے تو پھر دار القضاء میں بیوی کی طرف سے شوہر کے خلاف عدم انفاق کا مقدمہ کیوں لیا جاتا ہے؟ اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے اساتذہ سے رجوع کیا گیا لیکن طلباء کو تشفی نہ ہو سکی۔ پھر قاضی صاحب سے رجوع کیا تو فوراً فرمایا: قاعدہ صحیح ہے، بس اس میں "مالم يثبت" کی قید کا اضافہ کر دیا جائے اور قاعدہ کی عبارت اس طرح کر لی جائے "الاصل براء ة الذمة مالم يثبت فى الذمة، واذا ثبت فى الذمة فالاصل فيه الثبوت فى الذمة، ونفقة الزوجة ثابت فى ذمة الزوج بالزواج، فالاصل فى نفقة الزوجة ثبوت نفقتها فى ذمة الزوج" یہ جواب سنتے ہی اشکال دور ہو گیا، اور سب طلباء مطمئن ہو گئے۔ "مالم يثبت فى الذمة" چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن قاضی صاحب کے مطالعہ کی گہرائی و گیرائی، تبحر علمی اور ان کے استحضار کا اندازہ کرنے کے لئے یہ انتہائی اہم ہے۔

۱۹۷۲ء میں کلکتہ میں "متبنی بل" کے حوالے سے ایک کنونشن منعقد ہوا، جس میں اکابر علماء کے علاوہ غیر مسلم دانشوران اور ممبران پارلیمنٹ شریک تھے اور "متبنی بل" پر بحث ہو رہی تھی۔ علماء اس کو اسلامی قانون میراث کے خلاف قرار دے کر مسترد کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک غیر مسلم دانشور نے یہ سوال اٹھایا کہ آپ حضرات نے "متبنی بل" کو مسترد کر دیا تو پھر لاوارثوں کے لئے آپ کے پاس کیا قانون ہے؟ اور اس کے لئے کیا انتظام کیا؟ علماء اس سوال پر متفکر ہوئے، لیکن قاضی صاحب نے برجستہ جواباً فرمایا: کہ اسلام میں

کوئی لاوارث سرے سے ہے ہی نہیں، تو پھر لاوارثوں کے لئے الگ سے مستقل قانون کی ضرورت کیا؟ جب لوگ اس جواب پر حیران ہوئے تو آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ اسلام کی نظر میں کوئی لاوارث اس لئے نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''انا ولی من لا ولی له''، یعنی جس شخص کا کوئی ولی نہ ہو اس کا میں ولی ہوں۔ تو اسلام کی نظر میں جس کا کوئی ولی نہ ہو، امیر اور حکومت اس کی ولی ہے، اگر حکومت اس سلسلہ میں پہلوتہی کرتی ہے تو اس کے لئے وہ جواب دہ ہے۔ اس پر سامعین نہ صرف مطمئن ہو گئے، بلکہ قاضی صاحب کے بے نظیر علمی استحضار پر عش عش کرنے لگے۔

ایک مرتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں ''مسئلہ کفائت اور اسلام'' کے موضوع پر ایک کنونشن منعقد ہوا، جس میں قاضی صاحب بطور خاص مدعو تھے۔ اس کنونشن میں دانشور اور پروفیسر حضرات بڑے شدومد سے مسئلہ کفائت کی مخالفت کر رہے تھے، اور اسے اسلام کے تصور مساوات کے خلاف قرار دے رہے تھے۔ لیکن اخیر میں قاضی صاحب نے مسئلہ کی ایسی مدلل اور دلنشیں وضاحت فرمائی کہ مجمع کا رخ یکسر بدل گیا۔ آپ نے فرمایا:

''کفاءۃ ایک فطری امر ہے۔ اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے لباس کے انتخاب میں میچنگ کا خیال رکھتے ہیں، اور ہماری خواہش ہوتی ہے کہ قمیص وکرتا جس طرح ہو، پاجامہ وپتلون بھی اسی کے مناسب ہو۔ ٹھیک اسی طرح اللہ تعالی نے عورتوں کو مردوں کے لئے لباس قرار دیا ہے، اور فرمایا: ﴿هن لباس لكم و انتم لباس لهن﴾ لہذا زوجین کے درمیان کفائت اور نسبی مساوات نہ صرف یہ کہ مستحسن ہے، بلکہ فطری اور لابدی ہے، تاکہ ازدواجی زندگی ہم آہنگی اور محبت کے ساتھ بسر ہو سکے''۔

اس شافی بیان سے تمام لوگوں کے شبہات زائل ہو گئے۔ اور دانشور حضرات نے اس کا

اعتراف بھی کیا کہ ہم نے اس زاویے سے اس مسئلہ پر غور وفکر نہیں کیا۔ انہوں نے اسلام کی بہترین ترجمانی پر قاضی صاحب کو آفریں بھی کہا۔

اندرا گاندھی کے دور حکومت میں جب حکومت اور اس کی مشنریاں ''نس بندی'' کے جبری نفاذ پر بہت زور دے رہی تھیں، تو سرکردہ علماء اور مسلم دانشوروں نے اس مسئلہ پر غور و فکر کے لئے دہلی میں ایک جلسہ مہندیان میں منعقد کیا۔ اس میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے علاوہ بعض علماء نے بھی آبادی پر کنٹرول کرنے اور غریبی دور کرنے کی بنیاد بنا کر ''نس بندی'' کے جواز پر تقریر کی۔ اس پر مجمع میں انتشار کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ بالآخر حضرت قاضی صاحب نے آیت کریمہ:

﴿لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا﴾

ترجمہ:......اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو (کیونکہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر:۳۱)

کی روشنی میں ''نس بندی'' کی حرمت پر فاضلانہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''کہ ظاہری طور پر نس بندی ایک احتیاطی تدبیر ہے، لیکن اگر باریک بیں نظروں سے دیکھا جائے تو یہ نسل کشی ہے، جس طرح باغباں پھول اور کلیوں کے جھاڑنے والے کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو پھل توڑنے والے کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی طرح آنے والے ایک متوقع بچے کو آمد سے قبل ہی کچل دینے والا عنداللہ ویسی ہی سزا کا مستحق ہے جس کا مستحق قاتل ہے''۔

آپ کی اس زوردار اور مدلل تقریر سے جملہ حاضرین کے شبہات زائل ہوگئے۔

قاضی صاحب کی جرأت وحق گوئی

علماء حق کی یہ خوبی رہی ہے کہ بڑے سے بڑے جابر وظالم حاکم کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے سے نہیں چوکتے۔اسی لئے کلام نبوت نے ان کی باتوں کو افضل'' افضل الجهاد كلمة الحق امام السلطان الجائر '' سے تعبیر کیا ہے۔قاضی صاحب اس وصف میں علماء و اسلاف کے صحیح جانشین تھے۔٦ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کے انہدام کے بعد ایک وفد اس وقت کے وزیر اعظم ہند نرسمہا راؤ سے ملا،تو قاضی صاحب نے بے باکی سے فرمایا:

''نرسمہا راؤ آپ نے ملک کا سر جھکا دیا،آپ نے ہمارے اعتماد کو ختم کر دیا،آپ اس بات کے اہل نہیں کہ اس ذمہ داری کو سنبھال سکیں،ہمارا آپ کی حکومت پر کوئی اعتماد نہیں رہا،کیا اسی دن کے لئے ہم نے جنگ آزادی لڑی تھی،یہی ہماری قربانیوں کا صلہ ہے''۔

وقت کا حکمراں سر جھکائے ساری باتیں سنتا رہا،لیکن اس کو جرأت نہ ہوئی کہ اس وفد کے جرأت مندوں کا جواب دے۔

نرسمہا راؤ کے دور میں بابری مسجد کا مسئلہ زیادہ ہی ابھرا،اس تعلق سے مسلمانوں کے وفود کو کئی بار اس سے ملنا پڑا۔ بار بار کی ملاقاتوں کے باوجود امت مسلمہ کی متعدد عرض داشتوں کے جواب میں دس پیسے کے پوسٹ کارڈ پر ان کو رسید وصولیابی سے بھی مطلع نہ کیا گیا،تو بورڈ نے فیصلہ کیا کہ ایک تنبیہی ملاقات کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔حضرت مولانا سید علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی قیادت میں مسلمانوں کے مختلف طبقات سے چیدہ افراد وشخصیات پر مشتمل ایک قد آور وفد نے کانگریسی وزیر اعظم سے ملاقات کی۔مفکر ملت حضرت مولانا علی میاں ندوی اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود اپنی بات کے آغاز کے بعد گفتگو کا رخ قاضی صاحب کی طرف پھیر دیتے۔چنانچہ ابتدائی چند جملوں کے بعد آپ

نے قاضی صاحب کی طرف اشارہ کیا، قاضی صاحب نے بہ بانگ دہل وزیر اعظم سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''ہم آپ کے پاس ہاتھ پھیلائے جھولا لٹکائے بھیک مانگنے نہیں آئے، بلکہ اپنے حق کے وصول کے لئے آئے ہیں۔ ہم اپنا حق لینا بھی جانتے ہیں اور چھیننا بھی۔ آپ نے ہمارے مسائل سے مجرمانہ طور پر منھ موڑا ہے۔ دس پیسے کے پوسٹ کارڈ پر ر پلائی دینا بھی گوارہ نہیں کیا۔ آپ نے بابری مسجد کی جگہ دوبارہ مسجد بنانے کے وعدہ سے انحراف کرکے ہماری دل شکنی کی ہے۔ اب ہمیں آپ پر نہ کوئی اعتماد ہے اور نہ کسی مسئلہ کے حل کی امید۔ اگر کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہ ہوئی تو آج اس مسئلہ میں ہماری یہ آخری ملاقات ہوگی''۔ ملک کا وزیر اعظم درویشوں کے قافلہ کے ایک درویش کے سامنے تماشائی بنا بیٹھا تھا، جنہیں کلمۂ حق کی ادائیگی کے لئے اصحاب اقتدار کا خوف کسی طرح متأثر نہیں کر سکا۔

بمبئی کے مسلم کش فسادات کے وقت آپ نے وزیر اعظم سے دوران ملاقات پوری سنجیدگی، متانت، وغیر متزلزل لب ولہجہ اور بیبا کی سے فرمایا:

''آخر مسلمانوں کو کب تک رسوا کیا جاتا رہے گا؟ کب تک ان کے خون سے ہولی کھیلی جاتی رہے گی؟ ان صبر آزما حالات میں اگر آپ مسلمانوں کا امتحان لینا چاہتے ہیں تو سو ہزار مسلمانوں کا کوٹہ مقرر کر دیں ہم آپ کی خدمت میں مقررہ تعداد پیش کر دیں گے، لیکن اس طرح کا یہ قتل عام بند کریں''۔

یقیناً ملت کی ترجمانی کے لئے اس گئے گذرے دور میں قاضی صاحب مناسب ترین شخصیت، نڈر، جری اور بیباک سپاہی تھے۔

ایک مرتبہ ایسی ہی کسی مجلس میں جب آپ جرأت وعزیمت سے ملک کے حکمران سے محو گفتگو تھے، بہار کے ایک رکن پارلیمنٹ نے شاید اپنی وفاداری کے اظہار کے لئے قاضی

صاحب کو لقمہ دینا چاہا، تو قاضی صاحب نے کسی کی پرواہ کئے بغیر ان سے یہ کہتے ہوئے ''بات ایسی نہیں آپ خاموش رہئے'' بلا توقف اپنی بات جاری رکھی۔ وزیر اعظم اور ان کے رفقاء بھی دنگ رہ گئے، اور کنکھیوں سے اپنے آدمی کو گھورنے لگے۔

ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اخلاف امت کی حق گوئی و جرأت رندانہ کا یہ عالم ہے تو خلیفۂ عباسی کی محفل میں آبروئے امت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اکبر کے استبدادی دربار میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تمکنت و جرأت کیا ہوگی۔

(ترجمان دار العلوم، قاضی صاحب نمبر)

امارت شرعیہ اور قاضی صاحب کی خدمات

امارت شرعیہ کا قیام مفکر اسلام حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ کے ہاتھوں ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا، اور اس نے اسی وقت سے مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ امارت شرعیہ نے تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ، تحفظ و تنظیم مسلمین، افتاء و قضاء، اور بیت المال وغیرہ شعبہ جات میں اس طرح منظّم و مستحکم طریقہ سے خدمت انجام دی کہ اس کی مثال کسی اور ملک حتی کہ اسلامی ملکوں میں بھی بمشکل ملے گی۔

شوال ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں جب قاضی صاحب امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کے حکم پر امارت شرعیہ حاضر ہوئے، یہ وہ وقت تھا کہ امارت کا حلقۂ اثر محدود سے محدود تر تھا۔ دفتر میں اسباب ضرورت بھی مفقود تھے۔ مالی اعتبار سے امارت شرعیہ آخری انحطاط کو پہنچ چکی تھی، نقل نویسوں کو اجرت دینے کی بھی گنجائش نہ تھی، بلکہ کاغذ اور روشنائی خریدنے تک کے پیسے کا انتظام نہ تھا۔ ایسے حالات میں آپ نے دفتر میں چار بجے شام سے صبح نو بجے تک تن تنہا رہ کر جو خدمات انجام دیں وہ آپ کی زندگی کا قابل تقلید

وقابل رشک کارنامہ ہے۔ یہاں آپ کو تین بیش قیمت خزانے بہت فرسودہ حالت میں ملے: ایک تو فائلوں کا وہ ڈھیر جس میں بزرگوں نے مختلف ملی اجتماعی امور پر احکام لکھے ہوئے تھے، دوسرے دارالقضاء سے فیصل ہونے والے مقدمات کی نقلیں، اور تیسرے فتاوی امارت شرعیہ کا عظیم الشان ذخیرہ۔ اس عظیم الشان علمی خزانہ کی حفاظت و درستگی اور اس سے استفادہ میں آپ نے سترہ سترہ گھنٹے قربان کئے۔ امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات کی فائلوں سے آپ نے بہت کچھ سیکھا، فتاوی اور قضایا سے بہت کچھ استفادہ کیا۔ اس کے ساتھ آپ نے امارت کے تعارف کے لئے قصبہ قصبہ شہر شہر کا سفر کیا اور عوام و خواص میں اس کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے جدوجہد فرمائی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امارت شرعیہ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی، اور تمام شعبوں میں استحکام و مضبوطی پیدا ہوئی۔ مقدمات کے لئے دارالقضاء میں رجوع بڑھنے لگا، اور سوالات کی کثرت سے دارالافتاء کو مرجعیت حاصل ہوئی۔ بیت المال کے شعبہ کو مستحکم کرنے کی طرف بھی آپ نے توجہ فرمائی۔ آپ کے دورزریں میں امارت شرعیہ میں کچھ نئے اہم شعبوں مثلاً ''المعهد العالی للافتاء و القضاء''، ''ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ'' اور ''دارالعلوم'' کا اضافہ ہوا۔ ''فتاوی امارت شرعیہ'' کی دو جلدیں بھی آپ کی تحقیق وترتیب سے مزین ہو کر شائع ہوئیں۔

مسلم پرسنل لا اور قاضی صاحب کی خدمات

مسلم پرسنل لا مسلمانان ہند کا ایک نہایت اہم مسئلہ ہے، بلکہ اس سے ان کا ملی اور مذہبی بقا متعلق ہے۔ ١٩٧٢ء میں پارلیمنٹ کے میں لے پالک بل پیش کیا گیا، جس میں گود لئے بچے کو حقیقی اولاد کا درجہ دے کر گود لینے والے مرد وعورت کا وارث اسے بنایا گیا تھا، اور اس قانون کو ملک کے تمام شہریوں پر نافذ کیا جانا تھا۔ مسلمانوں پر اس قانون کا نفاذ ان کے

پرسنل لا میں صریح مداخلت تھی، اس سے مسلمانوں کے متعدد شرعی قوانین متأثر ہوتے تھے۔ اس قانون کے خلاف ملک کے اکابر علماء ودانشوروں نے پرزور احتجاج کیا، اور ہندوستان میں اسلامی شریعت کے تحفظ کے لئے ایک متحدہ اور مضبوط پلیٹ فارم قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ کی تحریک پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں علماء اور قائدین کا ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا، جس میں مسلم پرسنل لا کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ مسلم پرسنل لا کے جملہ پہلوؤں کا خاکہ مرتب کرنے اور ان نکات کو متعین کرنے کے لئے جو مسلم پرسنل لا کے مخالفین کا خاص ہدف ہیں، تمام اکابرین کی نظر انتخاب قاضی صاحب ہی پر پڑی۔ آپ نے ایک ماہ دارالعلوم میں قیام کرکے اس کام کو بحسن وخوبی مکمل کیا۔ پھر: ۲۷ ر ۲۸ ردسمبر ۱۹۷۲ء کو مہاراشٹر کالج بمبئی میں جو تاریخی جلسہ ہوا' اس کی مثال ملنی مشکل ہے، جس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، اس میں باتفاق رائے حضرت قاری محمد طیب صاحب کو صدر اور حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کو جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔

قاضی صاحب نے اس جلسہ کی تیاری اور کامیابی میں غیر معمولی جدوجہد فرمائی اور بے مثال خدمت انجام دی۔ اور شروع ہی سے آپ بورڈ کے رکن تاسیسی اور مجلس عاملہ کے رکن رکین رہے۔ بورڈ کی مجلس شوری میں نہ یہ کہ آپ کی رائے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا، بلکہ اسے حرف آخر سمجھا جاتا۔

احمد آباد میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا بارہواں عظیم اور تاریخی اجلاس جو بقول مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کے '' ظاہراً و باطناً بورڈ کے کامیاب ترین اجلاسوں میں یا اس کا کامیاب ترین اجلاس تھا'' اس میں بھی قاضی صاحب کی پرجوش محنت اور

مخلصانہ سعی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس اجلاس میں بورڈ کی صدارت کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمہ اللہ کی معذرت پر قاضی صاحب نے حضرت ہی کے ایک جملے کا حوالہ دے کر کہ ''جب دریا میں طوفان ہو اور کشتی بھنور میں ہو تو کشتی کا ملاح نہیں بدلا جاتا'' حضرت ہی کا نام پیش کر دیا، اور وہ باتفاق آراء منظور ہوا۔ اس واقعہ سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی رائے کی وقعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ سے گہری وابستگی اور شروع ہی سے اس میں دلچسپی اور غیر معمولی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے بورڈ کے صدر ثانی حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد تمام ارکان کی نظر انتخاب اس باوقار اور مسلمانان ہند کے متفق علیہ ادارہ کی قیادت وسیادت کے لئے آپ پر پڑی جب کہ تحفظ شریعت سے تعلق رکھنے والے ہر فرد پر تشویش و اضطراب طاری تھا، اور کچھ اخبارات و افراد کی طرف سے ایسے اشارات مل رہے تھے بورڈ کا شیرازہ اختلاف کی نظر ہو کر منتشر ہو جائے گا، اور ۲۳ر اپریل کو ملت اسلامیہ کی سبھی جماعتوں اور مسالک کے ذمہ داروں نے اتفاق رائے سے آپ کو بورڈ کا صدر منتخب فرمایا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسلم پرسنل لا کیا ہے؟ اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کیا اہمیت ہے؟ ملک کے دستور آئین میں اس کا کیا مقام ہے؟ اور اسلام کے عائلی قوانین کس قدر مصلحت پر مبنی ہیں؟ اور کس خوبی اور اعتدال کے ساتھ انسان کی سماجی ضرورت کو پورا کرتے ہیں؟ اس سے عوام تو عوام خواص تک ناواقف ہیں، اس کے لئے قاضی صاحب کا رسالہ ''مسلم پرسنل لا کا مسئلہ تعارف و تجزیہ'' کا مطالعہ ہر اہل علم کو ضرور کرنا چاہئے، اس میں آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس اہم موضوع کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی

ہے،اس رسالہ میں آپ نے مسلم پرسنل لا کو سمجھنے کے لئے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(١)......مسلم پرسنل لا کیا ہے؟

(٢)......مسلم پرسنل لا اسلامی نقطۂ نظر سے کیا اہمیت رکھتا ہے؟

(٣)......مسلم پرسنل لا کو کیا خطرات درپیش ہیں؟

(٤)......اس کے تحفظ کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

پھر ان چاروں موضوعات کی تفصیلی اور مکمل وضاحت کی ہیں۔اس رسالہ سے مسلم پرسنل لا کا سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔یہ رسالہ شائع ہوچکا ہے، اور ''بحث ونظر'' کے شمارہ جولائی رستمبر ٢٠٠٠ مطابق ربیع الثانی رجمادی الثانی ١٤٢١ھ میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

مسلم پرسنل لا کی صدارت کے بعد آپ نے بورڈ کو مزید فعال اور اس کے کردار کو عمدہ سے عمدہ تر بنانے کی طرف بھی توجہ کی۔مرکز میں جدید آلات کے ساتھ ضروری اور کارآمد کتابوں کی لائبریری کے قیام کا بھی نظم کیا۔

''مجموعہ قوانین اسلامی'' کی اشاعت

آپ کے دور صدارت میں وقت کی اہم ضرورت پر مشتمل کتاب ''مجموعہ قوانین اسلامی'' معیاری طباعت اور کتابت،خوشنما و مضبوط جلد سے مزین کر کے شائع کی گئی۔یہ کتاب مولانا منت اللہ رحمانی نے اپنی نگرانی میں چند ایسے ممتاز علماء دین سے جن کی اسلامی فقہ پر گہری نظر تھی تیار کروائی، ١٩٣٧ء میں مسلم علماء اور ماہرین قانون کی کوشش سے پارلیمنٹ میں شریعت ایکٹ پاس ہوا، جس میں صراحت کی گئی کہ پرسنل لا سے متعلق مقدمات میں اگر دونوں فریق مسلمان ہوں تو جج اس بات کا پابند ہوگا کہ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرے، مگر وکلاء اور ججوں کے سامنے اسلامی قانون سے متعلق کوئی ایسی

جامع اور آسان کتاب نہیں تھی، جس کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جاسکے۔اس شدید ترین ضرورت کا احساس علماء اور ماہرین قانون کو ایک مدت سے تھا ہی کہ شاہ بانو کیس کے فیصلہ کے بعد حکومت کے اعلی ترین ذمہ داروں کی طرف سے بھی یہ درخواست کی گئی کہ اسلام کے عائلی قوانین کو مرتب کیا جانا چاہئے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ایک مستند مجموعہ مرتب ہو، تاکہ ججوں کو فیصلہ کے وقت استفادہ کا موقع مل سکے۔ یہ مجموعہ بڑی حد تک حضرت مولانا منت اللہ صاحب کی حیات میں تیار ہو چکا تھا، مگر اشاعت نہ ہو سکی تھی، قاضی صاحب کی مسلسل کوشش اور دلچسپی سے یہ مجموعہ شائع ہوا۔اور ایک بہت بڑا کام یہ بھی ہو گیا کہ اس کا انگریزی ترجمہ بھی اہتمام سے بورڈ کی طرف سے منظر عام پر آ گیا۔

تحریر و تقریر، و میدان خطابت کے بادشاہ

حق تعالی نے قاضی صاحب کو تقریر و تحریر کی قابل رشک دولت سے نوازا تھا۔تحریر میں غضب کی روانی، ادبی چاشنی، قرآن وحدیث کے ٹھوس دلائل، موقع بموقع اردو عربی اشعار امثال و عبر کے ساتھ درد دل ناظرین کو متأثر کئے بغیر نہیں رہتے۔آپ کی تصنیفات اور بحث و نظر کے اداریئے جن کی نظر سے گزرے ہیں وہ آپ کی غیر معمولی تصنیفی مہارت سے بخوبی واقف ہوں گے۔

میدان خطابت کے تو آپ بادشاہ کہے جاسکتے ہیں۔بر وقت مجمع کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق ”کلمو الناس علی قدر عقولھم“ کو سامنے رکھ کر اس انداز میں خطاب فرماتے کہ مجمع عش عش کرتا رہ جاتا، اور اس میں ذرا بھی بناوٹ اور تکلف نہ ہوتا۔ قصہ کہانی کے بجائے ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے اقوال و آثار سے زمانہ کے تقاضوں کو سمجھاتے۔ارباب علم وارباب افتاء، دینی جامعات کے فضلاء اور

عصری علوم کے ماہرین، مختلف اقوام کے مرد و خواتین، اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مجمع سے خطاب میں یقیناً آپ ملک کے معدودے چند خطباء میں سے ایک تھے۔

آپ نہ صرف علم میں گہرائی و گیرائی کے حامل تھے، بلکہ زمانہ شناسی اور وقت کی نباضی کی صفت سے بھی متصف تھے۔ راقم کو کئی مرتبہ آپ کے بیانات سننے کا موقع ملا اور یہ محسوس ہوا کہ مختلف الفکر اور مختلف المذاق مجمع سے خود ان کی زبان میں خطاب کرنے اور انہیں مطمئن کرنے کے لئے قاضی صاحب سے بڑھ کر موزوں شخصیت شاید ہی کوئی ہو۔ حسن خطابت کے ساتھ حق گوئی میں بھی آپ فرد فرید تھے، اور کلمۂ حق بھی سلیقہ اور ایسے طریقہ سے کہتے جو اسلامی طرز سے میل کھائے، ایک وعظ میں فرمایا:

''کلمۂ حق کے اظہار کا سلیقہ کیا ہونا چاہئے؟ یہ ہم نے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ سے سیکھا۔

ہمارے دوستوں نے جرأت کا مطلب کچھ اور سمجھا ہے، سخت سے سخت بات میٹھے سے میٹھے لہجہ میں کہی جائے یہ نہایت مشکل ترین بات ہے، جرأت کا مطلب اظہار حق ضرور ہے، جرأت کا مطلب کسی کی توہین نہیں ہے''۔

قاضی صاحب کو حق تعالی نے اظہار حق کے اس طریقۂ حکمت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، بغیر کسی خوف اور ملامت کے کڑوی سے کڑوی بات کہہ دیا کرتے تھے۔ ارباب حکومت تک کے سامنے بلا جھجک دوٹوک بات کہدی۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہونے کے بعد بنگلور کے اجلاس میں آپ نے جس ایمانی جرأت اور یقینی کیفیت سے خطبۂ صدارت دیا وہ آپ کی جرأت رندانہ کا بین ثبوت ہے اور تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

''صنوان القضاء'' پر تحقیق کا عظیم کارنامہ

علم قضاء فقہ اسلامی کا ایک اہم شعبہ ہے، اس فن پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ''ادب القاضی'' کے نام سے پہلی کتاب تصنیف فرمائی۔ پھر اس موضوع پر بیسیوں کتابیں فقہاء امت نے لکھیں۔

''صنوان القضاء وعنوان الافتاء'' قاضی عمادالدین محمد اشفورقانی رحمہ اللہ (م:۴/ذی الحجہ ۶۴۶ھ) کی تصنیف ہے، جو ساتویں صدی ہجری کے وسط میں تصنیف ہوئی، اس میں مصنف نے فقہ حنفی کے اولین مراجع کو پیش نظر رکھا ہے، اور آداب قضاء سے متعلق جزوی مسائل کا بڑا تفصیلی احاطہ کیا ہے۔ کیونکہ مصنف خود دہلی میں سات سال تک قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے۔ کتاب کے آخر میں خود مصنف کا یہ احساس قابل ذکر ہے کہ ''میں نے (ادب القضاء پر متداول تقریباً تمام) کتابوں اور فقہی کتابوں میں ادب القضاء کے مباحث کا مطالعہ کیا ہے، اس کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے قضاء کے مسائل اور مشکلات پر ''صنوان القضاء وعنوان الافتاء'' سے زیادہ جامع اور جزئیات پر محیط کوئی دوسری کتاب نہیں پائی''۔

عجیب بات ہے کہ ایسی جامع اور وقیع کتاب ابھی تک طبع نہ ہو سکی تھی، مگر اللہ کی مشیت پر قربان جایئے کہ دہلی کے قاضی القضاۃ کے قلم سے لکھی جانے والی کتاب کو امارت شرعیہ کے قاضی القضاۃ (جنہیں ایک طویل عرصہ سے قضاء کا تجربہ بھی تھا اور ''اسلامی عدالت'' نامی بیش بہا اور وقیع کتاب کے مصنف ہونے کا شرف بھی حاصل تھا) کی تحقیق سے اشاعت کا انتظام فرمایا۔ قاضی صاحب کو اس کتاب کی تحقیق کا خیال تو ایک زمانہ سے تھا، مگر آپ کی گوناگوں مصروفیات مانع بنتی رہیں، لیکن جب علالت کی شدت اپنے عروج پر

تھی اور رکاوٹیں دور ہونے لگیں تو ایک سال میں چار جلدوں کی اس ضخیم کتاب کو تحقیق کے مراحل سے گذار کر طباعت کے لائق بنا دیا۔ محقق علام نے چار نسخوں میں سے ایک کو بنیاد بنا کر تصحیح عبارت میں جو الفاظ صحیح معلوم ہوئے اسے متن میں اختیار کیا، اور دیگر نسخوں کے فرق کو حاشیہ میں ذکر کر دیا، جہاں تمام نسخوں میں غلطی محسوس کی وہاں فقہ کی دیگر کتابوں میں متعلقہ مقامات کی طرف مراجعت کی، مصنف کے نقل کردہ اقتباسات کو محولہ کتابوں سے ملایا اور عبارات کی توثیق کی، ہر ہر جزئی مسئلہ کے لئے باضابطہ عنوان قائم کیا، ہر بحث پر علیحدہ نمبرات لگائے، کتاب میں آنے والی شخصیات اور کتابوں کا حاشیہ میں تعارف کرایا، آیات قرآنی کے حوالے اور احادیث و آثار کی تخریج کی گئی، آخر میں آیات، احادیث، شخصیات، کتب، اماکن، وغیرہ کی بابت تفصیلی فہرست اور اشاریئے درج کئے، کتاب کے شروع میں محقق کے قلم سے طویل مقدمہ ہے۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اور مفکر اسلام مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کے مقدمات بھی شامل کتاب ہیں۔ کویت کی وزارت اوقاف نے اس قیمتی تحفہ کو شائع کر دیا ہے۔ (بحث ونظر، شمارہ ۴۸)

نوٹ:......کوویت کے مطبوعہ نسخہ میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اور مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کے مقدمات نہیں ہیں۔

قضاء کی بات آ گئی تو قاضی صاحب کا ایک اقتباس جو آپ نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کی وفات پر لکھا تھا پیش کرنا مفید سمجھتا ہوں، قاضی صاحب لکھتے ہیں:

’’ایک زمانہ میں احکام قضاء پر فقہ حنفی کی کسی مفصل کتاب کی تلاش میں پریشان تھا، دارالافتا دارالعلوم دیوبند میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب سے میں نے اس پریشانی کا اظہار کیا۔ حضرت اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے، غور سے مجھے دیکھا، کھڑے ہوئے اور

الماری سے انہوں نے ایک کتاب نکالی، اس پر چند جملے لکھے اور اس حقیر کے ہاتھوں میں دے دیا۔ میں ان کی شفقت، خورد نوازی، جود وسخا اور ایثار کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا، یہ کتاب تھی ''معین الحکام'' للطر ابلسی جو اس وقت نادرونایاب تھی۔ حضرت نے اس پر لکھا کہ ''یہ کتاب میں اس کو دے رہا ہوں جو مجھ سے زیادہ اس سے استفادہ کا حق دار ہے''۔

''التشرف بتقديم هذا الكتاب الى من هو اهل للاستفادة منه اعنى الشيخ مولانا مجاهد الاسلام القاضى لفصل الخصومات من الامارة الشرعية''۔

العبد: محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

کتابوں کا ایثار بہت مشکل ہے، اور اپنے چھوٹوں کے لئے ہمت افزائی کے کلمات انتہائی درجہ وسیع النظری کی دلیل ہیں۔ اس نسخہ سے میں نے استفادہ کیا اور ''اسلامی عدالت'' کی ترتیب وتصنیف کا سانچہ میں نے طرابلسی کی اسی ''معین الحکام'' سے بنایا، بعد کو تو یہ کتاب چھپ گئی اور سعودیہ میں عام طور پر ملنے لگی (لیکن اب پھر مفقود ہے) لیکن جس وقت انہوں نے یہ کتاب دی اس کا ملنا مشکل ترین امر تھا''۔

(بحث ونظر۔ شمارہ، ۱۳۱ ص ۴)

کفاءۃ فی الاسلام کا مسئلہ اور قاضی صاحب کا فیصلہ

جنوبی افریقہ میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ ایک نومسلم نوجوان نے ایک قدیم الاسلام خاندان کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا، میاں بیوی دونوں اس نکاح پر راضی تھے، لیکن وہاں کے کچھ علماء نے کفاءۃ فی الاسلام کا مسئلہ اٹھایا کہ جو شخص خود مسلمان ہوا ہو قدیمی مسلمان لڑکی کے لئے کفو نہیں۔

اول تو یہی مسئلہ قاضی صاحب کے ذہن پر بوجھ تھا کہ افریقہ جو اس وقت اسلام کی دعوت کا بہترین میدان ہے، اور جہاں رنگ ونسل کی بنیاد پر تفریق کے خلاف مقامی آبادی جنگ کر رہی ہے۔شریعت اسلامی کی یہ تعبیر جو خالص ایک اجتہادی حکم اور اس زمانہ کے عرف خاص پر مبنی ہے، اسے بنیاد بنانا اسلام کی اصل روحِ مساوات سے متصادم بھی ہے اور دعوت اسلامی کے کام کے لئے رکاوٹ بھی، جو حکمت دین اور حکمت دعوت سے متعارض ہے، اور سلف میں بہت سے واقعات بھی اس کے خلاف ہیں۔ثانیاً ان علماء نے حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی روایت کی بنیاد پر غیر کفو میں نکاح کو باطل اور غیر منعقد قرار دیا اور فقہ حنفی کی ظاہر الروایہ کو ترک کردیا جس کی بنیاد پر غیر کفو میں نکاح منعقد ہوجائے گا، لیکن ولی کو حق اعتراض ہوگا۔ان حضرات کے فتوی کی بنیاد یہ تھی کہ متأخرین نے فساد زمان کی وجہ سے حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔قاضی صاحب کی رائے قطعی طور پر اس کے خلاف تھی، یہ بحث چل رہی تھی کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ ھڈ ربن تشریف لائے، آپ زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت علماء کی ایک بڑی جماعت مجلس میں حاضر تھی، آپ نے حضرت کے سامنے یہ سوال پیش کیا، حضرت نے حکیمانہ طور پر ان بعض علماء کے فتوی سے اختلاف کیا، اور بطور قول فیصل قاضی صاحب رحمہ اللہ کی رائے کی تائید فرمائی، حالانکہ حضرت فقہی روایات کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والے تھے، لیکن احکام کے مدارج، عرفی مسائل، اور مخصوص اصولوں پر مبنی احکام اور وقت کے تقاضوں پر نظر رکھنے والے فقیہ تھے، اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں ان مخصوص حالات میں حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی اس روایت کو ترک کیا جو متأخرین کے نزدیک مختار للفتوی ہے، اور ظاہر الروایہ کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا۔(بحث ونظر شمارہ۔۳۱ رص ۵)

سہ ماہی رسالہ ''بحث ونظر'' کا اجراء

قاضی صاحب رحمہ اللہ کی دینی خدمات اور صدقۂ جاریات میں سے سہ ماہی رسالہ ''بحث ونظر'' کا اجراء بھی ہے۔ اس مجلّہ نے اپنے تیرہ سال کی مدت میں نمایاں خدمات انجام دیں، اور اسے ملک و بیرونِ ملک میں مقبولیت بھی حاصل ہوئی۔ اس رسالہ کا مقصد محض اردو رسائل میں ایک رسالہ کا اضافہ نہیں تھا، بلکہ اس کے پیچھے یہ ذہن کارفرما تھا کہ جن علمی و تحقیقی موضوعات پر نہیں لکھا جاتا یا لکھا جاتا ہے تو بہت کم، ان موضوعات پر معیاری تحریریں منظر عام پر آئیں۔ چنانچہ ''بحث ونظر'' کے ''اصولی مباحث'' اور ''فقہی تحقیقات'' کے زیر عنوان جو مقالات شائع ہوئے ہیں، اگر صرف ان ہی کو سامنے رکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ کتنے ہی ایسے موضوعات پر تحریریں آگئی ہیں جن پر شاید اردو زبان میں اس سے پہلے کچھ لکھا ہی نہ گیا ہو یا کم سے کم اس تفصیل و وضاحت اور مصادر سے مراجعت کا اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

اس رسالہ نے کتابت وطباعت کے علاوہ اپنے علمی معیار کے بارے میں کوئی مصالحت نہیں کی۔ اس کے قارئین اصحاب فکر علماء، فقہاء، طلبۂ مدارس اور یونیورسٹی کے اساتذہ ہیں، اس بات کو محسوس کرتے ہوئے ''بحث ونظر'' نے تحقیق و جستجو، فکر ونظر، وسیع النظری اور علمی گہرائی کا جو ماحول اول یوم سے بنایا ہے وہ اسی راہ پر گامزن ہے، اور باوجود اس کے کہ کچھ حلقوں کی طرف سے اخلاص و ہمدردی کے ساتھ یہ بات بار بار کہی گئی کہ ''بحث ونظر'' میں عوامی دلچسپی کی چیزیں شائع کی جائیں تو اس کے خریداروں میں اضافہ ہوگا اور اس کی مالی حالت بہتر ہوگی، لیکن مدیر محترم کے سامنے یہ بات رہی کہ ایسے رسائل اور مجلّات کی کمی نہیں، اگر اس رائے کو قبول کیا گیا تو ''بحث ونظر'' وہ کام نہیں کر سکے گا جس

کے لئے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر بھی ''بحث ونظر'' میں خالص علمی، فکری اور تحقیقی مقالوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ جو دستاویزی حیثیت رکھتے ہیں بعض مقالات معاشرتی، اصلاحی اور اسلام کے معاشرتی نظام یا دیگر عام موضوعات پر بھی شائع کئے جاتے رہے ہیں، لیکن اسے عوامی بنا دینا اس کے مقصد اشاعت اور ''بحث ونظر'' کی اصل روح کے خلاف تھا۔ تاہم اس میں علماء سلف کا قابل ذکر تذکرہ، متقدمین کی وقیع کتب کا تعارف اور مختلف ایسے موضوعات جن سے آج کے اہل علم اور ارباب مدارس تک ناواقف ہو چکے ہیں سے علمی حلقہ کو متعارف کرانا بھی ''بحث ونظر'' کا عظیم کارنامہ ہے۔

(بحث ونظر، شمارہ، ۳۱و۵۰، ملخص)

فقہ اکیڈمی کا قیام

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے علمی کارناموں میں وقت کی ضرورت کے مطابق ایک عظیم الشان اور اہم کارنامہ ''مجمع الفقہ الاسلامی الہند'' (اسلامک فقہ اکیڈمی ہند) کا قیام ہے۔ اس مجلس کی تشکیل کا مقصد کیا ہے؟ خود بانی مجلس ہی کے قلم سے پڑھئے، آپ رقمطراز ہیں:

''فقہ اسلامی کی پائیداری اور حالات اور زمانے کی تبدیلیوں کے باوجود انسانی زندگی میں انضباط پیدا کرنے اور صحیح رہنمائی دینے کی بھرپور صلاحیت دراصل ان اصولی احکام کی رہین منت ہے جنہیں فقہاء نے کتاب وسنت سے مستنبط کیا ہے، اور ہر عہد کے حالات کو سامنے رکھ کر احکام فقہیہ کی تطبیق کا نازک فریضہ انجام دیا ہے۔

ایک زمانہ تھا جب ایسی جامع شخصیتیں موجود تھیں جو کتاب وسنت وفقہاء کے اجتماعی اقوال اور قیاس کے اصولوں اور استنباط کے طریقوں پر حاوی تھیں، شرع کے عمومی مصالح اور تشریع کے اغراض ومقاصد پر ان کی نگاہ تھی، اور وہ زمانہ شناس بھی تھے، لہذا انہوں نے

اپنے عہد میں اپنی صلاحیتوں کا استعمال اور ورع وتقوی کے ساتھ مقاصد شرع اور قوانین دین پر مضبوط گرفت رکھتے ہوئے اپنے وقت کی مشکلات کا حل نکالا۔ان اصحاب افتاء بزرگوں کا فتوی رائج سکّے کی طرح مسلم معاشرے میں قبول عام اختیار کرتا رہا۔

موجودہ حالات یہ ہیں کہ معاشرے میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں، سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی نے نئے افق پیدا کئے، دنیا ایک چھوٹی سی بستی بن گئی، معاشی اور اقتصادی امور میں نئی ترقیات نے نئے مسائل کھڑے کئے ۔ جو لوگ اسلام پر چلنا چاہتے ہیں اور شریعت کو اپنی معاشرت، تجارت اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گذارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سینکڑوں سوالات پیدا ہو رہے ہیں جن کے بارے میں وہ علماء واصحاب افتاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور رہنمائی کے طالب ہیں۔ دوسری طرف ایسی جامع شخصیتوں کا فقدان ہو گیا جو علم وتحقیق کی بنیاد پر ان مسائل کو حل کر سکیں اور جن کا تنہا فتوی مسلم معاشرے میں قابل قبول ہو۔

اس لئے ضرورت تھی کہ اجتماعی فکر کی بنیاد ڈالی جائے ، اور علماء واصحاب دانش باہمی تبادلۂ خیال کے ذریعہ ان مسائل کا ایسا حل نکالیں جو اصول شرع سے ہم آہنگ ہو اور فکری شذوذ سے پاک ہو۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے ''مجمع الفقہ الاسلامی الہند'' کی تشکیل عمل میں آئی ، جس میں علماء اور فقہاء کے علاوہ ارباب دانش' میڈیکل' سائنس' معاشیات' سماجیات اور نفسیات کے ماہرین کو بھی شریک کیا گیا ہے۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس علمی اور تحقیقی عمل کی آواز بازگشت ہندوستان سے باہر بھی سنی جانے لگی ہے۔ (اہم فقہی فیصلے ص٢)

یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہے کہ قاضی صاحب کی کوشش دین میں اس یسر کے پہلو کو اجاگر کرنے کی تھی جیسے ''الدین یسر'' (دین آسان ہے) اور ''یسرا ولا تعسرا''

(دین میں آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو) میں بیان کیا گیا ہے،اس سلسلہ میں آپ حضرت تھانوی، حضرت گنگوہی رحمہما اللہ وغیرہ کے متبع تھے۔حکیم الامت رحمہ اللہکے ایک ملفوظ سے آپ کے نقطۂ نظر کا پتہ چلتا ہے،فرماتے ہیں:

''یہ وقت ہے کہ آج مشتبہ کو بھی حلال کہا جائے ،نہ کہ حلال کو بھی اس میں شبہات نکال کر حرام کر دیا جائے۔اس واسطے میں کہتا ہوں کہ فتوی میں تنگی نہ کرنا چاہئے ، جائز تک رکھئے تو غنیمت ہے،اولی پر تو کہاں سے پابندی ہوسکتی ہے۔اختلافی مسائل اگر عام ہوں تو ان کو بھی جائز بتلائیے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت میں وسعت ہے۔(اور آج کل) معاملات بہت گندے ہورہے ہیں۔اگر مختلف فیہ امور کو غلط بتلایا جائے گا تو اگر اس پر کوئی عمل کرے گا تو اس کو تنگی ہوگی،جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شریعت کو تنگ سمجھنے لگے گا۔اس کا (یعنی احکام میں آسانی فراہم کرنے کا) فائدہ یہ ہوگا کہ وسعت ہونے سے اعتقاد درست ہوگا کہ شریعت کیسی اچھی چیز ہے اور کیسی رحمت ہے، وسعت دینے میں شریعت سے محبت ہوگی ....اس سے حق تعالی کی محبت غالب ہوگی (ورنہ) لوگوں کا گمان تو یہ ہوگیا ہے کہ شریعت میں سوائے''لایجوز'' کے اور کچھ ہے ہی نہیں''۔ (التبلیغ:۸۲/۶۹/۶۷/۵)

اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مذہب شافعی پر عندالضرورۃ عمل کرنے میں کچھ اندیشہ نہیں ہے،مگر نفسیات اور لذت نفسانی سے نہ ہو،عذر یا حجت شرعیہ سے ہو''۔(فتاوی رشیدیہ ص۲۴)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:

''جہاں بلوی عام ہو وہاں ائمہ اربعہ میں سے جس امام کے مذہب میں عام لوگوں کے لئے گنجائش کا پہلو ہو اس کو فتوی کے لئے اختیار کرنا چاہئے''۔(البلاغ مفتی اعظم نمبر ص۱۴۹)

اس لئے قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ذاتی طور پر یا علما اور اصحاب افتاء کے اجتماع کے ذریعہ جدید اور قابل اجتہاد مسائل میں شریعت کی طرف سے دی گئی گنجائشوں کو سامنے لانے کی جو کوشش کی وہ غلط اور اجنبی ہرگز نہیں تھی، خواہ بعض حلقوں کی طرف سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو کتنا ہی مورد الزام کیوں نہ ٹھہرایا جائے۔ (ترجمان دار العلوم ص ۲۲۳)

ولادت...... تعلیم...... تدریس...... وفات

آپ کی ولادت ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء کو قصبہ جالہ، ضلع دربھنگہ، صوبہ بہار میں ہوئی۔

والد ماجد مولانا عبد الاحد صاحب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے مخصوص تلمیذ اور دار العلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شیخ الہند اور حضرت مونگیری رحمہما اللہ سے تھا۔ برسوں حدیث کی تدریس اور تقریر و مناظرہ کے ذریعہ دین کی خدمات انجام دیں۔ مدتوں امارت شرعیہ کے اہم رکن بھی رہے۔

قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور مولانا محمد اسحٰق صاحب سے حاصل کی۔ مدرسہ محمود العلوم، مدرسہ امدادیہ اور دار العلوم مئو میں متوسطات کی مختلف کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور پانچ سال میں علوم و فنون کی متعدد کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۷۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت علامہ بلیاوی، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر سے استفادہ فرمایا۔

فراغت کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایماء پر سات سال (سن: ۵۵ سے سن: ۶۲ تک) جامعہ رحمانی مونگیر میں تدریسی خدمات انجام دی۔ سن: ۶۹ میں ایک سال پھر تشریف لائے ''ابوداؤد شریف'' کا درس بھی متعلق رہا۔

۱۹٦۳ء میں آپ کو مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار کا قاضی القضاۃ منتخب کیا گیا، اس عہدۂ جلیلہ پر تا وفات فائز رہے۔

قاضی صاحب مختلف امراض میں برسوں سے مبتلا تھے۔ اخیر میں شدت علالت کی وجہ سے دہلی ہسپتال میں داخل بھی کئے گئے، بالآخر ۴/ اپریل ۲۰۰۲ء مطابق ۱۲/ محرم ۱۴۲۳ھ شب جمعہ اللہ کو پیارے ہو گئے، رحمہ اللہ۔

حماسی شاعر نے اپنے قبیلہ کے سردار کے لئے جو کہا تھا ممکن ہے اس میں کچھ مبالغہ ہو، لیکن قاضی صاحب رحمہ اللہ کی وفات پر تو یہ عین واقع ہے ؎

وما کان قیس هلکه هلک واحد لکنه بنیان قوم قد تهد ما

قیس کی موت ایک شخص کی موت نہیں (بلکہ اس کی موت سے) ایک قوم کی بنیاد منہدم ہو گئی۔

محقق عصر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب

ولادت:......۔

وفات:......١٧/دسمبر٢٠٠٢ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

بسم الله الرحمن الرحيم

محترمی مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ

السلام عليكم ورحمة الله و بركاته

امید کی مزاج بخیر ہوگا

از: ڈیوزبری مرغوب احمد لاجپوری

بحمد اللہ خیریت سے ہوں اور بارگاہ ایزدی میں آنجناب کی خیر و عافیت کا طالب ہوں۔ ''مرغوب الفتاوی'' کی کتابت کا کام ہورہا ہے یا نہیں مطلع فرمائیں۔

غرض تحریر یہ کہ ماہنامہ ''الشریعۃ'' مارچ ۲۰۰۳ء میں محقق عصر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی حیات و خدمات پر خصوصی اشاعت کا فیصلہ پڑھ کر مسرت ہوئی۔ اللہ کرے یہ شمارہ جلد از جلد قیمتی معلومات سے بھرپور ہو کر طباعت کے مراحل طے کر لے۔ اس عریضہ میں ڈاکٹر صاحب کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں مناسب ہو تو عریضہ اس اشاعت میں شائع فرمادیں۔

ڈاکٹر صاحب نے ہم سے بہت قریب پیرس (فرانس) میں اپنی زندگی کے اکثر سال گزارے مگر ملاقات نہ ہوسکی، تمنا بھی تھی۔ ایک مرتبہ فرانس کا سفر بھی ہوا اور پورا ماہ مبارک (رمضان) گذارنے کا موقع ملا، چونکہ راقم جماعت کی نسبت سے گیا تھا، اس لئے پیرس کی کئی مساجد و محلوں میں جانے کا اتفاق ہوا، مگر ڈاکٹر صاحب غالباً اس زمانہ میں امریکہ جا چکے تھے۔

ما كل ما يتمنى المرء لايدركه تجرى الرياه بما لا تشتهى السفن

ڈاکٹر صاحب کا نام نامی کے ساتھ اگر ''مبلغ اعظم'' و ''داعی کبیر'' وغیرہ کے القاب لکھے

جائے تو کیا موزوں نہیں؟ ہمارے زمانہ میں رسمی القاب کے بے مناسب رواج نے کئی شخصیات کے ساتھ ان القاب کا بیجا استعمال اس کثرت سے کیا کہ پڑھ کر بے اختیار زبان ''انتہائی غلو'' اور صحیح معنی میں ''رجما بالغیب'' کے الفاظ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والے خوش نصیبوں کی تعداد ہزاروں ہیں۔اور وہ بھی صرف عوامی طبقہ نہیں خود ان کا بیان حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب نے اپنے ایک بیان میں نقل فرمایا کہ:

پیرس فرانس کے ایک شہر میں جہاں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جو کہ ہمارے حضرت والد صاحب کے یہاں (پاکستان) میں شریک کار بھی رہ چکے تھے پوری دنیا کے مایۂ ناز اسلامی اسکالر تھے، بہت بڑے محقق اور یورپ کی تقریباً ایک درجن زبانوں کے ماہر تھے، اور ابھی حال میں ان کا انتقال ہوا ہے اور ہزاروں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے، ان کا کہنا تھا کہ: فرانس میں اس وقت ایک بڑی تعداد کروڑ پتی اور ارب پتی تاجروں' سیاسی لیڈروں اور ماہرین تعلیمات کی ایسی ہیں جو میرے ہاتھ پر خفیہ طور سے مشرف باسلام ہو چکی ہے، لیکن اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کرتے۔(اصلاحی تقریریں ص۲۷۲ ج ۲)

ڈاکٹر صاحب علمی و تحقیقی دنیا کے شہسوار تھے۔حیدر آباد کے خاندان علم و فضل میں ولادت ہوئی، اسی ماحول میں تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا' اور علم کا وہ شوق لگا کہ ''من المهد الی اللحد'' کا محاورہ ان کی حیات پر صحیح طور پر صادق و موزوں معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب تحقیق و جستجو کے اعلی مقام پر تھے، وسیع المطالعہ تھے، نادر مخطوطات کے متعلق آپ کی معلومات لاثانی تھیں۔

سنن سعید بن منصور کا نایاب نسخہ جسے محدثین و کبار علماء دیکھنے کو ترستے تھے' ڈاکٹر

صاحب نے اپنی جستجو سے ترکی کے ایک کتب خانہ سے دریافت کرلیا، اور مجلس علمی کے بانی وسر پرست مولانا محمد موسیٰ میاں کی وساطت سے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی خدمت میں بھیجا، علامہ کی تحقیق سے مجلس علمی نے اسے شائع کیا۔ حدیث پاک کی یہ اعلیٰ خدمت اور اسے شائع کروا کرامت کے ہاتھوں پہنچانے کا ذریعہ ڈاکٹر صاحب ہی بنے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک مشہور شاگرد حضرت ہمام بن منبہ رحمہ اللہ جو یمن کے امراء میں سے تھے، ایک زمانے تک ان کی خدمت میں رہے، انہوں نے اپنے استاذ کی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جس کا نام حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ''الصحیفة الصحیحة'' ذکر کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اس صحیفہ کو بتمامہا نقل کردیا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ بھی اپنی صحیح میں بہت سے احادیث اس صحیفہ کے واسطے سے لائے ہیں۔ جب وہ اس صحیفہ کی کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:

عن همام بن منبة قال : هذا ما حدثنابه ابو هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر احاديث منها وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

حسن اتفاق سے چندسال پہلے اس صحیفہ کا اصل مخطوطہ دریافت ہوگیا۔ اس کا ایک نسخہ جرمنی میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے، دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ ''مجمع علمی'' میں۔ سیرت و تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کرکے یہ صحیفہ شائع کیا۔ اس میں ایک سو اڑتیس (۱۳۸) احادیث ہیں، جب مسند احمد سے اس کا مقابلہ کیا گیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔

(درس ترمذی ص۴۲ ج۱)

اس علمی جواہر کو معادن سے نکال راہل علم کے ہاتھوں پہنچانے کا سہرا تو آپ کے سر تھا

ہی پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ انہوں نے اس کو ایڈٹ کرتے ہوئے شروع میں تدوین حدیث پر ایک نہایت گراں قدر تحقیقی مقالہ کا اضافہ بھی کردیا۔

ایک طالب علمانہ شکایت کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کی طباعت کے سلسلہ میں تصحیح کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی، بیشتر روایات میں اعرابی غلطیاں پائی جاتی ہیں' اور کہیں کہیں تحریف وتصحیف بھی۔ یہ کراچی کا مطبوعہ نسخہ ہے اور کراچی میں علماء وفضلاء کی کوئی کمی نہیں، اگر پروف ریڈنگ کا پورا اہتمام کیا جاتا تو شاید کسی کو شکایت کا موقع نہ ملتا۔

اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ صحیفہ کے عربی متون احادیث کے ساتھ اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے برادر بزرگ جناب محمد حبیب اللہ صاحب نے فرمایا ہے، اس میں احادیث کے ترجمہ میں فاحش غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اچھا ہوتا ترجمہ پر ڈاکٹر صاحب خود یا کسی اور سے نظر ثانی کروا لیتے تو جگہ جگہ اس طرح کی غلطیاں نہ رہتیں۔ ماہنامہ 'بینات' ربیع الاول وربیع الثانی ١٤٢٢ھ میں علامہ محمد عبداللہ صاحب احمد پور شرقیہ مدظلہ نے اس ترجمہ پر ناقدانہ نظر فرما کر ان کی اغلاط کی نشاندہی فرمائی ہیں اہل ذوق چاہے تو اس کا مطالعہ فرمالیں۔

ڈاکٹر صاحب اپنے علمی وتحقیقی کام میں کس طرح مشغول بلکہ غرق تھے، اس کا اندازہ آپ کے اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو موصوف نے مولانا سمیع الحق صاحب کو اس وقت لکھا تھا جب انہوں نے قومی اسمبلی کے اس تاریخی فیصلہ پر جس میں ١٩٧٤ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے قادیانی کے دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا، اس وقت مشاہیر علماء وزعماء ملک وملت کی خدمت میں ایک سوال نامہ ارسال کیا تھا۔ خط درج ذیل ہے۔ (خط سے راقم یا ناظرین کا متفق ہونا کوئی ضروری نہیں)

محترمی زادمجدکم سلام مسنون السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته

یہاں دوماہ سے ڈاک کی مکمل ہڑتال رہی، اس لئے آپ کا:١٠رنومبر کا خط اب جنوری میں آیا ہے، شکر گذار ہوں۔ مجھے قادیانیت سے اتنی بھی دلچسپی نہ ہوئی کہ اس کے متعلق کوئی مضمون یا کتاب ہی پڑھ لوں، چونکہ دیندارلوگوں نے اس کے خلاف تن، من، دھن سے کام کیا ہے، اس لئے اچھاہی ہوگا، خدا انہیں اجرعظیم دے۔

مگر عالم اسلامی میں دوسرے مسائل بھی ہیں جو اس سے کم اہم نہیں، بلکہ شاید اہم تر ہی ہیں۔ ہتھیار.......کی جگہ مستعملہ اور فرسودہ ہتھیار خریدنے پر ہم کب تک قانع رہیں گے؟ اشتراکیت اور الحاد کے مقابلہ سے کب تک سوتے رہیں گے؟

میں یہاں اپنی حقیر صلاحیت کے مطابق دوسری قسم کے علمی کاموں میں مصروف، بلکہ غرق ہوں، کاش احباب اس میں حارج نہ ہوں۔ آں محترم کا رسالہ آیا کرتا ہے ممنون ہوں۔ (فتاوی حقانیہ ص۴۹۲ ج۱)

۱۷رد سمبر۲۰۰۲ءکوتقریبا:۱۱ر بجے دوپہر ڈاکٹر صاحب کا امریکہ میں انتقال ہوا۔ وفات کے بعد دیکھا تو پیر سیدھے اور دونوں ہاتھ باندھے ہوئے گویا نماز کی حالت میں ہیں۔

ڈاکٹر یوسف ضیا قواچی جو وہاں کے امام اور ڈاکٹر صاحب کے شاگرد تھے' نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جسد خاکی کو فلوریڈا کے قصبے جیکسن وِلے کے چیپل ہل قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت ڈاکٹر صاحب کی عمر:۹۴رسال کی تھی۔

فدائے ملت

ولادت:......٦/ذی قعدہ ١٣٤٦مطابق ٧/اپریل۔

وفات:......٧/محرم الحرام ١٤٢٧ھ مطابق ٦/فروری ٢٠٠٦ء۔

جانشینِ شیخ الاسلام ٔامیرالہند ٔفدائے ملت ٔفخرامت ٔحضرت مولانا سیداسعدمدنی رحمہ اللہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ

مؤرخہ ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء بروز پیر جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ اپنے رب حقیقی سے جا ملے، ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾۔ آپ کی نماز جنازہ بعد نماز فجر دیوبند میں حضرت مولانا طلحہ صاحب کی امامت میں ادا کی گئی۔ بعض حضرات کی اطلاع کے مطابق دولاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اپنے والد گرامی حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے بڑے صاجزادے تھے۔

آپ کے دادا حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادابادی رحمہ اللہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ بڑے ذاکر' شاغل' پاک باز' باخدا انسان تھے۔ مستجاب الدعا ایسے کہ جس نے ستایا اور اس کے لئے بددعا نکلی تو وہ کبھی پنپنے نہیں پایا۔ کشف ان کا بہت قوی تھا۔ ویسے حضرت کے آبائی اسلاف سب کے سب اولیاء اللہ تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارا خاندان اولیاء اللہ اور سچے فقراء باطن کا ہے، جہاں تک میں نے والد مرحوم سے سنا ہے' دادا مرحوم یا ان سے پہلے لوگ اہل باطن اور اہل نسبت تھے، دینا دار اور مال ومتاع و زمین کے کتے نہ تھے''۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۹۸ ج ۴، مکتوب نمبر ۱۰۸)

آپ تقوی وطہارت، علم وعمل، سیاسی بصیرت، ملی وقومی خدمت میں اپنے والد گرامی کے صحیح جانشین اور خلف الصدق تھے۔

آپ کی ولادت: ۶؍ذی قعدہ ۱۳۴۶ مطابق ۷؍اپریل بروز جمعہ دیوبند میں ہوئی۔ حضرت اقدس مدنی رحمہ اللہ نے اپنے اسفار اور کثرت مشاغل کی وجہ سے آپ کی تربیت

حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب (معتمد خصوصی حضرت شیخ الاسلام) کے سپرد کی تھی۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے اس طرح تربیت فرمائی کہ بلا ضرورت گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی، ضروریات کی ہر چیز اور تفریحات کا ہر سامان گھر میں مہیا کیا جاتا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے مہمانوں اور حضرت کے مریدین و معتقدین سے بلا ضرورت ملاقات و گفتگو تک کی اجازت نہ تھی کہ مبادا ان حضرات کی عقیدت و شیفتگی عجب و نخوت یا دوسرے ذمائم کا سبب بن جائے۔

تربیت کا ایک واقعہ

ان حالات میں ایک مرتبہ حضرت کو ایک مغتنم فرصت میسر آ گئی کہ قاری صاحب بیمار ہو کر اپنے وطن تشریف لے گئے اور حضرت والد صاحب کے متعلق یہ علم تھا وہ آج: ١٠ر بجے صبح کی ٹرین سے سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں، چنانچہ آپ چند دوستوں کے ساتھ پکنک کے طرز کی ایک تفریح کے لئے شہر سے باہر چلے گئے اور صبح سے گئے تو شام ٣ر بجے واپس آئے۔ کئی میل کا پیدل سفر تھا، تھک کر چور ہو گئے، مگر طبیعت مطمئن تھی کہ اب کھانے اور کھیلنے کے علاوہ کوئی ذمہ داری نہیں اور کوئی نگران بھی باز پرس کرنے والا نہیں، مگر جوں جوں آبادی کے قریب ہوئے یہ طلسم ٹوٹتا گیا، جو شخص بھی ملتا حیرت سے دیکھتا اور کہتا حضرت (مدنی) نے تمام شہر میں تم لوگوں کی تلاش میں آدمی دوڑائے ہیں، القصہ آپ پہنچے، حضرت باہر مجلس عام میں تشریف فرما تھے، اندر تشریف لائے اور ضرب یضرب کی عملی گردان شروع فرمائی، چار طمانچے مارے اور فرمایا: تو نے یہ سمجھ لیا کہ میں سفر پر رہتا ہوں تو' تو آزاد ہو گیا ہے، جس دن میں قبر میں چلا جاؤں اس دن سمجھنا تو آزاد ہے۔ اکثر اولاد کو ڈانٹتے ہوئے یہ فرماتے:

''گدھے! دوزخ کا کندہ بننا چاہتا ہے، کیا اسی لئے پیدا ہوا تھا؟''

(شیخ الاسلام نمبر ص ۲۳۳، کچھ ترمیم کے ساتھ)

ابتدا سے انتہا تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ حصول تعلیم کے بعد: ۵/سال تک مدینۃ الرسول ﷺ میں قیام فرمایا۔

اس کے بعد: ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس طرح مسلسل بارہ سال متوسط کتابوں کا درس دیا۔

اللہ تعالی کو آپ سے سرزمین ہند پر مختلف النوع خدمات لینی تھی، اس لئے درس و تدریس کا سلسلہ موقوف ہوگیا، اور ملی وقومی خدمات میں زندگی بھر مصروف رہے۔ آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

تدریسی ذمہ داری سے فراغت پر ابتداء جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر منتخب کے گئے، پھر ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے عمومی ناظم کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس دور میں آپ نے جس مجاہدہ ومحنت سے قوم وملت کی جو خدمات کی ہیں اس کی تفصیل بڑی طویل اور قابل رشک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اپنی بے مثال جدو جہد سے جماعت میں ایک نئی جان ڈالدی۔ اور: ۱۹۷۲ء میں جمعیۃ علماء ہند کے بالاتفاق صدر منتخب کئے گئے، اور تاوفات اس عہدۂ عظیم پر فائز رہے۔

جمعیۃ علماء کی ترقی آپ کی توجہات اور اور انتھک محنت کی رہین منت ہے۔ ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۴ء تک مختلف مرحلوں میں مجموعی طور پر: ۱۸/سال تک ایوان اعلی (راجیہ سبھا، پارلمینٹ) کے ممبر بھی بنے۔

۱۹۶۲ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ کے سانحہ

ارتحال سے مظلوموں خصوصا مسلمانوں کے حقوق کے لئے اور فرقہ پرستی' ناانصافی کے خلاف آواز حق بلند کرنے کے سلسلے میں جو خلا پیدا ہوا تھا، اسے حضرت نے بخوبی پر کیا۔ جرأت وہمت' حق گوئی میں علماء دیوبند کے صحیح وارث تھے۔ کسی بھی مقام پر مداہنت کو گوارہ نہ فرما کر بغیر کسی خوف وملامت کے احقاق حق کا جو فریضہ انجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پارلمینٹ میں کی گئیں تقاریر کسی کی نظر سے گذری ہو تو وہ محسوس کرے گا اللہ تعالی نے آپ کو کس درجہ جرأت وہمت عطا فرمائی تھی۔ بطور نمونہ چند اقتباسات ناظرین کی خدمت میں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اڑیسہ بہار کے سیلاب زدگان کی مدد کے لئے آپ نے مرکزی سرکار پر زور ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:

''کسی پارٹی کی گورنمنٹ ہو'اس کا مطلب یہ نہیں کہ غریب لوگ مارے جائیں اور راجہ بیٹھے رہیں، منسٹر بنے ہوئے اپنی کرسیاں سنبھالے رہیں اور انسان کی جانوں کی کوئی قدر نہ ہو'.....ایسی کرپٹ گورنمنٹ ہے جو اپنی کرسی بچانے میں لگی ہوئی ہے، اور اس سے آپ رپورٹ مانگتے ہیں، یہ پارٹی کا سوال نہیں انسانیت کا سوال ہے''۔

(صدائے حق ص۷۶و۷۷)

ایک موقع پر فرقہ پرست عناصر نے الزام لگایا کہ مسلمان کئی کئی شادیاں کرتے ہیں اور اس کے لئے پارلمینٹ میں نکاح بل پیش کیا گیا' تو حضرت نے اس کی مخالفت میں سخت بیان دیا اور فرمایا:

''اگر گورنمنٹ مردم شماری کرے تو شاید مسلمانوں میں ہزار میں سے ایک دو فیملیاں بھی ایسی نہیں نکلیں گی جنہوں نے کئی کئی شادیاں کر رکھی ہوں.....جس چیز کا عام وجود نہیں

اس کے لئے یہ واویلا کیوں؟ اس سے کہیں زیادہ قتل' چوریاں' ریپ اور زنا اور طرح طرح کی برائیاں پائی جاتی ہیں.....عورتیں ہماری بہنیں ہیں' مائیں ہیں' بیٹیاں ہیں' صرف بیویاں نہیں، ہم کو عورتوں کی عزت وآبرو عزیز ہے.....آج سینما اور فحش تصویروں سے طرح طرح کی چیزیں بڑھ رہی ہے، صرف چند روپے کمانے کے لئے کہ سینما کی کمپنی لاکھ پتی ہو جائیں اور گورنمنٹ کو زیادہ ٹیکس ملے' تمام معاشرہ کو عیب دار بنایا جا رہا ہے.....اس واقعہ کے خلاف' میں احتجاج کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس طرح کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟ اس ہاؤس میں اس طرح کی باتیں کرنے کی کیوں اجازت دی جاتی ہے؟ (صدائے حق ص ۱۰۰)

۳ر مارچ ۲۰۰۳ کو بڑی صفائی کے ساتھ فرمایا:

''یاد رکھئے! ایک ظلم سے ہزار ظلم جنم لیتے ہیں اور معاملات خراب ہوتے ہیں۔آج مسلمان انتہائی مصیبت اور پریشانی میں ہیں، ایسے وقت میں اس معاملہ کو نہ دیکھنا اور صحیح رخ اختیار نہ کرنا غداروں کا کام ہے' جھوٹ اور بے ایمانی ہے، اور یہ ملک کے ساتھ کوئی وفاداری ہرگز نہیں ہے۔ وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ ملک کے تمام بسنے والوں کو چین' امن اور سکھ سے رہنے کا موقع دیا جائے، اور ملک کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے''۔

(صدائے حق ص ۲۵۷)

الغرض مسئلہ آسام' شہریت کے مسائل' بابری مسجد' مقابر ومساجد کے تحفظ' فسادات کی روک تھام' ریلوے' امن وقانون کی بحالی' مسلم یونیورسٹی' اس کا اقلیتی کردار' اقلیتیوں' خصوصا مسلمانوں کے آئینی حقوق کا تحفظ' زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی مناسب نمائندگی' یکساں سول کوڈ' مسلم پرسنل لاء' اور وقف جیسے مسائل ومشکلات پر حضرت نے جس جرأت وصفائی سے اپنے نقطۂ نظر وخیالات کو پیش کیا ہے' حتی کہ اپنی پارٹی کے خلاف

بھی جس بیبا کی سے محض انصاف کے تقاضوں کی تکمیل اور امن وقانون کی بالاتری کے لئے آواز حق بلند کی ہے وہ صداقت شعاری، حق گوئی کی روشن مثالیں ہیں۔(حضرت کی ایوان اعلی میں کی گئیں وہ تقاریر ''صدائے حق'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے) ان تقریروں کے مطالعے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ حضرت نے مظلوموں کی حمایت اور حب وطنی کی ایک تاریخ رقم کی ہے، ایسی مثال بہت کم ہے کہ پارٹی کے مفاد سے اوپر اٹھ کر محض انصاف اور سچائی کے حق میں آواز بلند کی گئی ہو، لیکن حضرت نے اس شاندار روایت کی پوری پاسداری کی ہے۔(صدائے حق ص ۷)

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی مناسب ہے کہ حضرت برسوں پارلمینٹ کے ممبر رہے، لیکن انہوں نے حکومت سے ملنے والی تنخواہ کو جمعیۃ کے فنڈ میں یہ کہہ کر جمع کروائیں کہ میں ملت کا نمائندہ ہوں، لہذا یہ رقم ملت کے مفاد میں خرچ ہوگی۔

برطانیہ کے سفر میں راقم نے متعدد مرتبہ آپ کا بیان سنا، پوری قوت اور اعتماد سے بغیر کسی کی پرواہ کئے کہ کوئی میرے بیان میں آوے، نہ آوے، مسجد والے میرا بیان رکھے، نہ رکھے، اپنی بات کھل کر فرماتے۔

مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کو اسلامی اسکول کی ترغیب دیتے اور لوگوں کو متوجہ فرماتے کہ اپنی اسلامی اسکول ہر ہر شہر میں کھولے۔ بہت صاف الفاظ میں فرماتے: اگر ان ممالک میں رہتے ہوئے تمہارے دین کی حفاظت مشکل ہو یا تمہاری اولاد دین سے نکل رہی ہو تو تمہارے لئے ان ممالک میں قیام کرنا حرام ہے اور تم پر ہجرت فرض ہے۔

حضرت کی زندگی کا ایک اہم کارنامہ کل ہند امارت شرعیہ کا قیام بھی ہے۔ جس کے پہلے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور نائب صدر حضرت منتخب کئے گئے۔

۹۲ء میں حضرت محدث اعظمی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد: ۹ رمئی ۹۲ء کے عظیم الشان نمائندہ اجتماع نے آپ کو امیر الہند منتخب کیا۔ اور وفات تک اس عہدہ پر قائم رہے۔

ایک سال قبل حکومت سعودی عرب نے حضرت کو غسل کعبہ کی تقریب سعید میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر مدعو کیا تھا، جس میں حضرت نے شرکت فرمائی، ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

مولانا کے اوصاف وکمالات

مولانا انتہائی دور اندیش تھے۔ آپ کے دل میں قوم کا جو درد تھا' اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حضرت ملت کے مفاد میں ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ انسانی خدمات کے لئے حضرت نے جو روایت پیش کی ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہر موقع پر آپ ملت کے مفاد میں آواز بلند فرماتے۔

آپ میں تین خصوصیات بہت اہم تھیں: پہلی غیر معمولی عبادت، دوسری ضیافت، تیسری حق گوئی وجرأت۔

حضرت کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی سال کے گیارہ مہینے اسفار میں گذار کر رمضان المبارک کا مہینہ اپنے مولی کی یاد کے لئے گویا وقف فرمادیتے۔ رمضان کا اعتکاف ترک کرنا گوارہ نہ تھا۔ پورے رمضان دیوبند میں' پہلے مدنی مسجد میں اور بعد میں دار العلوم کی نو تعمیر شدہ مسجد رشید میں اعتکاف فرماتے' شدید ضرورت کے باوجود کہیں سفر نہ فرماتے۔ آخری سالوں میں معتکفین کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ حضرت خود سحر وافطار کے دوران معتکفین کے پاس جا کر ان کے احوال کی واقفیت رکھتے اور پوری نگرانی فرماتے۔

آپ ہی کی یہ شخصیت تھی کہ ہر تحریک جو ملت کے مفاد میں ہو' انجام کی پرواہ کئے بغیر

چھیڑ دیتے تھے۔آپ کی سیاسی زندگی بالکل بے داغ ہے' اس میں ارباب سیاست کے لئے سبق اور درس عبرت ہے۔آپ نے پارلمینٹ میں قائدانہ رول ادا فرمایا اور ملت کے مفاد کے ہر مسئلہ میں مسلم اراکین پارلمینٹ سے مشورہ کیا کرتے تھے، اگر اس دوران عدم اتفاق کی کوئی صورت پیش آتی تو مولانا اس بات کے لئے مسلسل کوشاں رہتے کہ اتفاق کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تاکہ ملت کے مفاد کو آنچ نہ آئے۔

بدنام زمانہ ''شاہ بانو مقدمے'' سے پیدا ہونے والے حالات میں حضرت نے حکمت عملی سے کام لیا اور مسلم اراکین پارلیمان کی ایک میٹنگ منعقد کی، جس کے متفقہ فیصلے اور مطالبے پر اس وقت کے وزیراعظم راجیو گاندھی کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ پارلیمان میں ایک خصوصی بل پیش کریں، جس کے ذریعے سپریم کورٹ کے فیصلے سے پیدا ہونے والے ''مداخلت فی الدین'' کا تدارک ہو سکے۔

١٩٦٥ء کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار پر بحث کے دوران جب ایک کانگریسی ممبر نے کہا کہ مسلمانوں کو یونیورسٹی کے نام سے ''مسلم'' کا لفظ ہٹا دینا چاہئے' تو مولانا نے پارلیمنٹ میں گرج کر کہا تھا کہ: ''اگر ہندو برادران بنارس ہندو یونیورسٹی سے ''ہندو'' کا لفظ ہٹا دیں تو میں علی گڑھ یونیورسٹی کے ماتھے سے ''مسلم'' کا لفظ کھرچ دوں گا، لیکن پھر آپ کو کانگریس کے آئین سے ''سیکولر'' کا لفظ بھی نکال دینا ہوگا، اس پر پارلیمنٹ ہاؤس میں سناٹا چھا گیا۔

حضرت نے کبھی جذباتی سیاست نہیں کی۔انہوں نے زندگی میں سینکڑوں مظاہرے' جلسے' جلوس اور ریلیاں نکالیں اور تحریکیں چلائیں، لیکن کبھی کسی مسلمان کے ناخن کو بھی خراش نہیں آئی' جبکہ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے احتجاجوں میں بیش قیمت جانیں ضائع

ہوجاتی ہیں۔

مولانا نورعالم خلیل امینی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

’’بہت سے دانا یا نادان ان کی ساری عظمتوں کو ان کے عظیم والد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی غیر معمولی محبت و عقیدت کی دین سمجھتے ہیں‘ جو اللہ پاک نے انہیں ان کی خاکساری‘ اخلاص اور للّٰہیت کی وجہ سے عطا کی تھی، لیکن میرا مطالعہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم کی ملک گیر عظمت ومقبولیت کی وجہ ان کی غیر معمولی فعالیت اورافادیت تھی، ورنہ بہت سے عظیم والدوں کی اولادوں کو (جو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی طرح دینی وعلمی سطحوں پر غیر معمولی تھے) مولانا اسعد مدنی رحمہ اللہکے عشر عشیر بھی عظمت ومقبولیت میسر نہ آسکی، حالانکہ خواہش‘ کوشش اور فکر وعمل کا سرمایہ خرچ کرنے میں کسی نے کوئی کسر نہیں اٹھائی۔ سچ ہے:

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے

حضرت کی ایک اہم خصوصیت ان کی نماز باجماعت اور قیام اللیل کی پابندی تھی، بلکہ نماز کو انتہائی خشوع واطمینان سے ادا کرنے میں وہ ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ ارکان کی ادائیگی اور تمام اجزائے صلوۃ کو پورا کرنے میں درازی‘ سکون اور انہماک‘ میں نے ان کی طرح بہت کم لوگوں میں دیکھا‘ خواہ کتنی عجلت ہو‘ وہ نماز میں رواداری کے قائل اور عامل نہ تھے۔ لوگوں کو کتنی عجلت ہو کوئی‘ بڑا لیڈر آرہا ہو‘ یا انہیں کسی بڑے سے ملنے جانا ہو‘ گاڑی تیار ہو‘ دستر خوان بچھا ہو‘ جلسے کے منتظمین عجلت مچا رہے ہوں، مولانا نماز شروع کرنے کے بعد اس کو انتہائی اطمینان ہی سے ادا کرتے تھے‘‘۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ کے بقول: حضرت کو طلبا کے آرام اور ان کو

زیادہ سے زیادہ راحت پہنچانے کا بے حد خیال رہتا تھا اور وہ ان کے طعام و قیام اور ان میں جائز ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت فکرمند رہتے تھے، چنانچہ مجلس شوری میں طلباء کی سہولت کے خیال سے نقد وظائف میں معقول اضافہ کردیا۔

دارالعلوم دیوبند کے قضیہ نامرضیہ میں بدقسمتی سے علماء دیوبند دو جماعت میں بٹ گئے اور یہ اختلاف اتنا شدت اختیار کر گیا کہ مقدمہ تک نوبت آگئی، ایک دوسرے کے خلاف اشتہار بازی ہوئی۔ اکابر سے زیادہ اصاغر نے حصہ لیا۔ پون صدی تک اختلافات کی خلیج قائم رہی، مگر پچھلے سال حج کے موقع پر حضرت کی شدت علالت کی وجہ سے جب آپ شاہ فہد ہسپتال جدہ میں داخل کئے گئے تو حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کا فون مزاج پرسی کے بہانے سے گیا اور اللہ تعالی نے عداوت کو محبت سے بدلنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت روبہ صحت ہوکر ہندوستان تشریف لائے تو، فوراً حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کی خدمت میں درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا، جس نے اس اختلاف کی آہنی دیوار کو یکدم ڈھادیا۔

حضرت کا گرامی نامہ مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

امید کی مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے خاکسار کی صحت وعافیت اور خیریت پوچھی۔ حج سے فراغت کے بعد طبیعت حد سے زیادہ ناساز ہونے کی وجہ سے کنگ فہد ہسپتال کے آئی سی یو میں داخل ہوگیا، جہاں ڈاکٹروں کی خصوصی توجہ رہی۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی دعاؤں سے طبیعت سنبھل گئی، تین دن ہسپتال میں رہ کر کل ۳۰ /جنوری

۲۰۰۵ء کو بخیر و عافیت مدینہ منورہ سے دہلی واپسی ہوئی۔ الحمد للہ رفتہ رفتہ رو بہ صحت ہو رہا ہوں۔ خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز جماعت کی بنیاد ہیں، ہم تو ان کی خاک کے برابر بھی نہیں، ماضی میں جو اختلافات ہوئے وہ بد نصیبی تھے اور ہیں، اس لئے جو کہا' کیا اور ہوا' اس کو معاف کرنا چاہئے اور آخرت کے لئے نہیں رکھنا چاہئے۔ دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

اسعد مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

اس گرامی نامہ کے جواب میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب نے بھی جوابا جو مکتوب تحریر فرمایا وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ (ترجمان دیوبند مارچ ۲۰۰۵ء میں وہ شائع ہو چکا ہے)

اس چیز کا تذکرہ یہاں کرنے کا مقصود صرف یہ ہے کہ یہ دونوں اکابر تو ایک دوسرے سے مل کر' معافی مانگ کر اپنی آخرت درست کر گئے اور جنہوں نے ان حضرات کے اختلافات پر کسی ایک کی حمایت میں دوسرے کی غیبت یا تحقیر و تذلیل کی انہیں اپنی آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق لینا ہے کہ اکابر کے اختلافات کے سلسلہ میں زبان درازی' ایک دوسرے کی حقارت و غیبت سے بالکلیہ پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' ہر صاحب علم کو ضرور پڑھنی چاہئے۔ اللہ تعالی نے حضرت کے قلم سے اس کتاب میں ایسی باتیں جمع کروادی ہیں جنہیں اگر خالی الذہن ہو کر اصلاح کی نیت سے پڑھا جائے تو زبان

کی برائی، اہل علم کی توہین اور اکابر کی دل میں کدورت سے ضرور حفاظت ہو جائے گی۔

مولانا عزیز احمد اعظمی آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''صاحبزادہ عزیزم اسعد سلمہ نے دارالعلوم دیوبند سے فرغت حاصل کی اور آج کل دارالعلوم ہی میں مدرس ہیں۔ موصوف بہت اچھے مقرر، نیک صالح ہیں، مہمان نوازی، تواضع وانکسار اور اخلاق و ایثار میں اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں۔ موصوف اپنے والد سے بیعت ہیں اور اشغال باطنی میں حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے زیر سرپرستی پوری جدو جہد کی۔ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ نے اور حضرت شیخ کے دیگر خلفاء نے صاحبزادہ اسعد سلمہ کو بیعت کی اجازت دی ہے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۳۹)

راقم کا بیعت کا تعلق حضرت ہی تھا۔ غالباً: ۱۹۸۶ء میں جب حضرت برطانیہ تشریف لائے تو ٹنی ٹن (برطانیہ کی ایک بستی کا نام ہے، اس زمانہ میں میرا قیام وہی تھا) میں، میں نے بعد نماز عشاء بیعت کی درخواست کی، اول تو اپنے مخصوص انداز میں پوچھا: کون ہے؟ حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کا پوتا ہونے کی نسبت معلوم کر کے فرمایا صبح بعد فجر ملنا۔ نماز فجر سے فراغت پر خود یاد فرما کر تنہائی میں بیعت فرمایا۔ صبح وشام کی تسبیحات کے ساتھ ذکر جہری کی اجازت بھی مرحمت فرمائی، اور حضرت مولانا حسن صاحب مدظلہ (خلیفۂ مجاز حضرت) سے فرمایا کہ: اس کو ذکر جہری سکھا دیں۔ تین دن کے بعد دردسر کی وجہ سے ذکر جہری موقوف کروادیا۔ صرف تسبیحات صبح وشام پر پابندی کی ترغیب دی۔ افسوس اس طویل عرصہ میں حضرت سے سوائے رسمی بیعت کے کچھ حاصل نہ کر سکا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی سوانح میں ایک ملفوظ نظر سے

گذرا، جس میں حضرت رحمہ اللہ کے متعلق دعا کا تذکرہ ہے، تو خیال آیا کہ اسے بھی یہاں نقل کردوں:

''ہندوستان کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے، بڑے ہنگامے ہو رہے ہیں، ہمارے مولوی اسعد نے سنا ایک الٹی میٹم بھی دیا ہے ان کو کہ فلانے وقت اگر بند نہ ہوئے تو میں سول نافرمانی شروع کروں گا، وہ وہی وقت ہوگا جو میرے وہاں جانے کا ہوگا، دیکھئے! کیا کروں۔

بھئی! بہت دعا کی جیو، اللہ تعالیٰ مولوی اسعد کی بہت ہی مدد کرے، بے چارہ تن تنہا ہے وہ اور لڑ پڑا۔ اس کا خط مدینہ آیا تھا، اس میں لکھا تھا میں نے یہ اعلان کیا ہے، دعا کیجئے بھی اور کرائیے بھی۔ وہاں بھی دوستوں سے کہتا رہا، تم حضرات سے بھی عرض کروں گا، بھئی! مولوی اسعد کے واسطے بہت ہی اہتمام سے دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ بہت ہی کامیابی عطا فرماوے۔ (حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفائے کرام ص ۳۷۰ ج ۱)

علامہ احمد پوری

حضرت علامہ مولانا عبداللہ صاحب احمد پوری رحمہ اللہ

ولادت:......١٩٢٩ء۔

وفات:......٢٤/ذی قعدہ ١٤٢٧ھ مطابق ١٦/دسمبر ٢٠٠٦ء، بروز ہفتہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت علامہ مولانا عبداللہ صاحب احمد پوری رحمہ اللہ

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی مایہ ناز اور مشہور تصنیف ''زاد المعاد'' کا ایک ترجمہ جناب رئیس احمد جعفری صاحب کا کیا ہوا ہے۔ ماہنامہ ''بینات'' کراچی محرم الحرام ۱۴۲۲ھ میں ایک مضمون ''زاد المعاد کے اردو ترجمہ کا سرسری جائزہ'' کے عنوان سے نظر سے گذرا، مضمون نگار کی حیثیت سے اوپر نام اس طرح لکھا گیا تھا: ''علامہ مولانا محمد عبداللہ، احمد پور شرقیہ''۔ راقم نے اسے پڑھا تو مصنف سے عقیدت ہوئی، اس طرح حضرت مرحوم سے پہلا غائبانہ تعارف ہوا۔ اس مضمون کے بعد موصوف کا اور ایک مضمون ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ میں نظر سے گذرا جس کا عنوان تھا: ''صحیفۂ ہمام ابن منبہ'' مختصر تعارف اور اس کے ترجمہ پر ناقدانہ نظر''۔ اس کے مطالعہ کے بعد آپ کی علمی شخصیت کا سکہ دل میں جم گیا۔ حضرت مولانا نے ان دونوں مضمونوں میں مترجم کی جن غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، اور ان پر تحقیقی نظر ڈالی ہے، وہ قابل مطالعہ ہے۔

ادھر کچھ عرصہ سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے خطبات جو'' خطبات بہاولپور'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، اس کے مطالعہ کا شوق تھا، اچانک کسی صاحب کی طرف سے وہ کتاب ملی تو پڑھ کر محسوس ہوا کہ خطبات میں کئی باتیں مجھ جیسے طالب علم کے لئے قابل اشکال ہیں۔ کئی جگہ تو مجھے محسوس ہوا کہ ڈاکٹر صاحب جیسے محقق نے اس طرح کی باتیں کیسے لکھ دیں یا بیان کر دیں؟

میں کئی مرتبہ ان خطبات کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ کسی اہل علم کی خدمت میں اپنے اشکالات پیش کروں اور ان سے اپنے شبہات کی تشفی چاہوں کہ اچانک حضرت مولانا عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب '' خطبات بھاولپور کا علمی جائزہ'' نظر سے گذری۔ راقم نے

اس کا مطالعہ کیا اور موصوف کی خدمت میں عریضہ لکھا، ادھر سے جواب آیا تو دوسرا عریضہ بھی لکھ دیا' اس کا جواب آیا تو تیسرا عریضہ بھی لکھا۔ اس طرح حضرت سے غائبانہ تعارف بڑھتا گیا۔ ابھی اور کئی باتیں ان کی خدمت میں لکھنے کا خیال تھا کہ ماہنامہ ''بینات'' سے حضرت کی خبر وفات کی اطلاع ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اس مضمون کے آخر میں راقم کے عریضے اور حضرت کے جوابات نقل کروں گا۔

علامہ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی ولادت ۱۹۲۹ء میں بٹوانی (ضلع رحیم یار خان کی ایک بستی کا نام ہے) میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا نور محمد صاحب' حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے ''مشکوۃ شریف'' تک کے رفیق درس تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا منظور احمد نعمانی شیخ الحدیث مدرسہ انوریہ' حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوری' حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی' حضرت مولانا فاروق سہارنپوری' حضرت مولانا عبدالہادی صاحب' حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری' اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمھم اللہ تعالی اجمعین بطور خاص قابل ذکر ہے۔

غالبا ۴۲/۱۹۴۳ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور سے تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا اور ہوتے ہوتے صدر مدرس مقرر ہوئے۔

حضرت کو علماء دیوبند سے گہری عقیدت ومحبت تھی۔ فرماتے تھے کہ: ان حضرات کی محبت کو وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں۔ اکابر دیوبند کے تذکرے اس قدر والہانہ انداز اور عشق ومحبت کے ساتھ آبدیدہ ہوکر فرماتے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی ان اکابر کا گرویدہ اور عاشق زار بن جاتا۔

نام ونمود اور شہرت سے کوسوں دور تھے۔ بڑے ہی لطیف المزاج تھے۔ رسوم سے حد

درجہ مجتنب رہتے تھے۔آپ کی ایک خاص خوبی یہ تھی کہ دوسروں کو زحمت سے بچانے کا مکمل اہتمام فرماتے۔علم کی پختگی اور مطالعہ میں وسعت تھی۔

باطل عقائد کی تردید میں بلا کسی خوف ولولۃ لائم کئی کتابیں تصنیف فرمائی۔مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے جواب میں ''صحابۂ کرام اوران پر تنقید'' لکھی اور خوب لکھی۔لاہور کے مردم خیز شہر سے ایک فتنہ اٹھا...... جاوید احمد الغامدی...... اس کی تصنیف ''میزان'' میں حضرت ماعز اسلمی اور حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہما کو دل کھول کر گالیاں دی گئی تھیں۔موصوف نے اس کا بھی کامیاب تعاقب کیا۔مرزائیت کی تردید میں ''اسلام اورمرزائیت'' اور ''لہ دعوۃ الحق'' وغیرہ کتابیں لکھیں۔ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''احقر خود بھی امراض مزمنہ کا شکار ہے،صحت روز بروز پست ہوتی جارہی ہے،تاہم تحریف الغالین،انتحال المبطلین اورتاویل الجاہلین کی جب کوئی صورت سامنے آتی ہے تو دینی حمیت کچھ کرنے پر مجبور کرتی ہے''۔

اپنی تصانیف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''کبھی کبھار سفید ورق سیاہ کرکے بازار میں لے آتا ہوں......رائلٹی کی غرض سے نہیں،محض دینی خدمت کے جذبہ سے''۔

افسوس کہ اسلاف کی یہ یادگار اور علماء دیوبند کی روایات کے امین ۲۴/ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۶/دسمبر ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ اس فانی دنیا سے رحلت فرماگئے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اوران کی جملہ خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے،آمین۔

راقم کے عریضے اور حضرت مولانا کے جوابات

''خطبات بہاولپور'' چونکہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدظلہ کی سعی اور ان کے قیمتی پیش لفظ سے شائع ہوئی ہے،اس لئے راقم نے ایک عریضہ ان کی خدمت

میں بھی لکھا تھا‘اس کو بھی یہاں نقل کرنا مناسب لگا۔مرغوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب جلال پوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں الحمدللہ آنجناب کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر وعافیت کا طالب ہوں۔

بعد سلام مسنون! عرض اینکہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کا رسالہ ”خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ“ ایک صاحب سے عاریۃً لیا اور مطالعہ کیا، ماشاء اللہ حضرت نے اپنے تحقیقی انداز میں لکھا اور خوب لکھا۔ حضرت نے آٹھ فروگزاشتوں کے بارے میں تعاقب فرمایا، میری کوتاہ نظر سے اور بھی چند جگہیں ایسی ہیں جن پر بھی کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر میں نے حضرت مولانا مدظلہ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا ہے، چونکہ میرے پاس حضرت کا پتہ نہیں، اس لئے آپ کو یہ زحمت دے رہا ہوں کہ میرا عریضہ حضرت تک پہنچا دیں۔ آپ اسے پڑھ بھی سکتے ہیں، بلکہ پڑھ لیں تو اچھا ہے۔ اور اگر جواب موصول ہو تو وہ بھی ارسال فرمادیں۔

آنجناب کا قیمتی پیش لفظ بھی پڑھا، اگر آپ اس میں کسی جگہ حضرت شہید مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ:

ج:......آپ کا موقف صحیح ہے، قرآن کریم کے الفاظ اور معنی حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ہیں، اور حدیث قدسی کا مضمون تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لیکن اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں ادا فرمایا ہے، قرآن مجید میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی، اس لئے

کہ احادیث قدسیہ حضور اقدس ﷺ نے قرآن میں شامل نہیں فرمائیں، غلط بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب بے چارے جو کچھ ذہن میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، انہوں نے کسی استاذ سے یہ علوم حاصل نہیں کئے، اور ان ''خطبات بہاولپور'' میں بہت سی غلطیاں ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۷ ج ۱۰)

کسی مناسب موقع سے تحریر فرمادیتے تو بہت اچھا ہوتا، پتہ نہیں آپ کی نظر سے یہ فتوی اس مناسب وقت میں کیوں اوجھل ہوگیا؟

مجموعہ کے آخر میں حضرت مولانا صاحب مدظلہ کے دو علمی و تحقیقی مقالے ''زاد المعاد کے ترجمہ کا سرسری جائزہ'' اور ''صحیفۂ ہمام بن منبہ کے ترجمہ پر ناقدانہ نظر'' شامل فرمادیئے گئے ہیں' یہ بہت اچھا ہوا کہ اس کا افادہ عام ہوگیا۔

حج کے متعلق چند سوالات پر مشتمل ایک استفتاء کئی ماہ ہوئے ارسال کیا تھا، ابھی تک جواب سے محروم ہوں، امید کہ اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت فارغ فرما کر جواب مرحمت فرمائیں گے، اگر وقت کی قربانی ممکن ہی نہ ہوتو دارالافتاء سے جواب لکھوا کر ارسال فرمادیں۔ فقط والسلام

طالب دعا

مرغوب احمد لاجپوری

۱۳/ جمادی الاولی ۱۴۲٦ھ مطابق ۲۰/ جون ۲۰۰۵ء

بروز پیر

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آنجناب کی دعا سے خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر وعافیت کا طالب ہوں۔

غرض تحریر اینکہ آنجناب کا رسالہ ’’خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ‘‘ ایک صاحب سے عاریۃً لیا اور مطالعہ کیا، الحمدللہ حضرت نے اپنے مخصوص علمی وتحقیقی انداز میں واقعی علمی جائزہ لیا ہے، اور ڈاکٹر صاحب کے ان اقوال کا ‘ جو اسلاف کے مسلک حق سے میل نہیں کھاتے خوب اور بہترین رد فرمایا، جزاکم اللہ۔

حضرت والا کی خدمت میں یہ درخواست ہے کہ آپ نے صرف آٹھ مواضع پر تنقید فرمائی جبکہ ’’خطبات بہاولپور‘‘ میں اور بھی ایسی جگہیں راقم کی کوتاہ نظر سے گذری ہیں جن پر تعاقب کی ضرورت ہے، چونکہ آپ نے یہ کام انجام دے ہی دیا ہے، اس لئے مزید تکلیف فرما کر بقیہ مواضع پر بھی ڈاکٹر صاحب کے ایسے اقوال کا تعاقب فرما کر اس کام کو مکمل فرمالیں تو بہت بہتر۔ جو جگہیں میری نظر سے گذری ہیں ان کی نشاندہی کر دیتا ہوں:

(١):......ڈاکٹر صاحب پہلے خطبہ کے اخیری سوال کے جواب میں (ص ٣٤ / پر) فرماتے ہیں:

’’کوئی: ٦٥ / سال پہلے کا واقعہ ہے یا اس سے بھی زیادہ: ٦٧ سال پہلے کا۔ میں پرائمری اسکول میں تھا۔ ایک دن ہمارے ہیڈ ماسٹر کلاس میں آئے اور معلوم نہیں کس بنا پر ہر ایک سے پوچھنے لگے: تمہارا نام کیا ہے؟ طلباء میں ہندو بھی تھے اور کچھ مسلمان بھی تھے۔ مسلمانوں سے پوچھا کس فرقے سے ہو؟ ان میں شیعہ بھی تھے اور سنی بھی تھے۔ اس وقت

انہوں نے ایک جملہ کہا جو آج تک میرے دل پر نقش ہے، میں اسے بھول نہیں سکا۔ انہوں نے کہا بچو! اس پر کبھی نہ جھگڑنا، شیعہ اور سنی بھائی بھائی ہیں، دونوں مسلمان ہیں'' الخ۔

کیا ماسٹر صاحب کا تجزیہ جو ڈاکٹر صاحب کے دل پر نقش ہوگیا اور زندگی بھر نقش رہا، صحیح ہے؟ اور اپنے اسلاف کے نظریہ سے میل کھاتا ہے۔ امید کہ جناب والا اس پر اپنی تحقیق انیق سے امت کو محروم نہیں رکھیں گے۔

(٢):......ڈاکٹر صاحب خطبہ دوم میں ایک سوال کے جواب میں جس میں آپ سے پوچھا گیا کہ: ''حدیث قدسی چونکہ خدائے پاک کے الفاظ ہیں تو حدیث قدسی کو قرآن پاک میں کیوں نہیں شامل کیا گیا؟ وضاحت فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

جواب:......رسول اللہ ﷺ نے مناسب نہیں سمجھا، یہی اصل جواب ہے، کیونکہ ضرورت نہیں تھی کہ قرآن کو ایک لامحدود کتاب بنایا جائے، بہتر یہی تھا کہ قرآن مجید مختصر ہو، ساری ضرورت کی چیزیں اس کے اندر ہوں اور وقتاً فوقتاً اس پر زور دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ اور چیزیں بیان کریں جو حدیث میں بھی آئی ہیں اور حدیث قدسی میں بھی، اس سے ہم استفادہ کرسکتے ہیں، لیکن اس کو قرآن میں شامل کرنے کی ضرورت رسول اللہ ﷺ نے محسوس نہیں فرمائی، حدیث قدسی کی جو کتابیں ہیں ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قرآن پر اضافی سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ قرآن ہی کی بعض باتوں کو دوسرے الفاظ میں زور دے کر بیان کیا گیا ہے۔ (ص٦٦)

ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا بالکل غلط ہے۔ آپ ﷺ کے اختیار میں یہ نہیں تھا کہ ان چیزوں کو قرآن میں شامل فرمادیں اور بعض کو چھوڑ دیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی سے ایک صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے

اس نظریہ کے متعلق سوال کیا تھا اور لکھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ نظریہ میرے بنیادی عقیدے سے متصادم معلوم ہوتا ہے۔اس پر حضرت شہید نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

ج:......آپ کا موقف صحیح ہے، قرآن کریم کے الفاظ اور معنی حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ہیں، اور حدیث قدسی کا مضمون تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لیکن اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں ادا فرمایا ہے، قرآن مجید میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ احادیث قدسیہ حضور اقدس ﷺ نے قرآن میں شامل نہیں فرمائیں، غلط بات ہے۔ ڈاکٹر صاحب بے چارے جو کچھ ذہن میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، انہوں نے کسی استاذ سے یہ علوم حاصل نہیں کئے اور ان ''خطبات بہاولپور'' میں بہت سے غلطیاں ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۷ ج ۱۰)

پتہ نہیں آنجناب کی گہری نظر سے یہ بنیادی عقیدہ کی سنگین غلطی کیوں اوجھل ہوگئی؟ آئندہ اس پر امید ہے کہ تفصیل سے کلام فرمائیں گے۔

حضرت لدھیانوی شہید کے فتوی کا یہ اقتباس اور'' خطبات بہاولپور'' کے متعلق حضرت کا نظریہ آپ کی کتاب میں کہیں آجاتا تو بہتر ہوتا۔اور تعجب ہے مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدظلہ جو فتاوی کے مرتب ہے اور ان کی نظر سے حضرت کے تقریبا تمام ہی فتاوی گذریں ہوں گے، انہوں نے بھی حضرت کا یہ اقتباس اپنے قیمتی پیش لفظ میں نقل نہیں فرمایا۔

(۳):...... ڈاکٹر صاحب خطبہ چہارم (ص ۱۰۷ ر پر) میں فرماتے ہیں کہ:

ایک اور چیز جس کا مجھے ذکر کرنا ہے وہ یہ کہ انہوں نے (یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے) علم کا ذوق بھی اپنے شاگردوں میں پیدا کیا۔اس ذوق کا مطلب یہ نہیں کہ مولوی نے جو

بتایا' اسے طوطا مینا کی طرح حفظ کریں اور حسب ضرورت دھرالیا کریں، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تصورِ تعلیم نہیں تھا.......یہ سب اس تربیت کا نتیجہ ہے جو امام صاحب اپنے شاگردوں کو دیتے رہے کہ اندھی تقلید نہ کرنا، خود سوچنا، آزادی رائے رکھنا اور حق کے سوا کسی اور چیز کو قبول نہ کرنا۔

ڈاکٹر صاحب کو پتہ نہیں ''مولوی'' کے لفظ سے کیا وحشت ہوگئی کہ انہوں نے خوامخوہ اس جگہ مولوی پر تنقید کو ضروری سمجھا۔ یہ اندھی تقلید نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب جیسے وسیع المطالعہ اور محقق شخص بھی ایک خطبات میں دسیوں جگہ بڑی بڑی غلطیاں کرگذریں۔

(۴):......ڈاکٹر صاحب اسی خطبہ چہارم میں شراب کی حرمت پر نبی کریم ﷺ کے منادی کروانے کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ایک صفحہ میں دو جگہوں پر آپ ﷺ کے قاصد کے بارے میں (ص ۱۱۱ر پر) کہتے ہیں کہ:

''ایک دن مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کا مقرر کردہ ایک شخص ڈھنڈورا پیٹتا ہوا نکلتا ہے، اور چلا چلا کر کہتا ہے کہ اے مسلمانو! شراب کی ممانعت کا حکم نازل ہوا ہے'' الخ۔

ایک جگہ تو آپ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سارے شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا'' الخ۔ (۱۴۶)

مجھے انتہائی تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو آپ ﷺ اور صحابی رسول کے بارے میں کوئی دوسرا ادبی جملہ نہ ملا۔ اس کے متعلق بھی کچھ ارشاد فردیں۔

(۵):......ڈاکٹر صاحب نے ایک جگہ اللہ تعالیٰ کو کمہار سے تشبیہ دی۔ لکھتے ہیں کہ:

''ہمارا تصور یہ ہے کہ اللہ ایک کمہار کی طرح مٹی کو لیتا ہے اور اس کی مورت بناتا ہے، اس کے اندر روح پھونکتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بن جاتے ہیں'' الخ۔ (ص۱۴۶)

کسی مسلمان سے حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں اس طرح کا لفظ استعمال کرنا پتہ نہیں ڈاکٹر صاحب کے نزدیک بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟

یہ چند باتیں دوران مطالعہ سامنے آئیں تو مناسب لگا کہ آپ کی خدمت میں پیش کردوں اور دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان امور کے متعلق بھی اپنی تحقیق تحریر فرما کر بطور ضمیمہ آئندہ اشاعت میں شامل فرمالیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وقوت عطا فرمائے اور بعافیت تادیر سلامت رکھیں، آمین۔

آخر میں ایک بات عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں امید کے درگذر فرمائیں گے۔

آنجناب نے ص ۱۸؍ پر تحریر فرمایا:

''ملاحظہ فرمایا آپ نے کس طرح پیشہ ور مناظروں کی طرح ڈاکٹر صاحب نے 'ہوگا'' اور ''ہوں گے'' کو ''تھا''، ''تھی'' میں تبدیل کردیا۔ ایک محقق آدمی، اصحاب الجدل کی روش کیوں اختیار کرتا ہے؟''۔

مجھے آنجناب کی سنجیدہ تحریر اور بزرگانہ شخصیت کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کے متعلق ''پیشہ ور مناظروں'' کے الفاظ پسند نہیں آئے۔ کیا مجھے یہ کہنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ آنجناب جیسے ایک ''محقق آدمی'' نے ''اصحاب الجدل'' کی روش کیوں اختیار فرمالی؟

آنجناب کے مضامین ماہنامہ ''بینات'' میں جب بھی شائع ہوتے ہیں شوق سے مطالعہ کرتا ہوں۔ بہت اچھا ہوا کہ ''زاد المعاد کے ترجمہ کا سرسری جائزہ'' اور ''صحیفۂ ہمام بن منبہ کے ترجمہ پر ناقدانہ نظر'' دونوں مضامین کتاب کے آخر میں شامل فرمادیئے۔

آنجناب کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ خط حضرت مولانا سعید احمد صاحب کی معرفت ارسال کررہا ہوں فقط، والسلام طالب دعا۔ مرغوب احمد لاجپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بجناب مستطاب مکرم ومحترم جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری زیدت مکارمکم

وعلیکم السلام و رحمہ اللہ وبرکاتہ

اینجا خیر آنجا باد!

جناب کا عنایت نامہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب دام فیضہ (جلال پوری) سے ہوتا ہوا (رجسٹرڈ) موصول ہوا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میری اوٹ پٹانگ تحریروں کی بیرون ملک بھی اہل علم میں پذیرائی ہوئی۔ راقم کی ایک اور کتاب (کاروان جنت'' جوان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر لکھی گئی ہے' جنہیں دربار رسالت ﷺ سے خصوصیت کے ساتھ جنتی ہونے کی بشارت ملی) دیوبند کے کتب خانہ اعزازیہ سے بھی شائع ہوئی۔ ایک اور کتاب جو مولانا مودودی کی ''خلافت وملوکیت'' کے جواب میں لکھی گئی تھی' کافی تعداد میں انگلستان تک گئی ہے۔ بہرحال ''علمی جائزہ'' کے سلسلہ میں تحسین اور ہمت افزائی پر صمیم قلب سے آپ کا شکر گذار ہوں۔ ارشاد فرمائیں گے تو چند دوسری مصنفات بھی ارسال کردوں گا، اس کا طریق کار آپ تحریر فرماویں گے۔

جناب محترم! یہ کتابچہ میں نے کم وبیش پندرہ سال پیشتر' جب کہ میں سابق ریاست بھاولپور میں ایک تعلیمی ادارہ کے سربراہ کی حیثیت سے سرکاری ملازمت کے فرائض انجام دے رہا تھا' لکھا تھا (بھاولپور کے حدود میں کئی ایک اسلامی روایات قائم تھیں' جن میں سے ایک اہم روایت' چھوٹے بڑے دینی مدارس کا سرکاری تحویل میں چلنا تھا، بعد میں تدریجا یہ روایات ختم ہوتی چلی گئیں) ادھر میں ایک عرصہ سے ہائی بلڈ پریشر اور شوگر وغیرہ موذی امراض کا شکار ہوں اور اب جسمانی ضعف واضمحلال کے ساتھ اعصابی کمزوری بہت زیادہ

بڑھی ہوئی ہے۔ میری عمر‘ قمری حساب سے اٹھتر (۷۸) برس سے اوپر ہے، مسلسل گولیوں اور ڈاکٹری علاج پر وقت گذار رہا ہوں۔ پنج گانہ نماز میں صرف فرض کھڑا ہو کر پڑھ لیتا ہوں، باقی بیٹھ کر۔ عمر کا بیشتر حصہ شہری زندگی میں گذارنے کے بعد حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کے الفاظ میں: ’’ایک دور افتادہ دیہات میں‘‘ کہفی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ احباب سے حسن خاتمہ کی مخلصانہ دعاؤں کے لئے درخواست گذار رہتا ہوں اور یہی استدعا آنجناب سے بھی ہے۔

’’علمی جائزہ‘‘ کے سلسلہ میں جن امور کی آپ نے نشاندہی کی ہے‘ واقعی وہ توجہ طلب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کو نہ تو ایک محدث کا مقام دے سکتا ہوں‘ نہ ایک فقیہ کا، وہ ایک دین دار اور علم دوست مؤرخ تو بے شک تھے، مگر اس طرح کے اہل علم وفضل بعض اوقات اپنی حیثیت سے بڑھ کر دین کی ہر بات میں رائے زنی شروع کر دیتے ہیں‘ جس کا انہیں حق نہیں پہنچتا، نتیجتاً وہ خود بھی علمی لغزشوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں‘ دوسروں کو بھی غلط راہ پر ڈال دیتے ہیں۔

استاذ المؤرخین علامہ شبلی نعمانی یقیناً بلند وبالا مقام رکھتے تھے، اور ان کی تصنیف ’’سیرۃ النبی ﷺ‘‘ ان کا ایک زندۂ جاوید کارنامہ ہے، مگر کئی جگہ انہوں نے ٹھوکریں کھائیں۔ علامہ مرحوم جہاں مولانا فاروق احمد چڑیا کوٹی جیسے جلیل القدر فاضل کے تلمیذ رشید تھے‘ وہاں وہ پروفیسر آرنلڈ (ایک انگریز مستشرق) کے استاذ اور شاگرد بھی تھے، اس سے وابستگی کیونکر ان پر اثر انداز نہ ہوتی؟ چنانچہ حضرت علامہ سے کئی علمی لغزشیں ہوئیں، مثلاً:

(ا)...... وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ’’ذبح ولد‘‘ کے رؤیا کی تعبیر میں خطأ اجتہادی صادر ہوئی۔ امت مسلمہ میں اور کسی عالم نے یہ بات نہیں کہی‘ اور قرآنی شواہد اور

قرائن کے بھی برخلاف ہے۔

(۲)...... جہاد اسلامی (قتال) کو وہ محض مدافعانہ قرار دیتے ہیں' جارحانہ حملہ کو وہ اسلام کے مزاج کے منافی قرار دیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے سیرۃ کے موضوع پر اپنی تصنیف میں جگہ جگہ ان پر مواخذہ فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ بلاشبہ علم وعمل کے ایک کوہ گراں تھے، لیکن اسی کتاب کی جلد سوم' جو معجزات کے موضوع پر ہے' میں ان کی کئی ایک فروگذاشتوں کی طرف حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب نے ''ترجمان السنۃ'' (ج ۴) میں توجہ دلائی ہے۔

حضرت مولانا ندوی ہی نے ''سیرۃ النبی ﷺ'' ج ۴ رمیں جہنم کو کفار کے حق میں بھی دائمی اور ابدی تسلیم نہیں کیا۔ اس پر انہوں نے کئی صفحات بھر دیئے، حالانکہ وہ جہمیہ کا نظریہ ہے' جو زمانۂ قدیم میں ایک فرقۂ ضالہ گذرا ہے۔ علماء اسلام میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

یہی روش جناب ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی ہے۔ جن باتوں کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے، ان کے علاوہ بھی کئی غلط باتیں موج میں آکر انہوں نے فرمادیں اور میں ان کی روح سے معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ انہیں کہیں کہیں بڑی ''ملمع سازی'' سے کام لینا پڑا۔ میں یہ لفظ استعمال کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں، کیونکہ اللہ کا دین ایک فرد سے زیادہ احترام اور خیر خواہی کا مستحق ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو، فرمایا:

''جس چیز کے متعلق قرآن وحدیث میں صراحت نہیں ہے' اور ایک ایسا مسئلہ پیدا ہوا ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے تو اس کے لئے ہم اجتہاد کے ذریعہ سے اسلامی نقطۂ نظر معلوم کرنے کی کوشش انفرادی طور پر بھی کریں گے اور باہمی مشاورت سے بھی، سب لوگ

متفق ہوتے ہیں تو فبہا' ورنہ ہماری حکومت کو جو رائے پارلیمنٹ کے ارکان میں سے کثرت رائے کی بنیاد پر مناسب معلوم ہوگی' اس پر عمل کرایا جائے گا''۔

(خطبہ ۴ / سوال' جواب ا / خطبات بھاولپور)

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ہاتھ زمانہ کی نبض پر تھا یا نہیں؟ اگر وہ ہوا کا رخ دیکھ کر نتائج کا اندازہ لگا سکتے تھے تو ان کی یہ لچک ناقابل فہم ہے کہ وہ اللہ کے دین کو سیاست کی بھینٹ چڑھانا چاہتے تھے، یہ تو ''دادن تیغ است در دست راہزن'' والی پالیسی ہوئی۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم تو سیاست کو دین کے تابع کرنے کے قائل تھے، اور اسلامیات کے ایک اسکالر اس کے برعکس دین کو سیاست کے ماتحت بنانے کے درپے ہوں، بڑی حیرت کی بات ہے۔ اور اگر ان کی نگاہ' بعد میں رونما ہونے والے عواقب اور نتائج تک نہیں پہنچ سکتی تھی' تو پھر ان کی سادہ لوحی کا ماتم کرنا پڑے گا، اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

دوسری مثال:......ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمان بھی بڑا عجیب وغریب ہے کہ آپ چوتھے خطبہ میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''فقہ حنفی میں امام ابوحنیفہ کی رائے پر شاید پندرہ فی صد عمل کیا جاتا ہو' اور باقی پچاس فی صد مسئلوں پر صاحبین کی رائے پر فتوی دیا جاتا ہے''۔

کاش جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کو امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی صحبت سے استفادہ میسر آتا تو انہیں اپنی رائے کا غلط ہونا معلوم ہو جاتا۔ اگر وہ اسی مقام پر ''مجتہد مطلق'' اور مجتہد منتسب'' کی وضاحت بھی فرما دیتے تو بہتر ہوتا۔

تیسری مثال:......آپ نے اپنے گرامی نامہ میں نمبر ایک پر جو بات درج فرمائی ہے کہ

جناب ڈاکٹر صاحب نے ظاہر کیا کہ اہل تشیع کے بارے میں باہمی اختلاف اس نوعیت کا ہے جس طرح فقہاء اربعہ کے پیروکاروں میں ہے، حالانکہ فقہی لحاظ سے جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ صرف فروعی مسائل کی حد تک ہے جو علمی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ روافض کا اہل السنّت سے اختلاف بنیادی عقائد اور نظریات میں ہے۔ کوئی شخص اس اختلاف کی نوعیت معلوم کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید کا ''مقبول ترجمہ'' مع حاشیہ وضمیمہ دیکھ لے۔ بخدا ایک مسلمان بجز اس کے کہ دل پر پتھر باندھ لے، اسے پڑھ نہیں سکتا۔ میرا یہ عریضہ غیر معمولی حد تک طویل ہو جائے گا، ورنہ تو میں اس کی ایک دو مثالیں بھی پیش کر دیتا۔

جناب محترم! ''خطبات بھاولپور'' کی ان کے علاوہ اور بھی کئی غلطیاں میرے نظر تھیں، مگر میں نے قصداً ان کو نہیں چھیڑا تھا، اس لئے کہ ؎

کب تک کوئی الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے
کچھ اور بھی ہیں کام ہمیں غم جاناں کے علاوہ

پھر میں تن تنہا کام کرنے والا، نہ کوئی رفیق، نہ کوئی معاون۔ اور اب تو حال یہ ہے کہ نہ جسم میں کوئی طاقت ہے، نہ دماغ میں سکت، الماری سے کتاب نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آخر میں آپ کے عنایت نامہ پر پھر شکر گذار ہوں اور اپنے خاتمہ بالخیر کے لئے پُر زور استدعا کرتا ہوں، امید کرتا ہوں کہ آپ دعوات صالحہ سے محروم نہیں رکھیں گے ؎

دوردستاں را باحساں یاد کردن ہمت است
ورنہ بر نخلے بپائے خود ثمرے افگند

فقط والسلام خیر ختام دعا گو و دعا جو:

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت میں دوسرا عریضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں الحمدللہ آنجناب کی دعا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر وعافیت کا طالب ہوں۔

جناب والا کا تفصیلی و تحقیقی گرامی نامہ موصول ہوکر باعث مسرت ہوا، جزاکم اللہ۔

میرے عریضہ پر حضرت نے کس قدر وقت صرف فرما کر تکلیف گوارہ فرمائی اور بہت ہی عمدہ وقابل اشاعت مکتوب تحریر فرمایا۔ اس گرامی نامہ نے آنجناب کی عقیدت جو پہلے ہی سے تھی اس میں اضافہ کردیا۔ حق تعالی آپ کے سایہ عاطفت کو تادیر بسلامت وصحت و عافیت قائم رکھے، اور امت مرحومہ کو آپ کے فیض سے مستفید فرمائے، آمین۔

گرامی نامہ سے اطلاع پاکر شوق بڑھا کہ آپ کی دوسری تصانیف بھی فورا حاصل کروں، اس لئے عرض ہے کہ آپ اپنی تصنیفات کے اسماء اور مطبع کا نام تحریر فرمادیں۔ یہاں صدیقی ٹرسٹ کے ذریعہ کتابیں آسانی سے' کثیر تعداد میں آسکتی ہیں، میں انشاء اللہ آپ کی تمام ہی تصانیف معتد بہ تعداد میں منگوانے کی سعی کروں گا، اور امید قوی ہے کہ ضرور ہی آجائیں گی۔

مولانا! سچی بات یہ ہے کہ آپ کی تصانیف کے مطالعہ کا شوق تو دامنگیر ہے ہی، اب تو آپ کی زیارت کا شوق بھی دامنگیر ہوگیا ہے، اللہ کرے کہ کسی وقت یہ امید بھی برآجائے اور آپ کے دیدار اور ملاقات کا شرف نصیب ہوجائے۔

مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدظلہم سے ابھی قریب ہی زمانہ میں ملاقات کا موقع ملا اور آپ کا ذکر خیر ہوا۔ مولانا موصوف نے جس انداز سے آپ کا تذکرہ کیا تو اس کا بات کا احساس ہوا کہ کاش آپ بقول حضرت گیلانی رحمہ اللہ کے ’’ایک دورافتادہ دیہات میں .... کہفی زندگی بسر کرنے کے‘‘ بجائے کراچی جیسے کسی علمی مرکز میں قیام پذیر ہوتے تو نہ جانے کتنے طالب علموں کی علمی پیاس بجھاتے، اور کتنے مستفیدین حضرت والا کے دامن علم و تحقیق سے مستفید ہوتے، مگر اللہ کی ذات سے امید ہے کہ آپ کی قیمتی و تحقیقی تحریریں انشاء اللہ اہل تحقیق و اصحاب ذوق کے لئے تا دیر ذریعۂ استفادہ ثابت ہوں گی۔

اخیر میں آپ سے خصوصی دعا کا خواستگار ہوں کہ آپ میرے لئے، میری اولادوں کے لئے اس دیار غیر میں ایمان پر ثابت قدمی وحفاظت اور عمل صالح کی توفیق ارزانی اور دین کی خدمت کے ساتھ زندگی کے ایام گذارنے کی دعا فرمائیں۔ امید کہ دعا سے محروم نہ فرمائیں گے، میں بھی حضرت والا کے لئے دعا گو رہوں گا۔ فقط طالب دعا:

مرغوب احمد لاجپوری

۱۲/شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷/ستمبر ۲۰۰۵ء

بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی مکرمی ومحترمی مولانا مرغوب احمد صاحب زیدت مکارمکم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم السطور بحمداللہ بخیریت ہے اورآنجناب کی خیر وعافیت کے لئے دعا گو۔ جب میں نے گذشتہ عریضہ آپ کی خدمت میں لکھا تھا، میں جناب کی شخصیت سے متعارف نہیں تھا۔ بعد میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب (جلال پوری) دام مجدہ کے مکتوب گرامی سے نہ صرف شناسائی پیدا ہوئی، بلکہ ان کے تعریفی کلمات سے عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوا۔

آپ دیار غیر میں رہتے ہوئے ماشاءاللہ دین سے بڑی لگن اور علم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

مولانا المحترم! جناب نے اپنے عنایت نامہ میں جن جذبات محبت کا اظہار فرمایا ہے' راقم اپنے اندر نظر کرتا ہے تو' اپنی تہی دامنی اور فرومائیگی پر اس طرح کے کلمات تحسین و ستائش سے شرمندگی محسوس کرتا ہے، تاہم ﴿انتم شھداء اللہ فی الارض﴾ سے بڑا سہارا مل جاتا ہے۔

جناب والا! آپ جیسے جید عالم اور خوش خصال بزرگ سے ملاقات وزیارت کو دل مجھ گنہگار کا بھی چاہتا ہے، مگر ع

کیف الوصول الی سعاد و دونھا۔[1]

[1]......حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے اشعار کا ٹکڑا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ؎

کیفَ الوصولُ الی سُعادَ و دُونھا　　　قُلَلُ الجبال و دُونَھُنَّ حُتُوفُ

والرِّجلُ حافِیَۃٌ ولا لِیَ مَرکَبٌ　　　وَالکَفُّ صِفرٌ والطَّریقُ مَخُوف

ترجمہ:......محبوب حقیقی تک رسائی کیسے ہوجبکہ بیچ میں پہاڑوں کی چوٹیاں اورسامان موت حائل ہیں۔

والا قصہ ہے، یہاں پھر ایک ارشاد گرامی اطمینان قلب اور سکون مہیا کرتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لو ان عبدين تحابا فى الله عز و جل ' واحد فى المشرق واٰخر فى المغرب لجمع الله بينهما يوم القيامة۔ [1] (الحديث)

گرامی جناب! میری تصانیف زیادہ سے زیادہ متوسط طلبۂ علم کے کام تو شاید آسکتی ہوں، آپ جیسے فضلاء کے ہاں کوئی پذیرائی حاصل کرسکیں تو زہے نصیب۔ میں کوشش کروں گا کہ ڈاک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے ایک ایک نسخہ خود ہی بھجوادوں' ورنہ تو ادارہ تالیفات اشرفیہ (چوک فوار' ملتان پاکستان) کے پتہ پر خط وکتابت فرمائیں۔ اس ادارہ کے مالک ناشر ہونے کے علاوہ بڑی بڑی کتابوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں بیرون ملک ان کا رابطہ رہتا ہے۔

مذکورہ بالا ادارہ سے میری بیشتر تصنیفات مل جانے کی امید ہے۔ میری بعض کتابیں اسی ادارہ نے طبع کی ہیں۔ میری بعض مصنفات کے نام اور ناشرین کا پتہ درج ذیل ہے:

اور پیر ننگے ہیں، سواری بھی نہیں ہے، ہاتھ خالی ہے اور راستہ بھیانک ہے۔

(دیوان الامام الشافعی ص١٨٥، قافية الفاء ، كيف الوصول)

[1]...... کنز العمال میں یہ روایت اس طرح ہے:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لو ان عبدين تحابا فى الله ' واحد بالمشرق واٰخر بالمغرب لجمع الله بينهما يوم القيامة ، يقول : هذا الذى كنت تحبه فِيّ"۔

(شعب الايمان للبيهقى ، رقم الحديث:٩٠٢٢۔ شعب الایمان مترجم ص٤١٢ ج٦، اہل محبت کا بروز قیامت جمع ہونا۔ کنز العمال ، الصحبة ، الترغيب فيها ، رقم الحديث:٢٤٦٤٦)

ترجمہ:...... آپ ﷺ نے فرمایا: اگر دو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں، ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور ایک مغرب میں تو اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن آپس میں ملائیں گے، اور فرمائیں گے: یہی وہ شخص ہے جس سے تو محض میرے لئے محبت کرتا تھا۔

۱	صحابۂ کرام اوران پر تنقید........	ادارہ تالیفات اشرفیہ	ملتان
۲	کاروان جنت......................	,,	,,
۳	ماہ ﷺ وانجم.....................	,,	,,
۴	علمی مقالات......................	دارالمطالعہ	ضلع بھاولپور
۵	عقیدۂ نزول سیدنا مسیح علیہ السلام	مکتبہ لدھیانوی	کراچی
٦	خطبات بھاول پور کا علمی جائزہ.	,,	,,

یہ آخری دونوں حضرت مولانا سعید احمد صاحب دام مجدہ کے ذریعہ سے کراچی سے طبع ہوئی ہیں، متوقع یہ ہے کہ دونوں جناب کی نظر سے گذر چکی ہوگی، تعمیل ارشاد کردی گئی ہے۔ اول الذکر پہلے بھی انگلینڈ پہنچ چکی ہے۔ ’’کاروان جنت‘‘ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے بھی طبع ہوئی ہے، فقط والسلام۔ دعوات صالحہ کے لئے پُر زور درخواست ہے۔

ناچیز محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بانیٔ معہد الانور

حضرۃ الشیخ محمد انظر رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......١٩/ربیع الثانی ١٤٢٩ھ مطابق ٢٦/اپریل ٢٠٠٨ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

نوٹ:...... حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ نے حکم فرمایا کہ: حضرت شاہ صاحب مرحوم پر ایک مختصر مضمون بعنوان ''حضرت شاہ صاحب دیار مغرب میں'' لکھدے، راقم نے غور کیا تو کوئی مواد اس موضوع پر ذہن میں نہ آسکا، اس لئے اس عنوان کو ترک کر کے کچھ اور باتیں لکھنا مناسب سمجھا۔ اگر راقم کی دو کتابوں پر تقریظ اور ایک گرامی نامہ نہ ہوتا تو موصوف ہی کے نام پر اکتفا کرتا۔ مرغوب احمد

حضرت مولانا محمد انظر کشمیری رحمہ اللہ

کشمیر کی تاریخ بڑی تابناک اور روشن رہی ہے، اولیاء وصلحاء کی ایک بڑی جماعت یہاں پیدا ہوئیں، اسی کشمیر کی وادی لولاب جسے عنوان بنا کر علامہ اقبال مرحوم نے ایک طویل نظم کہی، تو یہ وادی عالمگیر شہرت کی حامل ہوگئی، یہاں کا حسن' آب وہوا' پھل' قدرتی حسین مناظر نے کبھی کبھی زائرین کو قیام کی دعوت بھی دی ہے۔ مشہور شاعر عرفی نے صحیح کہا ؎

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر درآید گر مرغ کباب است بابال وپر آید

یعنی نیم جان' جو اگر کشمیر پہنچادو، یا مرغ کے کباب بھی اگر لاکر رکھ دو تو اس کے بھی پر نکل آئیں گے۔

بے نقط تفسیر کا مصنف فیضی جو اکبر کے دربار میں شاعروں کا سردار سمجھا جاتا تھا، کشمیر کے بارے میں کہتا ہے ؎

ہزار قافلہ شوق می کشد شب گیر کہ بار عیش کشاید بہ خطۂ کشمیر

کشمیر کے اسی حسن کی وجہ سے حکیم ابوالفتح گیلانی جب یہاں پہنچے تو یہیں ٹھیر گئے، سید علی ہمدانی اور میر سید کرمانی کے قدم بھی اسی کشمیر نے روک لئے۔ اسی کشمیر کے بابا مشکوتی علیہ الرحمہ ہیں جنہیں حدیث کی مشہور کتاب ''مشکوۃ'' از بر یاد تھی۔ ان کی شہرت ہی

''مشکوتی'' سے ہوئی۔ڈاکٹر علامہ اقبال کشمیری ہی تھے، جواہر لال نہرو، سر تیج بہادر سپرو، پنڈت ہردے ناتھ کنزرو کو بھی کشمیر ہی نے پیدا کیا۔ علمی دنیا میں کشمیر کی شہرت حضرت علامہ انور شاہ صاحب کی رہین منت ہے۔

اسی سرزمین کشمیر کے ایک فرد الشیخ انظر رحمہ اللہ بھی تھے۔علم و ادب، درس و تدریس، تحریر وتقریر، تعلیم و تبلیغ اور سماج و سیاست، ہر میدان میں منفرد و یکتا تھے، لاثانی بھی ولافانی بھی، ناقابل فراموش بھی اور قابل تحسین بھی۔مرحوم ایسے بے مثال محدث اور نامور عالم کے بیٹے تھے جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ: ''لم تر العیون مثله ولم یر هو مثل نفسه''۔

یعنی دنیا کی نگاہوں نے نہ ان جیسا کوئی دیکھا اور نہ خود ان کو اپنا کوئی مثیل نظر آیا۔

ولادت اور تعلیم

شاہ صاحب کی ولادت ۱۴ر شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ر جنوری بروز شنبہ دیوبند میں ہوئی۔ والد محترم کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔دس سال کی عمر میں حافظ پیارے عثمانی کے پاس کلام پاک مکمل کیا۔فارسی دارالعلوم دیوبند میں مکمل پانچ سال تک خلیفہ محمد عاقل صاحب، ماسٹر احسن صاحب، مولانا سید حسن صاحب، مولانا نور حسن صاحب، مولانا فاروق صاحب گنگوہی کے پاس پڑھی۔ابتدائی تعلیم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی نگرانی میں ہوئی۔مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی سے مسجد فتح پوری دہلی میں ''اخلاق محسنی'' اور مولانا محمد حسین بہاری رحمہ اللہ سے ''شرح تہذیب'' پڑھی۔حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔

تربیت کے بارے میں حضرت استاذ مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کا ایک گرامی نامہ مرحوم کے نام قابل دید ہے۔(دیکھئے! لالۂ گل ص ۲۳۹)

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ بے قرار رہا کرتے تھے کہ طلبہ ان سے استفادہ کریں، مگر حضرت کا رعب بہت تھا، اس لئے بجائے طلبہ کے اساتذہ ان سے زیادہ استفادہ کرتے تھے۔ مرحوم چونکہ استاذ زادہ تھے، اس لئے حضرت نے قاری اصغر علی صاحب سے فرمایا کہ: میاں انظر سے کہہ دیجئے کہ مجھ سے خارج میں پڑھ لیا کریں، تعمیل ارشاد میں آپ پہنچے تو حضرت نے یکسر منع فرمادیا کہ میں نے پڑھانے کے لئے نہیں کہا اور نہ ہی آپ کو ملاقات کے لئے کہا، اس جواب سے آپ دم بخود حیران و پریشان، آگے کچھ بول نہ سکے، نیز حضرت نے فرمایا کہ: آپ کے بڑے بھائی کو پڑھنے کے لئے وقت دیا تھا، ایک روز آئے اس کے بعد سے زیارت سے محروم ہوں تو آپ کے لئے بھی کیوں قابل نفرت بنوں؟ ابھی کم سے کم ملاقات تو ہوجاتی ہے، مرحوم نے سارا واقعہ قاری اصغر صاحب سے نقل کردیا اور اپنی محرومی و مایوسی کا اظہار کیا، قاری صاحب نے حضرت سے تذکرہ کیا تو حضرت نے طلب اور شوق کو محسوس کرکے فرمادیا کہ: اچھا رات کو تین بجے ''دارالافتاء'' میں ''نفحة العرب'' لے کر آجایا کریں، چنانچہ ڈھائی سال تک بلاناغہ رات کو تین بجے حضرت سے ''نفحة العرب'' پڑھی۔

حضرت ہر لفظ کی نحوی و صرفی تحقیق کراتے، ہر متعلقہ نحوی مسئلہ کے تمام متعلقات معلوم کرتے، صرف میں مشتقات، ہر ایک کی گردان، صرف صغیر، صرف کبیر، اگر تعلیل ہے تو اس کا قاعدہ، اس کی مثالیں، لغوی تحقیق بھی اسی انداز میں کراتے۔ اکثر سبق آپ خود حل کرتے جہاں غلطی ہوتی حضرت استاذ تنبیہ فرماتے، الغرض آسانی سے چلنے نہیں دیتے تھے۔ آپ پریشان ہوگئے تو ایک بڑے طالب علم سے پہلے کتاب حل کرنا شروع کردیا، دو تین دن میں حضرت نے تاڑ لیا تو فرمایا: جو طالب علم تمہیں بتاتا ہے وہ تمہارا خیر خواہ نہیں،

خود حل کرو، پھر خود حل کرنا شروع کردیا۔اس محنت کا نتیجہ تھا کہ بعد میں کوئی کتاب مشکل نہ رہی اور استعداد میں پختگی پیدا ہوگئی۔قصہ لکھ دینا یا پڑھ لینا آسان ہے مگر غور کرے کہ روزانہ رات کو تین بجے' ڈھائی سال تک سبق میں حاضری کوئی آسان کام نہیں۔

طالب علمی کا ایک واقعہ بھی قابل عبرت ہے،آپ نے ''سلم العلوم'' مولانا معراج صاحب دیوبندی سے پڑھی،طلبہ کو ان کا سبق کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا،چنانچہ طلبہ نے استاذ کے خلاف ایک درخواست دفتر اہتمام کو دینے کا مشورہ کرلیا اور درخواست بھی ایسی جس پر سب ہی طلبہ کے دستخط ہوں،چنانچہ کچھ طلبہ آپ کے پاس بھی آئے،آپ نے دستخط کرنے سے انکار کردیا تو انہوں مارڈالنے کی دھمکی دی،مجبورا دستخط کردیئے،جب درخواست ناظم تعلیمات حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کے پاس پہنچی تو حضرت نے آپ کو بلا کر پوچھا، آپ نے سارا واقعہ بیان کردیا،بہر حال کتاب دوسرے استاذ کی طرف منتقل کردی گئی، استاذ محترم کو بھی پتہ چل گیا کہ آپ نے دستخط کی ہے،مرحوم فرماتے تھے کہ میں نے یہ سوچ کر ان کو ساری تفصیل ناظم صاحب نے بتلادی ہے' ان سے معافی نہیں مانگی،جب فراغت کے بعد مدرس بنے تو ساری کتابیں بڑی آسانی سے پڑھائی جب ''سلم'' کی باری آئی تو مطالعہ کے لئے کتاب کھولی تو بالکل اندھیرا،آپ کی حیرانی کی انتہا نہ رہی،اچانک طالب علمی کا واقعہ یاد آیا،فورا استاذ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی،استاذ محترم نے فرمایا: پہلے ہی معاف کرچکا ہوں،مگر آپ نے اصرار کیا جب تک میں آپ سے معافی کے الفاظ نہ سن لوں واپس نہیں جاؤں گا،جب انہوں نے معافی کے کلمات ادا کئے' پھر جو کتاب کھولی تو سب کچھ روشن اور نمایاں تھا۔

اساتذہ کی شفقت کے چند واقعات

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کا چادر عنایت فرمانا

مرحوم نے خود فرمایا کہ: ایک روز میں کسی کتاب کا تکرار کرا رہا تھا، جناب مولانا حامد میاں صاحب مرحوم صاحبزادہ شیخ الادب رحمہ اللہ بھی تکرار میں بیٹھے تھے، سردی کا موسم تھا، میں نے چادر اوڑھ نہ رکھی تھی، مولوی حامد میاں صاحب نے معلوم کیا کہ شاہ صاحب! تم نے چادر کیوں نہ اوڑھی؟ میری زبان سے ازراہ تفریح و مذاق نکل گیا مولوی صاحب! ہم غریب آدمی ہیں، ہمارے پاس چادر ہے ہی کہاں؟ بات مذاق میں کہی تھی اس لئے کسی قسم کا خیال نہ رہا، مگر مولوی حامد میاں نے جا کر حضرت شیخ الادب سے یہ بات واقعی سمجھ کر نقل کردی۔ اگلے روز بعد نماز فجر حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص انداز میں انگلی کے اشارے سے مجھے بلایا، میں تو کانپ گیا کہ نہ جانے حضرت کو میری کون سی شکایت پہنچی ہے؟ خیر ڈرا سہا گیا، اندر کمرے میں لے گئے اور فرمانے لگے مولوی صاحب! پورینی ضلع بھاگلپور جہاں مدرس تھا' سے دیوبند آیا ہوا تھا، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے دولت کدے پر حاضر ہوا، چلتے وقت حضرت بغرض مشایعت گھر سے باہر تک تشریف لائے اور اپنی چھڑی جو دو تین آنے کی رہی ہوگی' مجھے دینے لگے، میں نے معذرت کردی، دوبارہ فرمایا: مولوی صاحب! اسے لے لو، میں نے اس دفعہ بھی معذرت کی، جب تیسری مرتبہ میں نے معذرت کی تو حضرت نے پھر اصرار نہ کیا، لیکن اب سوچتا ہوں کہ میں کس قدر بدقسمت تھا کہ حضرت نہ جانے کیا مجھے دینا چاہتے تھے، مگر میری حرماں نصیبی کہ اسے قبول نہ کیا۔ اس تمہید کے بعد فرمایا: کہ حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ نے ایک نیا سا کمبل اٹھایا اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا: مولوی صاحب! اسے قبول کر لیجئے، حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ

کی تمہید کے بعد معذرت کے سارے دروازے بند ہو چکے تھے، میں زبان سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ حضرت! میں نے وہ بات تو یوں ہی مذاق میں مولوی حامد میاں صاحب سے کہہ دی تھی، میں تو کشمیری ہوں اور میرے پاس ایک سے زائد کشمیری گرم چادر ہیں۔

(خیر المجالس ص ۱۴۱)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ''بحر الرائق'' خرید کر لانا

مرحوم رقمطراز ہیں: بچپن کی حماقت کے سوا اسے کیا کہئے گا (حضرت مدنی رحمہ اللہ) بمبئی تشریف لے جا رہے تھے، مجھ نادان نے براہ راست حضرت سے فرمائش کی کہ احقر کے لئے 'بحر الرائق'' لے آئیں اور رقم برائے خریداری بھی پیش کر دی' جسے حضرت نے لے کر جیب میں رکھ لی ''بحر الرائق'' آ گئی اور قیمت بھی واپس فرما دی۔

وطن مالوف رمضان المبارک میں تشریف لے گئے' وہاں کے مشہور دوڑیا کی احمقانہ فرمائش ہوئی، حضرت نے اپنی معروف کریمانہ عادت کی بنا پر یہ گذارش بھی پوری فرما دی۔ آج جب یہ احمقانہ حرکتیں یاد آتی ہیں تو دل و زبان انا للہ پڑھتے ہیں کہ مخدوم عالم سے نادان نے کیا کام لیا۔ (لالۂ گل ص ۸۴)

مرحوم میدان تدریس میں

۱۹۸۷ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے مرحوم کو ناظم دینیات کے لئے اعلی منصب کی دعوت دی' آپ نے صرف حدیث وتفسیر کی تدریسی خدمت کی وجہ سے اس عہدہ کو قبول کرنے سے معذرت کر دی۔

تدریس کے ذوق کا پتہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے پاس آندھرا پردیش کی گورنری پیش کی گئی تو محض اس لئے اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میرا تدریسی

سلسلہ منقطع ہوجائے گا۔

دورانِ درس طلبہ کی غلطی پر تنبیہ کا انداز بھی نرالا تھا، کبھی ایسی اصلاح فرماتے الامان والحفیظ۔ ’’متنبیؔ‘‘ کے سبق میں ایک سیدھے سادے، شریف وذہین اور نہایت ذی استعداد میواتی طالب علم نے اپنے ہم سبق ساتھی سے جو اتفاق سے مرحوم کا خادم تھا کہہ دیا کہ: جیسی ’’متنبیؔ‘‘ شاہ صاحب پڑھاتے ہیں ان سے اچھی تو میں پڑھا دوں گا‘‘ وہ غریب تو یہ کہہ کر بھول بھال گیا، لیکن خادم نے موقع پا کر شاہ صاحب کو وہ بات بتلادی۔ مرحوم نے ’’متنبیؔ‘‘ کے سبق میں حاضری لی، جب ان صاحب کا نام آیا تو بلند آواز سے فرمایا: کھڑے ہوجائیے! وہ صورت حال سے لاعلم کھڑا ہوگیا، فرمایا: یہاں تشریف لائیے! بیچارہ مسند کے قریب پہنچا تو شاہ صاحب بڑی تیزی سے مسند سے اتر گئے، اب صورت حال یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں قلم اور رجسٹر اور زبان پر یہ الفاظ: آئیے! آپ مسند پر تشریف لائیے اور ’’متنبیؔ‘‘ پڑھائیے، آج سے میں ’’متنبیؔ‘‘ تم سے پڑھوں گا، تم میرے استاذ ہو اور میں تمہارا شاگرد۔ سارے ہی طلبہ ہکا بکا، شاہ صاحب اسے دیکھے جارہے تھے، اس کی حالت کاٹو تو لہو نہیں، آخر کسی طالب علم نے ہمت کرکے پوچھ ہی لیا حضرت کیا معاملہ ہے؟ تب شاہ صاحب نے پورا قصہ سنایا، اس طالب علم نے معافی مانگی تو آپ نے معاف کردیا۔

اصول کی پابندی

بعض طلبہ مرحوم سے خصوصی تعلق کی بنا پر اس گمان میں رہتے تھے دارالعلوم کے قواعد سے ہم مستثنیٰ ہیں، ایک ایسے ہی طالب علم نے اسباق سے غیر حاضری کی وجہ سے لاکھ کوشش کی مگر سالانہ امتحان میں مرحوم نے بیٹھنے نہیں دیا، تمام تعلقات کے باوجود یہ فیصلہ فرمایا کہ آئندہ سال امتحان دے کر جدید داخلہ لیا جائے۔

ایک طالب علم جو آپ کا انتہائی معتمد ترین' امتحان کے آخری پرچہ میں اپنا امتحان دے کر راہ میں بیٹھے ہوئے ایک طالب علم سے باتوں میں مشغول ہو گیا، اتفاقاً آپ کی نظر اس پر پڑ گئی، گویا قیامت آ گئی، ضابطہ کے مطابق اس کا تمام امتحان سوخت کر دیا گیا، منت' سماجت' خوشامد سبھی گر آزمائے گئے مگر کوئی کام نہیں آیا، نتیجۃً اس سال کا اعادہ ہی کرنا پڑا۔

باوجود ہر ایک کے ساتھ شفقت کے غلطی پر کھل کر اصلاح بھی فرماتے۔ ایک صاحب نے اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کے لئے مرحوم کا نام استعمال کیا، دہلی کے ایک جلسہ میں وہ صاحب بھی شریک ہو گئے اور اتفاق سے اپنی رہائش گاہ پر چلنے کے لئے دعوت دی جہاں کسی نام ونہاد ''کل ہند تنظیم'' کا بورڈ بھی آویزاں تھا، شاہ صاحب نے بھرے اسٹیج پر انتہائی ناگواری کے ساتھ دوٹوک انداز میں فرمایا:

''دنیا کمانے کے یہی طریقے ہیں جو تم نے اختیار کر رکھے ہیں، تمہیں شرم نہیں آتی، علماء حق کو بدنام کرتے ہو، ہرگز تمہارے ہاں نہیں جاتا''۔

مرحوم میدان خطابت میں

یقیناً مرحوم تقریر کے میدان میں صف اول کے خطیب تھے۔ موضوع علمی ہو یا سیاسی مجمع پر اس طرح حاوی ہو جاتے کہ سامعین یکسر مبہوت ہو جاتے۔ ابتدا بھی عام واعظین سے نرالی ''الحمد لاهله والصلوة لاهلها'' سے بلا کسی تمہید ابتدا ہوتی اور انتہا بھی بے مثال' مجمع مکمل وہمہ تن متوجہ اور آپ آتش شوق تیز کر کے یک بہ یک رخصت اور ''واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالیمن''۔ کی آواز سامعین کے کانوں میں ہوتی۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ بعض حضرات انتہائی مشق اور کوشش کے بعد بھی تقریر میں نمایاں نام پیدا نہ کر سکے، مگر مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی خاص کوشش ومحنت ہی کے اس فن

میں امام بنادیا تھا،تقریر کی ابتدا طالب علمی کے زمانہ میں اس طرح ہوئی کہ جمعیۃ الطلباء کے صدر کے لئے انتخابی مہم میں حصہ لیا،مولانا عبدالحئی اعظمی حریف تھے،موصوف نے آپ پر مودودی ہونے کا اس لئے الزام لگادیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ مودودی جماعت سے سخت مخالف تھے، اگر حضرت نے شاہ صاحب کی مخالفت کردی تو اعظمی صاحب کی فتح یقینی، احاطہ مولسری میں طلبہ کا ہجوم مرحوم نے اپنی برأت میں تقریر شروع کی،اور کچھ اس انداز سے طلبہ کے مجمع پر حاوی ہوگئے کہ تقریر ختم ہوتے ہی آپ طلبہ کے کاندھوں پر تھے، یہاں سے خطیبی شہرت شروع ہوئی۔

اس قسم کا ایک اور واقعہ بھی دلچسپ ہے کہ بلند وقامت لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کے متعلق اعلان ہوا کہ انتخابی جلسہ سے خطاب کے لئے وہ دیوبند آرہے ہیں،شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں دارالعلوم کا طالب علم تھا' لیکن اندھوں میں کانا راجا' کے مطابق طلباء دار العلوم میں ممتاز سمجھا جاتا تھا، دوچار سیاسی کتابوں کا مطالعہ کرکے کاندھی جی بن بیٹھا تھا اور اخبارات کے مطالعہ کے نتیجہ میں وزارت خارجہ کے مطالبہ کا خود کو مستحق سمجھتا تھا' جلسہ میں جا پہنچے عجیب اتفاق کہ اسی روز تمام اخبارات میں جلی سرخیوں سے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی مسلمانوں سے عام اپیل شائع ہوئی تھی کہ وہ صرف کانگریس کو ووٹ دیں.....لوہیا مجمع میں باتمکنت گذرتے ہوئے اسٹیج پر جا پہنچے، لاؤڈ سپیکر سنبھال لیا،تقریر شروع ہوئی تو دیوبند اور دارالعلوم کا وقیع ذکر کرنے کے بعد اچانک ان کے ذہن نے کروٹ لی اور پوری قوت سے کہنا شروع کیا:

’’کہ یہ مولانا حسین احمد صاحب جن کا ہم احترام کرتے ہیں، آزادی کے ایک نامور سپاہی ہیں،مگر ان کو یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ اپنی قوم کو اس کا مشورہ دیں کہ سب کانگریس

کی گود میں اپنا ووٹ ڈال دیں، موجودہ ہندوستان میں یہ بات نہیں چلے گی، یہ اپنی قوم کو اندھا بنانا ہے، اور اس کی آزادیٔ رائے پر ڈاکہ ڈالنا ہے‘‘۔

بھلا دیو بند کا ماحول، حضرت رحمہ اللہ پر اس طرح کا بے لاگ تبصرہ، وہ بھی طلبہ کے سامنے، طلبہ بگڑ گئے، اولا مولوی محمد بھاٹا صاحب الجھ گئے، لوہیا جی نے کہا: مولوی صاحب اسٹیج پر تقریر کیجئے، مولوی صاحب کے لئے یہ مشکل وقت‘ خاموش ہوگئے، مولوی شوکت صاحب نے دفاع کرنا چاہا، مگر ان کو بھی ہضم کر دیا گیا‘ تو مرحوم سے رہا نہ گیا اور اپنی جگہ ہی سے جواب الجواب شروع ہوگیا، لوہیا جی نے وہی چال چلی کہ میاں اسٹیج پر آکر تقریر کیجئے، مرحوم سیدھے اسٹیج پر پہنچے، اور پندرہ بیس منٹ تک حضرت مدنی کے دفاع میں دھواں دھار تقریر کی، مجمع بھی ساتھ ہوگیا، یہ مرحوم کی پہلی سیاسی تقریر تھی، منوہر لوہیا جی نے آپ کا ہاتھ تھام لیا‘ کاندھے پر دست شفقت رکھا اور کہا: بیٹا میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی، جاؤ بھگوان تمہیں بڑا آدمی بنائے‘‘۔ شام کو حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی چائے کی مجلس میں مولوی شوکت خان صاحب نے ساری تفصیل سنائی تو حضرت نے ارشاد فرمایا: شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے‘‘۔ مرحوم فرماتے تھے کہ یہ ارشاد میرے لئے ہمیشہ باعث صد نازش رہے گا۔

(لالۂ گل ص ۳۲٦)

مرحوم اور ظرافت

اللہ تعالی نے آپ کو ظرافت بھی خوب عطا کی تھی، وعظ و تقریر ہو یا درس و تدریس، عمومی و خصوصی مجلس ہو یا سیاسی میدان ہر وقت عجیب چٹکلے جملے‘ ظرافت کے واقعات‘ شعراء و ادباء کی دلچسپ باتیں اس طرح بیان کرتے کہ مجلس بغیر ہنسے رہ نہیں سکتی۔ چند باتیں درج کرتا ہوں:

فرمایا:...... بلاغت کیا ہے؟ بات سننے والوں کے معیار کے مطابق کلام ہو تو بلاغت ہے، ورنہ جیسا کہ دیہات کا ایک بچہ مولوی ہو کر آیا تو گاؤں کے لوگ ملنے گئے تو لڑکا کہتا ہے:

’’امسال تمہارے کشت زار گندم میں تقاطر امطار ہوا یا نہیں‘‘ (یعنی تمہارے کھیت میں بارش برسی یا نہیں) تو گاؤں والے کہنے لگے چلو بھئی مولوی صاحب قرآن پڑھ رہے ہیں‘‘

ایک اور گاؤں کا لڑکا پڑھ کر آیا تو باپ سے کہتا ہے: چارپائی لاؤ، تو اس کے باپ نے بیوی سے کہا: سن رہی‘ لونڈا دھیڑ قابل ہو گیا (بہت زیادہ قابل ہو گیا) کھاٹ کو چارپائی کہتا ہے، تو لڑکا اکڑ کے بولا: ابھی قابلیت کا کیا پتہ؟ جب گھی کو روگن جرد (روغن زرد) کہہ کر پکاروں گا جب جا کے پتہ چلے گا کہ کتنا قابل ہو گیا۔

دو طالب علم بحث کر رہے تھے کہ وراثت میں خنثٰی مشکل کو کیا ملے گا، ایک طالب علم نے کہا مرد ہے، مردوں کا حصہ ملے گا، دوسرے نے کہا عورت ہے، عورت کا حصہ ملے گا، بحث کرتے کرتے مچھیرے کے پاس پہنچ گئے جو شکار کر رہا تھا، مچھیرے نے ان کی بات سن لی، ہوا یہ کہ آج مچھیرے نے ایک قیمتی مچھلی شکار کی، بادشاہ کے پاس لے گیا تو انعام ملا، دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا تو، دوبارہ انعام کا مستحق ہوا، وزیر نے کہا بادشاہ سلامت روزانہ ہی اس طرح انعام دیا کریں گے تو مشکل ہو جائے گا، لہٰذا آج مچھیرا آئے تو سوال کرنا کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ؟ اور یہ پہچاننا بہت مشکل ہے، اس طرح آپ انعام دینے سے بچ جائیں گے، چنانچہ جب مچھیرا آیا تو بادشاہ نے وہی سوال کیا، مچھیرے نے فوراً کہا: یہ مچھلی خنثٰی مشکل ہے، بادشاہ بہت ہنسا اور انعام دیا۔

مرحوم بحیثیت مفسر

مرحوم نے تدریس میں ’’میزان‘‘ سے ’’بخاری‘‘ تک کتب کا کامیاب درس دیا، کسی بھی

کتاب میں آپ کے انداز درس وطریقۂ تدریس نے مقبولیت کا دامن نہ چھوڑا، کسی فن میں آپ نہ عاجز اور نہ کسی کتاب سے متوحش، مگر حدیث وتفسیر میں ان کی مقبولیت وشہرت اپنی مثال آپ تھی۔ ترجمۂ قرآن شریف' جلالین' بیضاوی شریف وغیرہ خوب محنت سے پڑھائی، اس کی برکت تھی کہ تفسیر میں بھی آپ دار العلوم کے ممتاز استاذ شمار کئے جاتے تھے۔ پھر تفسیر پر آپ کی تصنیفات اور تراجم: مثلاً تقریر شاہی' ترجمہ تفسیر ابن کثیر' ترجمہ تفسیر مدارک' ترجمہ تفسیر طنطاوی' ترجمہ تفسیر جلالین' ترجمہ تفسیر مظہری' تشریح وتوضیح تفسیر حقانی' وغیرہ نے آپ کو مفسر قرآن کے جس زمرہ میں شامل فرمادیا وہ ظاہر ہے۔ بطور نمونہ آپ کے چند تفسیری فوائد نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

فرمایا:......قرآن کریم پندرہ سو سال سے جس انسانیت کو جگا رہا ہے، انسان کو جھنجھوڑ کر جس طرح بیدار کر رہا ہے، اس کے طریقہ کار میں نہ کوئی تبدیلی نہ کوئی تغیر۔ یہ کتاب اس درجہ مقدس تھی جس کے مضامین جہاں محفوظ کئے گئے حفاظتی انتظامات اتنے کڑے کہ کسی انسان کی پرواز تو درکنار شیطان اپنی شیطنیت کے باوجود نہیں پہنچ سکا، اس کو پہونچانے کے لئے قوی ترین ذریعہ روح الامین کا اختیار کیا گیا: ﴿ نزل به الروح الامين ، انه لقول رسول كريم ، ذو قوة عند ذى العرش المكين، مطاع ثم امين ﴾ یہ گوشہ بھی نہیں چھوڑا کہ جو وقت اس کے نزول کا طے کیا وہ بارہ مہینوں میں سب سے زیادہ مقدس مہینہ ﴿ شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن ﴾ ﴿ نور على نور ﴾ ﴿ انا انزلناه فى ليلة القدر ﴾ رمضان کیا ہے؟ بشری خواہشات کے طوفان وطغیان پر شریعت کا مضبوط بند جسے ارم زیر کر سکے نہ سمندر کی طغیانی متاثر کر سکے' خیر کا غلبہ شر مغلوب' جود وکرم کی بارشیں' داد وخواہش کا ابر کرم' مواسات وغم خواری کا بازار گرم' ملکیت کے علم بند' شیطنیت کے جھنڈے سرنگوں، یہ سب

اشارے تھے کہ قرآن کریم کے لئے مقدس ماحول‘ فکر کی ذہنی تقدیس‘اس سے اصلاح پذیر ہونے کے لئے شر کو دبانا اور خیر کو اچھالنا‘ یہ سب کچھ اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس ’’الکتاب‘‘ کو یہ سمجھ کر پڑھا اور پڑھایا جائے کہ خدا تعالی براہ راست مجھ سے مخاطب ہے، بقول علامہ اقبال ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

(امام شاہ ولی اللہ اوران کے افکار ونظریات ص ۳۷)

فرمایا:......وحی کی کیفیت یوں سمجھئے جیسے پتھر پر لکیر کھینچی جارہی ہو، یا جیسے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے، مگر یہ ظاہری کیفیت ہے، اس کی حقیقت صرف اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔امام حلبی نے لکھا ہے کہ: وحی کے چھیالیس طریقے ہیں، اسی وجہ سے الکشمیر ی نے فرمایا کہ: قیامت سے پہلے علم واطلاع کے چھیالیس ذرائع ضرور ایجاد ہوجائیں گے۔(خیر المجالس ص ۴۲)

فرمایا:......حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ’’وامرأتی عاقر‘‘ کے تحت فرمایا کہ: ’’عقیم‘‘ اور ’’عاقر‘‘ میں فرق ہے۔’’عقیم‘‘ اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جس کے اندر ابتداء ہی سے تولید کی صلاحیت نہ ہو، اسی کو ہماری زبان میں بانجھ کہا جاتا ہے، جبکہ عاقر ایسے مرد وعورت کے لئے بولا جاتا ہے جس میں تولید کی صلاحیت پائی جائے ، لیکن سن رسیدگی یا کسی اور خارجی سبب کے تحت یہ صلاحیت جاتی رہے۔اسی مناسبت سے فرمایا: جہاں ’’ع‘‘ اور ’’ق‘‘ کا مادہ ہوگا وہاں کاٹنے کا معنی پایا جائے گا، چنانچہ کاٹنے والے کتے کو ’’’کلب عقور‘‘ کہا جاتا ہے، اسی سے عقیقہ ہے کہ اس میں جانور اور بچے کا بال کاٹا جاتا ہے، عاق بھی اسی سے ہے کہ اسے والدین‘ استحقاق میراث سے کاٹ دیتے ہیں۔

(خیر المجالس ص ۹٦)

فرمایا:......غور کیجئے تو سورۂ فاتحہ اور معوذتین یعنی بالکل اول اور بالکل آخری سورتوں میں بھی عجیب وغریب ربط پایا جاتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کا مرکزی مضمون راہ راست کی ہدایت، اس پر استقامت اور اس کی دعا ہے، اس راہ راست سے ہٹانے والے صرف دو ہی ذرائع ہیں، جنات اور انسانوں کی جانب سے الٹے سیدھے خیالات کا ڈالا جانا، اس لئے معوذتین میں ان دونوں کے وساوس سے خدا تعالی کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (۱۷۷)

فرمایا:......عربی زبان میں مبالغہ کے اوزان متعین ہیں، لیکن علامہ زمخشری نے بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ: جب انتہائے مبالغہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو ''ذو'' کی اضافت کی جاتی ہے، جیسے ''واللہ عزیز ذو انتقام'' یہاں ''ذو'' لانے کا مقصد انتقام کی انتہائے مبالغہ کو بتانا ہے۔ (خیر المجالس ص ۲۱۱)

مرحوم بحیثیت محدث

برسوں احادیث کی بڑی اور اہم کتب: ''مشکوۃ شریف''، ''مسلم شریف''، ''ترمذی شریف'' اور ''بخاری شریف'' پورے انہاک اور محنت سے پڑھائی۔ رات گئے تک اسباق کی تیاری اور کتب متعلقہ کا مطالعہ کرتے۔ خداداد صلاحیت پھر اس پر محنت مزید براں، جس کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالی نے حدیث شریف میں بھی آپ کو امتیازی شان عطا فرمائی تھی۔

''بخاری شریف'' کے دو ترجمۃ الابواب میں ربط ومناسبت پر فرمایا کہ: حضرات انصار مدینہ کے اسلام اور مسلمانوں پر بڑے زبردست احسانات ہیں، جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک جگہ باب قائم کیا ہے: ''حب الانصار علامة الایمان'' اس کے تحت اسی مضمون کی حدیث بھی لائے ہیں، لیکن اس کے معا بعد جو باب قائم کیا ہے وہ: ''من الدین الفرار من الفتن'' ہے۔ عرصۂ دراز تک میں پریشان رہا کہ

’’حب الانصار علامة الایمان‘‘ کے بعد یہ باب کیوں قائم کیا؟ آخر دونوں میں کیا مناسبت ہے؟ مگر کہیں سے کچھ نہ مل سکا، حافظین نے بھی اس پر کلام نہیں کیا، مگر ابھی کوئی دو تین سال پہلے دورانِ مطالعہ اچانک میرے ذہن میں اس کی توجیہ آئی کہ ’’حب الانصار علامة الایمان‘‘ باب قائم کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے انصار کی فضیلت و اہمیت اور عظمت و مرتبت بلند کی جانب اشارہ کیا ہے، لیکن حضرات مہاجرین کی قربانیاں بھی تو ان سے کم نہیں، بلکہ ان کو انصار پر سبقت الی الاسلام بھی حاصل ہے تو ’’من الدین الفرار من الفتن‘‘ باب قائم کر کے اس کی طرف اشارہ ہے کہ جن صحابۂ کرام نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنا گھر بار، دھن دولت، زمین وجائداد اور اقربا و اعزا سب کو خیرباد کہا، ان کا مرتبہ بھی بہت بلند عظیم القدر، عظیم الشان ہے اور حضرات انصار کی طرح حضرات مہاجرین سے محبت رکھنا بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ (خیر المجالس ص ۱۰۷)

علاماتِ قیامت میں ایک حدیث آئی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ صحرائے عرب سبزہ زار نہ بن جائے، اس پر فرمایا کہ: میرا خیال تھا کہ گذشتہ نصف صدی سے ریگستان عرب میں جو مادی، اقتصادی اور صنعتی انقلاب آیا اور اس کے نتیجے میں عرب ریاستوں نے خوشنما پارک، چمن وغیرہ بنائے اور سڑکوں کی دونوں جانب درخت لگائے تو صحرائے عرب کے سبزہ زار ہونے کی یہی شکل ہوگی، جو بتدریج تمام اہم علاقوں کو محیط ہوجائے گی، لیکن حال ہی میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ قطب شمالی پر جو برف جمی ہوئی ہے ایک وقت وہ آئے گا جب اس کا رخ صحرائے عرب کی جانب ہوجائے گا، جس کے نتیجے میں وہاں کے موسم میں تبدیلی آئے گی، بہ کثرت بارش ہوگی اور سبزہ و گھاس خوب اُگ آئیں گے، اس جدید سائنسی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ریگستان عرب کے سبزہ زار میں

تبدیل ہو جانے میں انسانی کاوشوں سے زیادہ اس قدرتی عمل کا دخل ہوگا اور یہ بات زیادہ قرین قیاس بھی ہے۔(خیرالمجالس ص ۱۲٦)

مرحوم میدان سیاست میں

مرحوم اپنی دیگر خوبیوں کے ساتھ سیاست کے میدان میں بھی اوروں سے کم نہیں تھے۔ دوراندیش قائد، مدبر، مفکر، ملت کے رہنما، بے لوث رہبر تھے۔ملکی مسائل سے برابر باخبر رہتے، حالات پر گہری نظر رکھتے تھے۔گاندھی، جواہر لال نہرو، ڈاکٹر مختار انصاری، سردار ولبھ بھائی پٹیل، اندرا گاندھی، محمد علی جناح مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کو دیکھنے اور ان کے خیالات سننے کا براہ راست موقع ملا تھا، اس لئے ذہن کانگریس کی طرف مائل تھا۔ بہت ممکن ہے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی شاگردی کی نسبت بھی اس سبب کا ایک حصہ ہو۔الیکشن کے موقع پر تقریر و تحریر اور خیالات سے کانگریس کی بھرپور حمایت کرتے۔ وزیراعظم من موہن سنگھ، صدر کانگریس سونیا گاندھی، رحمان خان، احمد پٹیل، عبدالرحمٰن انتولے، ارجن سنگھ، لالو پرشاد یادو وغیرہ سے گہرے تعلقات و مراسم تھے۔آخر تک کانگریس اتر پردیش کمیٹی کے نائب صدر رہے۔باوجود اس روابط کے حق گوئی میں کسی کی ملامت کی پراہ نہیں کرتے۔کانگریس لیڈروں کو اپنی خصوصی مجلسوں میں کہا کرتے تھے: اگر کانگریس اپنی پرانی روایات کے مطابق کام کرے تو وہ اس ملک کو بہت کچھ دے سکتی ہے، دوسری جماعتیں تو سوچے سمجھے اور بنا سوچے سمجھے اس ملک کو تباہ کر رہی ہیں، کانگریس کا مقابلہ فرقہ پرستی اور علاقائیت سے ہے، اور ان سب کے خاتمے کے لئے کانگریس کو نئی طاقت کی ضرورت ہے''۔

بابری مسجد کی شہادت کے ذمہ دار وزیراعظم، نرسمہا راؤ سے مرحوم کی ملاقات ہوئی، شاہ

صاحب نے بابری مسجد کی ازسرِ نو تعمیر پر زور دیا، وزیر اعظم نے کہا ''مولانا یہ کیا ضروری ہے کہ بابری مسجد اسی جگہ بنائی جائے؟ شاہ صاحب نے اسی کے لب و لہجہ میں جواب دیا: راؤ جی! یہ کیا ضروری ہے کہ آپ ہی وزیر اعظم رہیں''؟ راؤ سکتے میں آ گیا اور بات کا رخ بدل دیا۔

مدارس کی طویل تاریخ میں مرحوم غالبا ایسے پہلے عالم دین ہیں جنہیں ان کی پچاس سالہ علمی خدمات کے پیش نظر مرکزی حکومت نے قومی اعزاز کے لئے: ۲۰۰۳ء میں منتخب کر لیا تھا، اور یہ اعزاز آپ کو باقاعدہ ۶/ دسمبر ۲۰۰۵ء میں ملک کے منتخب علماء و دانشوران قوم و ملت کی موجودگی میں سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر پی جے ابوالکلام نے بدست خود راشٹر پتی بھون کے عظیم الشان ''اشوک ہال'' میں دیا۔ مرحوم نے اس وقت اپنے خطاب میں مدارس اسلامیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''مجھے ملنے والا حکومت ہند سے یہ اعزاز اس بات کی سند اور علامت ہے کہ مدارس اسلامیہ ہندوستان میں امن وسکون کے گہوارے ہیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی دہشت گردی نہیں ہے''۔

یاد رہے اس کے علاوہ بھی آپ کو دیگر عنوانات پر مختلف ایوارڈ مل چکے ہیں۔

سیاسی رہنماؤں میں قائداعظم، گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد، جواہر لال نہرو، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا وغیرہ پر ''لالۂ گل'' میں مرحوم نے اپنے انوکھے انداز سے جو خیالات پیش کئے ہیں ان کے مطالعہ سے بھی مرحوم کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرحوم کی سیاست کو سمجھنے کے لئے آپ کی ایک تحریر پر نظر کیجئے، کس انداز سے انہوں نے قوم کو سیاسی اعتدال کی دعوت دی ہیں، رقمطراز ہیں:

''اسلام نے کسی گوشہ کو تاریک نہیں رکھا، ہر جانب واضح اور اجلی ہدایات موجود ہیں، غلطی یہیں ہورہی ہے کہ کوئی مکہ کی قطعا مغلوبیت کا درس دے رہا ہے تو کوئی مدینہ کی کامل غالبیت کا۔ مجلس احرار کے ایک بزرگ راہ نما کے پوتے لدھیانہ سے چلے اور میرے لئے تلوار کا تحفہ لے کر آئے' مقصد یہ تھا کہ میں بھی عامیانہ سوچ کے تحت شمشیر بدست آپے سے باہر ہوکر کوئی کارزار گرمادوں اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے ساتھ اس معصوم ملت کے لئے بھی بربادی' تباہی کا سامان کروں اور خاتمہ پر ہزاروں بے گناہوں کی گردنیں بے سود کٹوا کر گوشہ عافیت میں ہمیشہ کے لئے بیٹھ جاؤں، تازہ تجربہ بابری مسجد کا ہے کہ پر جوش خطابت' بے ہنگم مظاہرے' بے مقصد کوشش' کبھی دھرنے' کبھی جلوس' بے منزل سفر، اور جب بھٹی گرم ہوگئی تو ہزاروں کو ذبح کراکر' یتیم بناکر' بیواؤں کی قطار تیار کراکر' کاروبار لٹاکر' یہ قائد کچھ غائب از نظر ہوگئے تو کچھ آج بھی پوری ڈھٹائی اور بے حیائی سے کام لیتے ہوئے کبھی مراسلے داغتے ہیں تو کبھی نگارش کے بم چھوڑتے ہیں' کسی پارٹی سے معافی کا مطالبہ کرتے ہیں اور خود انہیں ببارگاہ غفار آج تک اپنے گناہوں کی توبہ کی توفیق نہیں ہوئی کہ سب سے بڑے مجرم تو یہی ہیں۔

موجودہ ہندوستان میں احقر کو تو یہ چند کام بنیادی نظر آتے ہیں: اولا مسلمان کو مسلمان رکھنا، اسلامی تشخص پر جمانا، تعلیم کی راہیں ہموار کرنا اور آسودہ روزگار کی فراہمی وغیرہ۔

اول الذکر کام تو تبلیغ' مدارس وغیرہ انجام دے رہے ہیں۔ تعلیم میں وسعت' پھیلاؤ اور ہر طرح کی تعلیم کے لئے تنظیمیں سامنے آئیں۔ مرکزی نقطہ کار صرف یہ ہے کہ صاف ذہنیت غیر مسلموں کو آگے بڑھا کر کام لے لیا جائے، یہ صاف ذہن پورے ہندوستان میں بکھرا ہوا ہے اسے سمیٹنے' یکجا کرنے کی ضرورت ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ فرقہ پرستی اگر شکست

کھائے گی تو صرف غیر فرقہ وارانہ غیر مسلم ذہنیت سے، کاش کہ اس نکتہ کو میری قوم سمجھ لے اوراس میں بھی ویسے اعتدال کی ضرورت ہے جو.........صاحب کی قطعی مغلوبیت سے بھی دوراور...... بابری مسجد کی حماقتوں سے بھی بہت فاصلہ پر ہو‘‘۔(لالۂ گل ص ۲۵۰)

۱۹۸۲ء میں دارالعلوم کے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے آپ کانگریس سے بدظن ہوگئے، اوراس سے علیحدہ ہوکر بھارتیہ جنتا پارٹی کی شمولیت اختیار کرلی تھی، بھارتیہ جنتا پارٹی نے ان کی آمد کا پرتپاک استقبال کرتے ہوئے آپ کو مجلس منتظمہ میں شامل کرلیا (جبکہ پورے ملک کی مجلس منتظمہ چند ممبران‘ غالباً انیس یا اکیس افراد پر مشتمل تھی اور جس میں سکندر بخت‘ عارف بیگ کے بعد شاہ صاحب تیسرے مسلم ممبر تھے‘ جو اس کی مجلس منتظمہ کے رکن نامزد کئے گئے) مگر جلد ہی مرحوم کو اپنی غلطی کا اعتراف ہوگیا اور انھوں نے بلا تکلف اس پارٹی سے اپنے تعلقات فوری طور پر منقطع کرلئے۔

سلوک وتصوف کے میدان میں

سلوک وتصوف کے متعلق مرحوم کی ایک تحریر پڑھئے!:

’’اسی کتاب کے انہیں صفحات میں سلوک سے متعلق میرے جاہلانہ نظریات آپ کے مطالعہ میں آئیں گے، اور یہ عرض کرچکا ہوں کہ نہ تصوف کے تمام سرمایہ سے کارہ ہوں اور نہ جاہلانہ رسوم جن کو تصوف کا نام دیا گیا قبول کرنے کے لئے طبیعت آمادہ۔ تیرہویں و چودہویں صدی میں صرف حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلوک وتصوف سے عقیدت اوران کے افکاروتعلیمات سے وابستگی رکھتا ہوں‘‘۔(لالۂ گل ص ۷۸)

بیعت کا تعلق اپنے استاذ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے تھا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ: حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے میری بے پناہ

محبت وعقیدت سنی سنائی باتوں کی وجہ سے نہیں ہے کہ کوئی اندھی عقیدت کہہ کر مسترد کردے بلکہ عظمت وتقدس کے نقوش ذاتی مشاہدات اور شخصی تجربات کے بنا پر قائم ہوئے ہیں۔

(خیر المجالس ص۱۴۲)

اصلاح کے سلسلہ میں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ وحضرت شاہ وصی اللہ صاحب کے یہاں متعدد بار حاضری دی۔ آپ کو حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد انور لائل پوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم، اور حضرت مولانا حکیم محمد اسلام صاحب میرٹھی سے خلافت حاصل تھی۔ بہت اہتمام سے یومیہ معمولات کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں پورا فرماتے تھے۔

ملفوظات

وحی کی تعداد

فرمایا ......: حضرت عیسی وحضرت آدم علیہما الصلوۃ والسلام پر کل دس دس مرتبہ وحی نازل ہوئی، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر پچاس مرتبہ، اور آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام پر اڑتالیس بار، مگر حضور اکرم ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ وحی کا نزول ہوا۔

اندازہ لگایئے کہ حضور ﷺ کو کس قدر شدید تکلیف سے گذرنا پڑا ہوگا، کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ کوئی شخص محض اس موہوم امید پر کہ لوگ اس کے پیروکار بن جائیں، چوبیس ہزار بار ایسی شدید تکالیف سے خود کو دوچار کرسکتا ہے؟۔ (خیر المجالس ص۷۴)

تارک نماز کی بابت دلچسپ گفتگو

فرمایا: ......امام بیہقی رحمہ اللہ نے جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کی بابت امام شافعی اور

امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ سے ہونے والی دلچسپ گفتگو نقل کی اور لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے فرمایا:

’’میں نے سنا ہے کہ آپ جان بوجھ کر نماز چھوڑے والے کو کافر‘ مرتد اور اسلام سے خارج کہتے ہیں؟ امام احمد نے فرمایا: ہاں! اس پر امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس شخص کے ایمان لانے کیا شکل ہوگی؟ تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ نماز پڑھے، اس پر امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ کافر کس طرح نماز پڑھ سکتا ہے؟ اس پر امام احمد رحمہ اللہ خاموش ہو گئے، ان سے کوئی جواب نہ بن پایا، مگر انہوں نے اپنے فتوے سے رجوع نہیں کیا۔ (خیر ص۹۹)

خاتمہ بالخیر کی دعا

فرمایا:......’’نوادر الاصول‘‘ کے مصنف حکیم ترمذی رحمہ اللہ بلند پایہ عابد و زاہد اور صوفی باصفا تھے، انہوں نے خود ایک جگہ لکھا ہے کہ: مجھے لاتعداد مرتبہ حضرت حق جل مجدہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، مجھے سب سے زیادہ اس بات کی فکر دامن گیر رہا کرتی تھی کہ خاتمہ بالخیر نصیب ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانہ خواستہ اس سے محروم رہ جاؤں، ایک روز حق تعالی کی زیارت ہوئی تو حق تعالی کی جانب سے میرے قلب میں ایک دعا ڈالی گئی، فرمایا گیا کہ: یہ دعا طاق عدد کے اعتبار سے جتنی بار ہو سکے روز پڑھا کرو، خاتمہ بالخیر کی دولت لازما نصیب ہوگی: ’’یا حی یا قیوم ‘ یا ذا الجلال و الاکرام ‘ اسئلک ان تحی قلبی بنور معرفتک دائما ابدا ‘ یا اللہ یا اللہ یا اللہ یابدیع السمٰوات و الارض ‘‘۔

(خیر المجالس ص۱۲۴)

اذان وختنہ واجب نہیں

فرمایا کہ: ......امام محمد رحمہ اللہ نے ختنہ چھوڑنے اور ترک اذان پر قتال کرنے کا فتوی دیا

ہے، اس سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اذان واجب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بات یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ شعار اسلامی کے ترک پر قتال کا فتوی دے رہے ہیں، اور اذان وختنہ دونوں شعائر اسلام ہیں، اس فتوے کی بنیاد پر اذان وختنہ کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(خیر المجالس ص ۱۴۱)

احناف کے دو طبقے

فرمایا کہ:......احناف کے دو طبقے بہت مشہور ہیں: عراقی اور ماوراء النہری۔ عراقیوں میں قدوری جرجانی مشہور ترین ہیں اور علماء ماوراء النہر میں صاحب بدائع الصنائع، فخر الاسلام بزدوی، کرخی، سرخسی رحمہ اللہ وغیرہ مشہور ہیں۔

عراقی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب نقل کرنے میں معتمد ہیں، اور ماوراء النہر کے علماء جزئیات کی تخریج اور اجتہاد سے کام لینے میں آگے ہیں۔ عراقی عام کو قطعی کہتے ہیں جبکہ ما وراء النہر کے علماء ظنی قرار دیتے ہیں، اکثر شوافع وحنابلہ بھی ظنی کے قائل ہیں، لیکن اباجی فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک بھی عام ظنی ہے، البتہ اتنی بات ملحوظ رہے کہ دلالت کے اعتبار سے قطعی ہے اور مراد کے اعتبار سے ظنی ہے۔ (ص ۱۴۳)

ابو یوسف! اب تم فقیہ ہو گئے ہو

فرمایا کہ:......ایک مرتبہ سفر کے دوران امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فجر کی نماز پڑھائی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ساتھ تھے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے سورۂ عصر اور سورۂ کوثر پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب رحمہ اللہ نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا: ’’ابا یوسف! کنت فقیھا‘‘ ابو یوسف! اب تم فقیہ ہو گئے ہو۔ (خیر المجالس ص ۱۸۳)

متفرقات

پھر پسر وارثِ میراث پدر کیوں کر ہو

مرحوم والد محترم حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم کے امین تھے، ان کے ملفوظات' واقعات' تفسیری وحدیثی نکات نوک زبان رہتے۔ علامہ کے کتابوں کو نئی ترتیب سے شائع کرا کر علوم انوری کی حفاظت اور اشاعت کا حق ادا کر دیا۔ ان کے علوم کی تجدید وتشریح و ترجمانی کا ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا اور آخر حیات تک اس طرف ہمہ تن مشغول رہیں۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو گراز بر ہو　　　پھر پسر وارث میراث پدر کیوں کر ہو

قوت حافظہ

قوت حافظہ بھی خوب تھا، کیا بعید ہے کہ اپنے استاذ ومرشد کے بتلائے ہوئے عمل کا بھی دخل ہو۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے ایک گرامی نامہ میں آپ کو تحریر فرمایا کہ:

''قوت حافظہ کے لئے بعد نماز عصر اول وآخر تین بار درود شریف پڑھ کر مع بسم اللہ ایک بار سورۂ سبح اسم پڑھیں، البتہ آیت ''سنقرئک فلا تنسی'' تین بار پڑھی جائے گی، داہنی ہتھیلی پر دم کر کے سینہ اور سر پر پھیر لیں''۔ (لالۂ گل ص ۸٦)

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف سے مبارکبادی

آپ کے علمی انہماک اور ''بخاری شریف'' و ''ترمذی شریف'' کی تدریس پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:

''بخاری شریف'' کی خبر میں نے سن لی تھی ''ترمذی'' کی خبر آپ کے خط سے ملی، اللہ

تعالیٰ بہت مبارک فرمائے اور والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے علمی ورثہ میں آپ کو ’’بخاری‘‘ اور ’’ترمذی‘‘ ہمیشہ کے لئے حوالہ کردے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کا صحیح جانشیں بنائے۔ آپ کا علمی انہماک اور حدیث سے ذوق وتعلق تو کثرت سے سنتا رہتا ہوں آپ کی علمی اشتغال کی خبریں میرے لئے بہت ہی مسرت کن ہے اور اس میں کوئی توریہ اور مبالغہ نہیں۔

مولوی صاحب! تقریری علماء تو بڑھتے جارہے ہیں مگر علمی اور کتابی علماء کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علوم وفیوض میں برکت عطا فرمائے‘‘۔ (لالۂ گل ص ۹۳)

دیوانوں کی جماعت میں ایک اچھے دیوانہ کا اضافہ ہوا

آپ کی تحریر صلاحیت پر بہت کچھ لکھا جاچکا، اور ابھی بہت لکھا جائے گا، میں صرف ایک حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ وہ بھی ایک ایسی شخصیت کا جن کی تحریر ہندوستان کے مشہور مصنفین اور ممتاز اہل قلم کی تحریروں میں نمایاں، بلکہ ان کے مقابلہ میں شاید و باید کوئی، یعنی حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ۔ موصوف آپ کی صلاحیت پر ان الفاظ میں گواہی دیتے ہیں:

’’ہر شخص کے رجحان ‘افتاد طبع‘ اس کی اندرونی صلاحیتوں کی نوعیت کو معلوم کرنے کے لئے صرف چند سطریں ارباب نظر کے نزدیک کافی ہوتی ہیں، خاکسار نے آپ کی کوئی مستقل تحریر تو نہیں دیکھی ہے صرف متعدد مکاتیب ہی سے سرفراز ہوا ہوں، لیکن ان خطوط میں بھی جو کچھ میں نے پایا ہے اس کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ ’’اسلام‘‘ کی جو خدمت قلم کی راہ سے انشاء اللہ آپ آئندہ کریں گے‘ اس کی توفیق آپ کو بخشی جائے گی اور گو چھوٹا منہ بڑی بات ہے، لیکن کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کشمیر کے سادات

کے ایک خانوادہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہونیوالی ہے‘‘۔......

’’بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ جس عمر میں آپ سے یہ کام بن پڑا ہے یقین دلاتا ہوں کہ اس عمر میں اپنے لئے تو اس کو شاید معجزہ ہی قرار دیتا‘‘۔.......

’’حق مقتدر و توانا سے مجھے امید ہے کہ بہت جلد دنیا آپ کے مضامین و مقالات کی پیاسی ہو جائے گی، کم از کم میں نے اطمینان کی سانس لی، شکر بجالایا کہ دیوانوں کی جماعت میں ایک اچھے دیوانہ کا اضافہ ہوا‘‘۔ (لالۂ گل ص ١٠٠ و ١٠١)

تحریر کا ایک نرالہ نمونہ

حیوان کے کرتب پر تحریر فرماتے ہیں:

’’اور یہ تو اپنا مشاہدہ ہے کہ خاکسار دلی میں ادارۂ شرقیہ میں مقیم تھا، غالباً کسی کے عقیقہ میں قربانی ہوئی، قصاب اپنے کام سے فارغ ہو کر روانہ ہو گیا تو پالتو بلی چھیچھڑوں کو نوچ رہی تھی، اچانک ایک کوا آ پہنچا، اس جنگ میں کوے کا پلا بہر حال کمزور رہا تو دوسرا کوا مدد کے لئے آ گیا اور اس نے اس قدر جلد اسکیم بنائی کہ اب بھی سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔ ہوا یہ کہ آنے والے کوے نے بلی کی دم کو اپنی چونچ میں دبایا، وہ اس اچانک حادثہ کا مقابلہ کرنے کے لئے کوے کی طرف متوجہ ہوئی تو دوسرا کوا بوٹی لے کر اڑ گیا، پھر دونوں مجاہدین نے مالِ غنیمت کو سامنے ہی کی دیوار پر بیٹھ کر تقسیم کیا۔ انسان خود کو کرتب باز سمجھتا ہے، جانوروں کے کرتب اور بھی حیرت انگیز ہیں۔ (حیات الحیوان ص ٢٦)

صاحبزادۂ محترم کی خدمت میں

صاحبزادۂ محترم مولانا سید احمد خضر صاحب مدظلہ کی خدمت میں دو درخواست پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک یہ کہ مرحوم کی حیات پر روشنی ڈالنے کے لئے دو روزہ سیمینار ضرور

کیجئے، مگراس سے زیادہ مفیداورآپ کے لئے قابل فخرصدقۂ جاریہ یہ ہوگا کہ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے وہ حواشی جوعلامہ شوق نیموی رحمہ اللہ کی ''آثارالسنن'' پر لکھے گئے ہیں اورمحفوظ بھی ہیں، کی ترتیب واشاعت کاعظیم کام جوابھی تشنۂ طبع ہے کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ماشاءاللہ حضرت مولانا ابوطٰہ محمد صغیرصاحب مدظلہم نے حضرت علامہ انورشاہ صاحب کی کتاب کی جس حسن خوبی سے ترجمانی کی ہے امید کہ وہ یہ کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ مرحوم نے جن کتابوں ورسائل پرمقدمے اورتقریظات تحریرفرمائی ہیں انہیں بھی الگ کتابی شکل میں شائع کیا جانا چاہئے، یقیناً ان میں مرحوم نے چندسطروں اورصفحوں میں کتاب کی روح کواس طرح لکھ دیا ہے کہ قاری حیران رہ جاتا ہے۔

من ذا الذی ما ساء قط

دارالعلوم دیوبند کے اختلاف کے بعدشاہ صاحب مرحوم کی شخصیت کے بارے میں دو رائے ضروررہی، ایک طبقہ مداح تو دوسرا تنقیدی۔ یادرہے کہ مرحوم بھی ہماری طرح انسان ہی تھے، زمانہ کی مصیبت یہ ہے کہ ہم ہرعالم کوفرشتہ دیکھنا چاہتے ہیں' جوناممکن ہے، بشری خامیوں اورکوتاہیوں سے کس کا دامن خالی؟ اوراورکون ہے جواپنے متقی ہونے کا دعوی کر سکے۔

من ذا الذی ما ساء قط   من له الحسنی فقط

کون ایسا ہے جس میں کوئی برائی نہ ہو؟ اورکس کے پاس صرف حسنات ہی حسنات ہوں۔

اللہ تعالی مرحوم کے حسنات کوقبول فرمائے اوران کی لغزشوں اورکوتاہیوں کومحض اپنے

فضل وکرم سے نہ صرف یہ کہ معاف فرمائے بلکہ مبدل بحسنات فرمائے۔

مکفرات للذنوب تعبیر پر مشتمل ایک خواب

مرحوم خود ''حیات الحیوان'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس ذرہ بے مقدار نے آج سے سالہا سال پہلے اپنی شدید علالت کے دوران خواب دیکھا کہ اپنے زینے سے اتر رہا ہے، زینہ اتنا تنگ ہے کہ پیٹ بھینچتا ہے، سیڑھیوں پر سالم نامی ایک شخص سے ملاقات ہوتی ہے اور بالکل نیچے اتر کر ایک قلعی گر سامنے کھڑا ہوا ہے۔ کچھ اجزاء تو اس خواب کے معاً سمجھ میں آ گئے، مثلاً پیٹ کے بھینچنے سے مراد پیٹ کی بیماریاں تھیں، سالم نامی شخص سے مقدمات سلامتی کا اشارہ تھا، لیکن قلعی گر والا جز سمجھ میں نہیں آیا تھا سالہا سال کے بعد ایک روز اچانک خیال آیا کہ اس طرف اشارہ تھا کہ یہ بیماری مکفرات للذنوب ہے۔

وفات وصدقۂ جاریہ

۱۹/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶/اپریل ۲۰۰۸ء بروز دوشنبہ آپ کی وفات کا حادثہ پیش آیا۔ مرحوم نے اپنی وفات سے ایک ایسا خلا چھوڑا جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن ہے، آپ کی وفات سے علم وفن، تاریخ وادب، انشاء ونگارش، اور بہت کچھ رخصت ہو گیا۔

مفید تصانیف، وقف دارالعلوم، معہد الانور، ماہنامہ ''محدث عصر'' مواعظ و ملفوظات، ہزاروں شاگرد، عالم صاحبزادے وغیرہ انشاء اللہ مرحوم کے لئے بہترین صدقۂ جاریہ ہیں۔

''تذکرۃ المرغوب'' پر مرحوم کی تقریظ

آخر میں مرحوم کا ایک گرامی نامہ اور دو تقریظیں جو راقم کے ایک رسالہ ''زمزم'' و ''تذکرۃ المرغوب'' کے لئے لکھی تھیں، کو نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کا مشہور صوبہ گجرات زرخیز، زرریز، زرافشاں ہے۔ یہاں کی روایت عجیب وغریب، یہاں کے طور طریق قابل رشک۔ عام وخاص کو خدا تعالیٰ کی جانب سے قلوب، قبول حق کے لئے مستعد مہیا کئے گئے۔ کمانے کی صلاحیت بے نظیر، کھلانے میں وسعت و حوصلگی بے مثال، داد ودہش بے مثل، محنت کے لئے جدوجہد بے عدیل۔ افریقہ کا سبزہ زار ہو یا برطانیہ کا زمستانی علاقہ، خلیجی ممالک کے ریگ زار ہوں یا آسٹریلیا کے مرغزار، ان کی تگ ودو کے لئے بعد المشرقین کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کی تخت وتاراج کے لئے شمال وجنوب کی حد بندیاں بے کار۔ یہ طفولیت میں وطن سے نکل جائیں تو ان کے دلوں میں نہ رنج والم، ان کے شباب دیار غیر میں بیت جائیں تو انہیں نہ کوئی فکر وغم۔

کمائیں گے، کھائیں گے، کھلائیں گے، لٹائیں گے، ان کے عناصر اربعہ۔ مدارس کی رونقیں ان سے، مساجد کی زینت کا سامان یہ۔ ایمان میں پختگی، اسلام میں صلابت، اعمال میں درستگی، نوافل میں اشتغال ان کا امتیاز۔ یہ تو عوام کی بات ہوئی۔ رہے ان کے خواص، تو علم دوست، دین پرور، دانش ودابر۔

ان ہی میں سے حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ بارہا شرف دید حاصل ہوا۔ ان کی علمی دلچسپیوں کو قریب سے دیکھا، ان کے ملفوظات سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لاجپور میں بستی سے بالکل علیحدہ دولت کدہ تھا، اس خلوت کو علوم

کی جلوت سے منور کئے ہوئے ، اور تنہائیوں میں دین ودانش کی مئے ارغوانی سے بقول غالب: ع

چہرہ فروغ مئے سے گلستاں کئے ہوئے

مولانا عبدالحق میاں سملکی مرحوم امیر مجلس خدام الدین کی معیت میں پہلے دید ہوئی، جو مجھ کندۂ ناتراش کے لئے ہلال عید تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد چمنستان میں فصل بہار آئی اور عندلیب دبستاں بے تکلف چہکنے لگا۔ کچھ فرماتے اور بطور حوالہ کتاب فوراً طلب فرماتے۔ خاص لب ولہجہ میں بھائی میاں کو آواز دیتے ’’بھائی میاں‘‘ لیجئے؟ کتاب ہاتھ میں ہے اور مولانا حوالہ کی نشاندہی فرمارہے ہیں۔ مجلس کیا تھی؟ علم وعرفان کی بارش، خود آگاہی و حقیقت تک رسائی کا جلوہ صدرنگ۔ اب اس طرز کی شخصیت نایاب، اس انداز کے انسان کمیاب: ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

بڑا اچھا ہوا کہ مرحوم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے حفید جو خود بھی ’’مرغوب نام‘‘ رکھتے ہیں، نے گجرات کی اس مایۂ ناز شخصیت کی جامع سوانح لکھ کر اپنے جد امجد کی جانشینی کی شہادت مہیا کی۔ تحریر صاف وستھری، انشاء سیدھی سادھی، نہ تکلفات کی بھرمار نہ بناوٹوں کا انبار، پڑھیئے تو سرمۂ دیدۂ عقیدت، دلوں کا زنگ دور کرنے کے لئے شافی دوا۔ خدا تعالی صاحب سوانح کی طرح اس تذکرہ کو بھی قبولیت ومقبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین اور مؤلف سلمہ کو فیض بخش تحریر منفعت خیز نگارش سے دولت بداماں۔

انظر شاہ

نزیل برطانیہ ١٧/رمضان ١٤٢١ھ

رسالہ ''زمزم'' پر مرحوم کی تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موسم مختلف، آب وہوا کا اختلاف مشاہد ہے اور خود ہماری اس دنیا میں کشمیر کا پانی صحت بخش، چشمۂ شاہی کے چند گھوٹ جانفزاں، جب یہ سب کچھ ہے تو ''زمزم'' کی برکات و ثمرات کا انکار کہاں کی عقلمندی ہوگی؟ صدیوں سے لاکھوں اور کروڑوں نے یہ مشروب روح افزا استعمال کیا، اس کے فوائد اس کے منافع محسوس کئے، موجود پائے، پھر اہل ایمان کے لئے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات متعلقہ ''زمزم'' برہان قاطع ہیں۔

اور یہ عجوبہ تو دنیا دیکھ رہی ہے اور دیکھتی رہے گی کہ کنوئیں خشک ہو جاتے ہیں، تالاب سوکھ جاتے ہیں، دریا اتر جاتے ہیں، چشموں کے سوتے سوکھ جاتے ہیں، مگر صدیوں کے الٹ پھیر اور کروڑوں انسانوں کے استعمال کے باوجود منبع زمزم بدستور جاندار وتوانا، نہ اس کی حیات بخش تاثیر میں کوئی کمی اور نہ صحت افزا اثرات میں کوئی خلل۔

مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری جن کے جدامجد کی زیارت کا شرف اس ذرۂ بے مقدار کو حاصل اور جن کے والد محترم ''بھائی میاں'' کی طفولیت میرے دل کی یاد اور آنکھوں کے لئے گھومتے پھرتے مناظر نے ''زمزم'' سے متعلق تفصیلات کا مرقع تیار کیا۔

گفتگو کے گوشے دور تک پھیلے ہوئے، ذہن میں ابھرنے والے ہر سوال کے جواب کے لئے قرآن وحدیث، تاریخ وواقعات، شواہد ومشاہدات، ہر چیز مہیا۔

خدا تعالی اس تالیف کو ''زمزم'' کی طرح بابرکت ومثمر بنائے، دماغوں کے لئے یہ ھنیاً منیاً غذا اور قلوب کے لئے حیات بخش ثابت ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ انظر شاہ

٢٩/صفر ٢٠ھ

راقم الحروف نے ۱۴۱۵ھ میں مولانا محمد میاں صاحب کے حالات پر ایک مضمون لکھا تھا جو اس وقت مختلف رسائل میں شائع بھی ہوا۔ میں نے مضمون کی ایک کاپی حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھی ارسال کی کہ اسے پندرہ روزہ ''ندائے دارالعلوم'' وقف دیوبند میں شائع فرمادیں اس پر موصوف کا یہ جواب آیا:

مکتوب حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمہ اللہ

محترمی مولانا مرغوب احمد صاحب سلمہ

سلام مسنون

مرسلہ مضمون پہونچا' پڑھ کر حاجی صاحب رحمہ اللہ کی یاد تازہ ہوگئی۔

گجرات کی سرزمین میں اس طرح کی مثالی شخصیتیں بہت سی رہیں، لیکن ان پر لکھنے والا کوئی نہیں، چنانچہ یہ تاریخی اشخاص فراموشی کے دبیز غبار کے تحت چھپا کریں گے، آج تک کسی کو ان پھول کو بھی منظر عام پر لانے کی توفیق نہ ہوئی جو گجراتیوں نے غیر ممالک میں انجام دیئے، کتنی مساجد تیار کردیں' کتنے مدرسے بنادیئے' کتنے اسکول کھولے اور کس قدر علمی اداروں کی تعمیر وترقی میں گراں قدر حصہ لیا۔

درحقیقت یہ خود علماء گجرات کا قصور ہے کہ وہ اپنی زمین کے لئے کچھ نہ کرسکے۔ مضمون ضرور چھپے گا ان شاء اللہ۔ سب کو سلام کہئے۔

انظر شاہ

حضرت مولانا سلیمان صاحب بارڈولی رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......۱۴۳۰ھ۔

مرحوم اپنے پیچھے دو عالم اور ایک حافظ صاحبزادے چھوڑ گئے ہیں، جو ان کے نامۂ اعمال میں بیشمار نیکیوں اور بلندیٔ درجات کا سبب بنیں گے۔

مرحوم کی دینی خدمات، خاص طور سے ''مجلس خدام الدین'' کے ذریعہ نہ جانے کتنے مکاتب ورفاہی کام اللہ تعالی نے آپ سے لئے ہوں گے، یقیناً آپ کے لئے عظیم صدقۂ جاریہ ہیں۔ برسوں گجرات کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ ڈابھیل کے شوری کے ممبر بھی رہے، آپ کے مفید مشوروں سے جامعہ کو جو فائدہ ہوا اس میں بھی آپ کا حصہ رہا۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۵/ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۳/نومبر ۲۰۰۹ء،

بروز منگل

حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......۱۴۳۱ھ۔

مولانا مرحوم عمدہ صفات کے مالک تھے۔اللہ تعالی نے اچھی استعداد سے نوازا تھے۔ کامیاب اور مقبول مدرس تھے۔حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ جب بیمار ہوتے تو آپ سے فرماتے: مولانا ہمارے خاندان کی عمریں کم ہوئی ہیں' بڑا ڈر لگتا ہے تو مرحوم جواباً فرماتے: آپ دھلیوی ہیں' دھلے دھلائے ہیں، ڈر تو ہمیں ہے کہ ہم مدھیہ پردیش کے ہیں اور''مدھیہ'' درمیان کو کہتے ہیں اور درمیان والا چاروں طرف سے ملوث رہتا ہے۔ایک مرتبہ حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میری درسگاہ (حضرت مولانا) شیر علی اور (حضرت مولانا سید) ذوالفقار (صاحب) کے درمیان میں ہے' اللہ ہی خیر فرمائے۔اس پر مرحوم نے فرمایا کہ: تلوار اور شیر کے درمیان''ابن شجاع'' ہی رہ سکتا ہے (حضرت رحمہ اللہ کے والد ماجد کا نام''شجاع الدین'' تھا)

مرحوم نے جم کر استقامت کے ساتھ' طویل عرصہ تدریسی خدمات انجام دیں' اور ہزاروں تلامذہ یادگار چھوڑیں' جو مرحوم کے لئے یقیناً صدقۂ جاریہ ہوں گے۔تدریس کے ساتھ انتظامی لائن سے بھی فلاح دارین کو خوب فیض پہنچایا۔چند تصانیف بھی صدقۂ جاریہ ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۳؍ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ مطابق ۹؍اپریل ۲۰۱۰ء، بروز جمعہ

ذکرسعید

ولادت:......۔

وفات:......۲۵/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۱/مارچ ۲۰۱۰ء۔

یعنی: حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

مدیر ماہنامہ ''بینات'' اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ' جامعہ امینہ للبنات کے شیخ الحدیث' دسیوں تصانیف کے مصنف' صاحب قلم' حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری رحمہ اللہ کو: ۲۵/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۱/مارچ ۲۰۱۰ء کو نامعلوم افراد نے شہید کردیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اوصاف وکمالات

مرحوم بڑی صفات کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے تدریسی' تقریری' تصنیفی' خانقاہی' اور رفاہی وملی مختلف النوع خدمات لیں۔ باوجود ان خدمات کے تواضع وعاجزی' ملنساری' مہمان نوازی' حب شہرت وحب جاہ سے دوری' کبر وبڑائی سے نفرت' وغیرہ اوصاف کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر یہ خاص فضل واحسان رہا کہ زندگی بھر کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا، بلکہ وقت کے اکابر وبزرگان دین کی مشاورت وراہ نمائی ہمیشہ شامل حال رہی۔

مرحوم نے جم کر استقامت کے ساتھ' طویل عرصہ تدریسی خدمات انجام دیں' مفید تصانیف صدقۂ جاریہ چھوڑیں۔ اپنے شیخ کے علوم کی اشاعت کی ایسی حرص دیکھی جو کسی شیخ کے خلیفہ میں کم دیکھی گئی۔ فرماتے تھے: میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی کوئی چیز شائع نہ ہو' مگر میرے شیخ رحمہ اللہ کی ایک ایک سطر شائع کروں۔ اور واقعی ایسا کر کے بھی دکھایا۔ حضرت شہید رحمہ اللہ کی کتابیں' مواعظ ومختلف مضامین کو اعلیٰ معیار سے طبع کرایا۔ مثلاً ''گمراہ کن عقائد ونظریات اور صراط مستقیم'' ''دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار'' ''رسائل یوسفی'' ''حسن یوسف'' ''شخصیات وتأثرات'' وغیرہ۔ حضرت کے فتاویٰ پر تخریج وحوالہ کا محنت طلب اور مشکل ترین کام شروع فرما کر ایک معتدبہ حصہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی ''حجۃ الوداع وعمراۃ النبی ﷺ'' کس قدر علمی وتحقیقی کتاب ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرضیت حج کے بعد جو حج فرمایا، اس کی تفصیلات کتب احادیث میں اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئیں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے کلام کیا اور ہزار ورق سے زیادہ میں اس پر بحث فرمائی، مگر روایات کے کثرت اختلاف کی وجہ سے محدثین کی ایک جماعت بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئیں، کیونکہ ان کے طرق اور ان کے درمیان تطبیق وترجیح میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے کب سفر کی ابتدا فرمائی؟ ذوالحلیفہ کب پہنچے؟ وہاں کتنی نمازیں پڑھیں؟ احرام کب باندھا؟ تلبیہ کب پڑھا؟ سفر کیسے طے فرمایا؟ بیت اللہ کب اور کس انداز سے پہنچے؟ عمرہ کس طرح ادا فرمایا؟ حج کے افعال وارکان کس طرح کیے؟ مکہ معظّمہ میں قیام کتنے دن رہا؟ مدینہ طیبہ کب واپس تشریف لائے؟ ان تمام باتوں کی تفصیل کے لئے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی یہ کتاب کافی مواد لئے ہوئے ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی ''زاد المعاد'' میں درج تفصیلات اور ''مشکوۃ شریف'' میں مذکور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بنیاد بنا کر اس پر تعلیقات لکھیں اور تمام تفصیلات کو شرح وبسط سے جمع فرمایا، مگر چونکہ یہ کتاب عربی میں تھی' حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے اس کا اردو ترجمہ فرمایا' جو کئی مرتبہ مختلف مطابع سے شائع ہوا، اس پر جدید انداز سے مفید کام کر کے مرحوم نے اس کو جس طرح سہل بنایا وہ یقیناً اس خدمت پر اہل علم کی طرف مبارک بادی کے مستحق ہیں۔

مرحوم نے ایک جماعت تیار کر لی تھی جو ان کے ساتھ حضرت شہید رحمہ اللہ کی تصانیف

اور ان کی علمی و تالیفی خدمات کی جدید طباعت کے لئے ہمہ وقت مستعد تھی۔ اللہ کرے مرحوم کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔

مرحوم خود بھی صاحب قلم تھے، خوب لکھتے تھے، باطل کے خلاف آپ کا قلم صحیح معنوں میں اپنے شیخ کا حقیقی وراث تھا۔ حضرت شہید رحمہ اللہ کی طرح ہر فرقۂ باطلہ کے خلاف مرحوم نے جو کچھ لکھا' وہ ان ہی کا حصہ تھا' جو احقاق حق کے ساتھ ان کی ہمت مردانہ کا بھی بین ثبوت ہے۔

حکومت وقت کی غلط پالیسی پر بھی مرحوم نے خوب قلم چلایا اور ''کلمة حق عند سلطان جائر '' کا حق ادا کردیا۔ کئی مرتبہ راقم نے ان سے کہا کہ: مولانا ذرا حکمت سے کام لیجئے اور اپنی جان پر رحم کیجئے، دیکھتے نہیں بنوری ٹاؤن کے اکابر کس طرح دشمنان اسلام کی نظر میں ہیں، مرحوم کا ایک ہی جواب ہوتا تھا: میری موت کا وقت طے ہے' میاں! شہادت کی فضیلت کس کو نصیب ہوتی ہے؟ میں نے کہا: مولانا پھر بھی سبب کے درجہ میں حفاظتی تدبیر کے لئے کوئی مسلح پہرہ دار رکھا کیجئے! فرماتے: دعائے انس کا اہتمام کرتا ہوں، باقی اللہ کی مرضی۔

ظالم' قاتل و جابر کے ظلم و اذیت سے محفوظ رہنے کی مجرب دعا

دعائے انس یہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حجاج نے ایک موقعہ پر قتل کی جب دھمکی دی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج سے کہا: تم ہرگز نہیں کر سکتے، ہمیں حضور پاک ﷺ نے شیطان مردود اور متکبر ظالم سے حفظ کی دعا بتادی ہے' جس سے میں حفاظت حاصل کرتا ہوں، حجاج نے گھٹنے ٹیک دیئے اور پوچھا وہ کیا ہے؟ ہمیں بھی سکھا دو! فرمایا: تم اس کے اہل نہیں، چنانچہ ان کی آل و اولاد سے اس کی کوشش کی مگر وہ پا نہ سکا، اور سہل کو ان

کےلڑکے نے بتادیا۔وہ دعا یہ ہے:

''بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ ، بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ ، بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَ مَالِیْ ، اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ رَبِّی لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَئْیاً، اَللّٰھَمَّ اَجِرْنِیْ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ رَّجِیْمٍ وَمِنْ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ، اِنَّ وَلِیَّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ''۔(الدعاءالمسنون ص۳۸۹)

اسلام اورمسلمانوں کے خلاف اخبارورسائل میں جب کسی کی تنقید آتی تو مرحوم بے چین ہوجاتے اوران کی رگ حمیت بھڑک جاتی اوران کے خلاف جب تک نہ لکھتے آپ کو چین نہ آتا۔ماہنامہ''بینات'' کےصفحات اس کے شاہد ہیں۔

روزنامہ''جنگ'' کےمشہورکالم نگارجناب حامدمیرصاحب نے ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلاف چندسطریں لکھ دیں،مرحوم نے ان کا خوب تحقیق سے کامیاب تعاقب کیا۔

اشاعتِ علم کے حریص

مرحوم کواللہ تعالی نے اشاعت علم کا حریص بنایا تھا،اپنے شیخ کےعلوم کی اشاعت کا تو انہوں نے حق ادا کردیا،ان کے علاوہ اوراکابر کے قیمتی علمی ذخیرے امت کے سامنے پہنچ جائیں اس کے بھی مرحوم متمنی رہتے تھے۔چنانچہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہلوی رحمہ اللہ کےعلوم ومعارف کو''معارف بہلوی'' کے نام سے چارضخیم جلدوں میں تسہیل وترتیب سے شائع کیا۔جن میں حضرت بہلوی کے تقریبا:۴۵ ررسائل ومضامین جمع کردیئے ہیں، اس کے شروع میں ایک تفصیلی مقدمہ ہے جس میں حضرت رحمہ اللہ کی سوانح وسیرت کو

بڑے خوبصورت انداز سے مفصل تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب احمد پوری رحمہ اللہ[۱] کی کتاب ''خطبات بھاولپور کا علمی جائزہ'' مرحوم ہی نے شائع کی۔

مرحوم کے قلم سے اکابر و بزرگان دین کے حالات سینکڑوں صفحات میں شائع ہو چکے ہیں۔ بلا ریب وہ حالات وتذکرے' مرحوم کی اکابر سے عقیدت ومحبت کے شاہد ہیں۔ بعض حضرات پر ایسے طویل مضامین تحریر فرمائے جو مستقل ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گئے۔ اپنے شیخ حضرت لدھیانوی' مفتی جمیل احمد خان' حضرت بہلوی رحمہم اللہ کے تذکرے مستقل رسالے ہیں۔ مولانا منظور الحسینی صاحب رحمہ اللہ پر تو ایک کتاب ہی تیار کر دی۔

مرحوم کو اللہ تعالی نے بچپن ہی سے بزرگوں سے وابسطہ فرما دیا تھا اور اللہ کی شان کہ آخر تک آپ اکثر بزرگوں کے منظورِ نظر رہے۔ آپ کے والد ماجد جناب جام شوق محمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمہ اللہ سے مرحوم کو بچپن ہی میں بیعت کروادیا تھا۔ مرحوم کے قلم سے اس کی تفصیل پڑھنے کے قابل ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''ہوا یوں کہ حضرت بہلوی رحمہ اللہ اپنے عزیز داماد اور جلال پور پیروالا کے مشہور حکیم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ کے گھر جلال پور تشریف لائے تھے۔ صبح نماز کے بعد حکیم صاحب کے گھر سے باہر سب خدام کی موجودگی میں حضرت بہلوی رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے۔ لوگ حضرت کے ارد گرد پروانہ وار جمع تھے اور اپنی اپنی ضرورتوں اور مشکلات کے حل اور دعاؤں کی بابت عرض کر رہے تھے، کوئی تعویذ لے رہا تھا' تو کوئی بیعت

---

[۱]......موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے! ص:۸۰۔

کی درخواست کررہا تھا، اتنے میں میرے والد ماجد نے مجھے حضرت بہلوی کی خدمت میں پیش کردیا اور درخواست کی کہ: حضرت! یہ میرا چھوٹا بیٹا ہے' اسے بھی اپنی ارادت میں شامل فرمالیں۔ حضرت نے بلاتوقف نہایت محبت وشفقت سے مجھے اپنے پاس بٹھالیا، اور میں حضرت کے پہلو میں آپ کے گھٹنے کے ساتھ نہایت بے تکلفی سے جڑ کر بیٹھ گیا۔ پیری مریدی کیا ہوتی ہے؟ بیعت کیا ہوتی ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟ اور کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا صحیح معنی میں نہ اب ادراک ہے اور نہ اس وقت تھا۔ بہرحال حضرت والد صاحب کے حکم سے آگے ہوگیا اور حضرت کے قریب بغیر کسی ڈر اور خوف کے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ میرے والد ماجد کی قبر کو نور سے بھردے' کہ انہوں نے مجھے شروع ہی سے بزرگوں سے جوڑے رکھنے کی کوشش فرمائی۔ جب میں حضرت بہلوی رحمہ اللہ کے قریب ہوا تو حضرت نے کیا فرمایا؟ یہ تو یاد نہیں، البتہ اتنا یاد ہے کہ حضرت نے فرمایا: سینے سے کپڑا اٹھاؤ! میں نے جب کپڑا اہٹایا تو حضرت نے دل' سینے اور کئی جگہ انگلی رکھی اور زور سے فرمایا: ''اللہ'' اس طرح حضرت نے گویا میرے لطائف جاری فرمادیئے۔ بلاشبہ یہ حضرت کی تواضع' شفقت' محبت اور اپنائیت کا اثر تھا کہ اس کے بعد راقم کو حضرت سے غیر اختیاری طور پر ایسی محبت ہوگئی جیسے کسی بیٹے کو اپنے باپ سے ہوا کرتی ہے، پھر تو زندگی بھر حضرت کی محبت کا اسیر ہی رہا''۔

(معارف بہلوی ص ٨٥ ج١)

راقم سے تعلق ومحبت

مرحوم راقم سے بہت محبت فرماتے، متعدد مرتبہ طویل صحبت میں بیٹھنے اور ان کی معیت میں دعوت کھانے کا اتفاق ہوا۔ میرے کئی مضامین ماہنامہ ''بینات'' میں شائع فرمائے اور جب میں نے بھیجنا چھوڑ دیا تو برابر تقاضہ فرماتے، ملنے پر خوش ہوتے۔

ایک مرتبہ رات کے دو بجے حرم محترم میں ملاقات ہوگئی۔ میں طواف سے فارغ ہوکر ہجوم کی وجہ سے مطاف کے کنارے دوگانہ کی تیاری میں تھا کہ مرحوم بھی طواف سے فارغ ہوکر پہنچے، نماز کی ادائیگی کے بعد لمبی مجلس ہوئی، مفید باتیں فرماتے رہیں، کچھ میری بھی الٹی سیدھی سنتے رہے۔ میں نے کہا: مولانا! دعا فرمائے: اس پر یہ دعا دی: ''اللہ تعالی اپنا بنائے اور اپنے کام میں لگائے'' پھر ایک بزرگ کا مقولہ نقل فرمایا کہ: وہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ اپنا بنا اور اپنے کام میں لگا'' میرے دل کو یہ مختصر اور جامع دعا ایسی لگی کہ اس وقت سے اب تک برابر اس کے مانگنے کا معمول جاری ہے۔

ایک سفر میں راقم مسجد نبوی (ﷺ) میں اخیری عشرہ کا معتکف تھا، اچانک ملاقات ہوگئی، مرحوم بھی معتکف تھے، میں نے کہا سخت نزلہ ہوا ہے' دعا فرمائے اللہ تعالی خیر کا معاملہ فرمائے، دعا دی اور تھوڑی دیر میں ایک ڈاکٹر صاحب کو لے کر میری جگہ پر تشریف لائے اور ان کے سامنے میرا ایسا تعارف کرایا کہ ندامت سے میرا سر جھک گیا اور شرمندگی سے مجھے کلام کی ہمت تک نہ ہوئی، پھر ان سے دوائی کی درخواست کی، ڈاکٹر صاحب نے چار گولیاں نکالی اور ایک ہی وقت میں سب پلا دیں' مجھے فکر بھی ہوا کہ ایک ساتھ چار گولیاں کہیں اور مرض کا سبب نہ بن جائیں، مگر مرحوم کی توجہ و دعا تھی یا ڈاکٹر صاحب کا تجربہ کہ ایک ہی مرتبہ میں ایک دو گھنٹے گزرے کہ مجھے افاقہ محسوس ہوا اور صبح کو اس حال میں اٹھا کہ بیماری کا نام ونشان تک نہ رہا۔

ایک سفر میں' میں مسجد نبوی ﷺ ہی میں معتکف تھا' روزانہ ملاقات رہتی تھی' ظہر سے قبل اس حال میں تشریف لائے کہ ہاتھ میں معمولی زخم تھا' جس میں کچھ خون کے آثار تھے' دکھا کر فرمایا: یہ ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: آپ خود مفتی ہیں' آپ کے فتاوی

روزنامہ ''جنگ''میں شائع ہوتے ہیں' اور فتوی مجھ سے پوچھتے ہیں' میں تو مفتی نہیں، فرمایا مسئلہ ہی بتادے! میں نے ہاتھ کو بغور دیکھ کر کہا: ناقضِ وضو نہیں، اس پر فرمایا کہ: مولوی کو اپنا مسئلہ دوسرے سے حل کرانا چاہئے ورنہ نفس و شیطان مکر میں ڈال دیتا ہے۔ یہ مرحوم کی احتیاط کی بات تھی۔

اپنے شیخ کی صحبت اوران کے فتاوی کی جمع وترتیب میں آپ کا مکمل حصہ تھا' اس لئے مسائل وفقہی جزئیات خوب ازبر تھے۔ خصوصاً حج کے مسائل برجستہ بتلاتے اوراس طرح سمجھاتے کہ سائل کوتشفی ہوجاتی۔ مدینہ منورہ میں متعدد بار ایک ساتھ اعتکاف کا موقع ملا' مرحوم کی جگہ مجھ سے تھوڑے سے فاصلہ پر ہوتی تھی' مگر روزانہ کچھ وقت ساتھ گذرتا تھا، مختلف مسائل پر بات ہوتی، اہل اللہ کے واقعات سناتے ، اپنے حضرت کے سفر حج و رمضان کے واقعات بڑے لطف اورمزہ لے لے کر سناتے۔ معلوم ہوتا تھا انہیں اپنے شیخ سے محبت ہی نہیں عشق ہے۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی وفات پر جو مضمون تحریرفرمایااس میں لکھتے ہیں:

''سچی بات یہ ہے کہ جب تک ہمارے شیخ حضرت اقدس حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ حیات رہے' ہم نے کسی دوسرے بزرگ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا، جب حضرت شہید کی شفقتوں کا سائبان ہمارے سروں سے ہٹا تو شفقت ومحبت والفت کے سائے کی تلاش میں ادھرادھر دیکھنا شروع کیا''۔

(ماہنامہ ''بینات'' جمادی الاخری ۱۴۳۰ھ، مطابق جون ۲۰۰۹ء)

اپنے شیخ سے محبت ہی کا ثمرہ تھا' وعظ وتقریر میں انہیں کا طرز اپنانے کی پوری کوشش کرتے اوراس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوگئے۔ فرماتے تھے کہ میں بہت تیزی سے

بولنے کا عادی تھا اور تقریر میں بھی الفاظ بہت جلدی سے ادا کرتا تھا' مگر میرے شیخ رحمہ اللہ کی تقریر سن کر مجھے شوق ہوا کہ آہستہ آہستہ بولوں، چنانچہ بڑی مشق اور محنت کے بعد حضرت کی طرح آہستہ بولنے پر قادر ہوگیا۔

ایک مرتبہ پوچھا: اعتکاف میں سحری کا کیا نظام ہے؟ میں نے کہا: افطار اور سحری دونوں ساتھ ایک ہی وقت تراویح کے بعد ہوجاتی ہے۔ فرمانے لگے آج سے دونوں وقت کا کھانا میرے ساتھ ہوا کرے گا، میں نے کہا: سحری کرلیا کروں گا، چنانچہ کئی راتیں سحری مرحوم کے ساتھ ہوتی تھی۔

میں نے کئی مرتبہ کہا کہ: آپ ہر سال ختم نبوت کے جلسہ میں تشریف نہ لایا کیجئے، اس لئے کہ یہاں تقریر کرنے والوں کی کمی نہیں اور آپ وہاں علمی خدمات تصنیف وتالیف' درس وتدریس' وعظ وخطابت' جیسے مفید اور اہم کاموں میں مشغول ہیں، کیوں ان کاموں کا حرج فرماتے ہیں؟ تو فرمانے لگے: میاں! ہم تو امیر کے تابع ہیں' جہاں جس وقت جو حکم ہو' لبیک، اور ختم نبوت کے لئے میری زندگی کا ہر سانس و ہر لمحہ وقف ہے' اس کے لئے تو مجھے جس وقت' جہاں کہیں جانا ہو' کوئی عذر نہیں، میاں! اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ لے کہ تو نے میرے نبی ﷺ کی ختم نبوت کے سلسلہ میں کچھ محنت کی؟ تو کیا جواب دوں گا۔

ایک اور موقع پر جب مرحوم ایک شہر میں رات کو پہنچے' خیال تھا فلاں جگہ رات گذاریں گے' مگر وہاں نہ معلوم کن وجوہات سے شب باشی کا نظام نہ ہوسکا' جس کی مرحوم نے میرے سامنے دبے دبے الفاظ میں شکایت بھی کی کہ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ برطانیہ کے کچھ اہل علم حضرات باہر سے آئے ہوئے واقف مہمانوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک بھی کرسکتے ہیں؟ میں نے اس پر چند مدافعانہ وجوہات بھی عرض کیں' پھر میں نے

عرض کیا کہ میں تو کئی مرتبہ آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ یہاں تشریف نہ لائیے، اس پر مرحوم نے وہی سبق دہرایا جو راقم لکھ چکا ہے۔

منیٰ، مزدلفہ اور عرفات وغیرہ مقاماتِ مقدسہ، مکہ مکرمہ میں شامل ہیں یا نہیں؟ اس پر کئی مرتبہ مرحوم سے بات ہوئی، وہ قطعاً ان مقامات کو مکہ معظّمہ کا حصہ ماننے کے حق میں نہیں تھے اور اس سلسلہ میں تفصیلی دلائل کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت فرماتے۔ اس سلسلہ میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں ایک اجلاس منعقد ہوا، اس کی پوری روئداد مرحوم نے ماہنامہ ''بینات'' میں بہت تفصیل سے لکھی، اس اجتماع سے امید تھی کہ یہ مسئلہ حل ہوجائے گا، مگر افسوس کہ ابھی تک اس پر علماء وارباب افتاء کا کوئی حتمی، اجتماعی فیصلہ نہیں ہوسکا۔ برطانیہ میں ملاقات پر راقم نے عرض کیا کہ: آپ نے اجتماع کی روئداد تو خوب لکھی، کیا واقعی اجتماع ایسا ہی تھا، اس لئے کہ بعض اوقات اجتماع تو اتنا قابلِ تعریف نہیں ہوتا، مگر صاحبِ قلم اپنے زورِ قلم سے اس کو کامیاب بنادیتا ہے، تو بہت ہنسے۔

اپنی یا ان کے شیخ کی کوئی کتاب شائع فرماتے تو بڑے اہتمام سے ہدیہ بھیجتے۔ میرے الٹے سیدھے مضامین و رسائل کو نہ صرف یہ کہ مطالعہ فرماتے، بلکہ خوب حوصلہ افزائی فرماتے، مناسب سمجھتے تو مفید رائے بھی مرحمت فرماتے، کتابت کی اغلاط کی نشاندہی کرتے اور خود قلم لے کر بتلاتے کہ کتابت اس طرح ہونی چاہئے۔

مرحوم سے اس تعلق کے باوجود مجھے حیرت ہے کہ مرحوم نے کسی مجلس میں میرے سامنے طالبان اور ان کے موقف کے بارے کبھی کوئی بات نہیں فرمائی، شاید انہیں یہ احساس ہو کہ برطانیہ میں مقیم حضرات کو کسی وقت ان باتوں سے سیاسی نقصان نہ پہنچے، حالانکہ مرحوم خود: ۱۹۹۵ء میں تحریک طالبان کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے بزرگوں

کے مشورہ سے قندھار گئے تھے، اورتحریک طالبان کے ذمہ داروں سے ملاقاتیں کی تھیں اور ان سے انٹرویو لے کراپنے تأثرات کو''طالبان تحریک: پس منظر' اہداف ومقاصد'' کے نام سے ایک تحریر مرتب کی تھی۔

آپ کے والدین

مرحوم کے والد ماجد جناب جام شوق محمد صاحب بڑے نیک اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔ دو اکابر سے انہیں اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، ایک حضرت مولانا حافظ محمد موسیٰ جلال پوری رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری رحمہ اللہ) سے اور دوسری حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ سے۔ موصوف ان ہر دو بزرگوں کے واقعات پُر لطف اور بڑے مزے سے سنایا کرتے تھے اور ان کی عظمت وفنائیت کا تذکرہ کرتے تو آبدیدہ ہوجاتے۔

آپ کی والدہ بھی صوم وصلوۃ کی پابند اور نیک' صالح اور صابرہ خاتون تھیں، حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ سے بیعت وارادت کا تعلق تھا، زندگی بھر ان کے بتلائے ہوئے معمولات تہجد' اوابین' اشراق اور تلاوت قرآن پر کاربند رہیں، حضرت کی تعلیمات اور نیک تربیت کا اثر تھا کہ انہیں غیبت وبدگوئی سے حد درجہ نفور تھا، مرحومہ کی نیکی اور نیک تربیت ہی کا ثمرہ تھا کہ ان کے متعدد بچے اور بچیاں حافظ' عالم اور نیک وصالح ومتدین ہیں۔ (شخصیات وتاثرات ص ۳۲۴ ج ۲)

مرحوم کی تعلیم وتربیت اور مختلف دینی خدمات

۱۹۷۱ء میں مشہور زمانہ بزرگ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی کے مدرسہ انوریہ حبیب آباد' طاہر والی' ضلع بھاولپور میں ثالثہ ورابعہ کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۷۲ء کا تعلیمی سال شروع

ہونے سے قبل شوال کی ابتدائی تاریخوں میں آپ کے برادر بزرگ مولانا رب نواز صاحب اپنے اساتذہ کے مشورہ سے مرحوم کو ظاہر پیر مدرسہ احیاء العلوم میں داخلہ کے لئے لے گئے۔ نہ معلوم بھائی صاحب کے تعلقات یا مدرسہ کا نظام داخلہ ہی ایسا تھا کہ آپ بغیر امتحان کے داخل کر لئے گئے، اس وقت آپ کی عمر: ۱٦/ یا ۱۷/ سال کی تھی، غالباً اس سال آپ نے ''شرح تہذیب' ہدایہ اولین' شرح جامی'' اور ''نورالانوار'' وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ یہاں آپ نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب خالدی، حضرت مولانا سعید احمد صاحب اور مدرسہ کے مدیر وسرپرست حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ زمانہ طالب علمی سے آپ ذہین تھے اس لئے طلباء کو تکرار بھی کرایا کرتے تھے۔ اسی ذہانت کا نتیجہ تھا آپ کے استاذ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا اکثر دوران سبق روئے سخن آپ کی طرف رہتا، بلکہ آپ ہی کو مخاطب فرما کر سبق پڑھاتے۔ مرحوم نے آپ سے ''شرح تہذیب' ہدایہ اولین' قطبی' سلم العلوم'' اور ''میبذی'' جیسی اہم کتابیں پڑھیں۔ آپ نے ان کی خدمت بھی خوب فرمائی، روٹی لانا' سالن پکانا' بازار سے سودا سلف وغیرہ منگوانا آپ ہی کے ذمہ تھا۔ آخری عمر میں جب آپ بیمار ہوئے اور علاج کے لئے کراچی کا مشورہ ہوا تو مرحوم نے اس وقت بھی خوب خدمت کی۔

٦/۱۹۷۷ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی دورۂ حدیث کیا۔ فراغت کے بعد ایک سال بیماری کی وجہ سے آرام کرنا پڑا، کچھ صحت بحال ہوئی تو میٹرک اور عربی فاضل کے امتحانات دیئے، ان امتحانات سے فارغ ہوتے ہی حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور حضرت کی شہادت تک آپ کے دامن سے وابستہ رہے۔ حضرت کی خدمت میں حاضری' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے منسلک

ہونے کا ذریعہ بھی بن گئی، یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت لدھیانوی کے مشورہ سے عالمی مجلس ختم نبوت سے مستعفی ہوئے، اور ایک مختصر اجلاس میں باقاعدہ آپ کو 'بینات' میں معاون کی حیثیت سے خدمت کا موقع ملا اور آخر میں اس کے مدیر بھی ہوئے۔

ایک مدت تک حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں' شریفی مسجد جوڑیا بازار میں امامت وخطابت کی ذمہ داری نبھائی۔ اس تقرری سے قبل خود حضرت موصوف نے شاہ فیصل کالونی میں جمعہ پڑھوا کر آپ کی تقرری کی شفارس کی۔ پھر راہ گذر مسجد' ناتھا خان گوٹھ کی کمیٹی نے جامعہ علوم اسلامیہ سے امام وخطیب کا مطالبہ کیا تو حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب مدظلہ نے آپ کو وہاں بھیج دیا، تین سال یہاں قیام رہا۔ پھر جامع مسجد رحمانی پاپوش نگر کے لئے امام وخطیب کی ضرورت پیش آئی تو حضرت لدھیانوی اور حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے راہ گذر مسجد سے استعفیٰ دلوا کر پاپوش نگر بھیج دیا۔ غالبا یہ ۱۹۸٦ء کا اکتوبر' نومبر کا مہینہ تھا۔ بدقسمتی سے یہاں دو فریق تھے اور ہر ایک اپنی قوت وزور کا دعویدار تھا' وہاں جس طرح آپ جمے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل اور آپ کے بزرگوں کی دعاؤں اور پشت پناہی کا ثمرہ تھا۔ الحمدللہ آپ کی اخلاص بھری محنت رنگ لائی اور مسجد کا ماحول بدلا تو آپ نے ''مدرسہ معارف العلوم'' کی داغ بیل ڈالی، مدرسہ کو ترقی ہوئی اور حفظ وناظرہ سے لے کر درجہ ثالثہ تک شعبہ کتب بھی قائم ہو گیا، اور وہاں کا ماحول مثالی بن گیا۔ اتنے میں: ۱۴ ؍رجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۹۱ء کو حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے وفات کا حادثہ پیش آ گیا تو مرحوم کے لئے وہاں کچھ مشکلات پیدا ہونے لگیں، ہوتے ہوتے نوبت بایں جا رسید کہ وہاں سے الگ ہو جانے میں ہی عافیت سمجھی، ساتھ ہی کچھ حالات کے پیش نظر یہ طے ہوا کہ جامعہ بنوری ٹاؤن کی شاخ

''مدرسہ معارف العلوم'' پاپوش نگر جو مرحوم کی محنت وکوشش سے بام عروج کو پہنچا تھا' سے استعفی دینا ہو تو ماہنامہ ''بینات'' کی خدمت سے بھی استعفی دے دیا جائے، چنانچہ اپنے شیخ کے مشورہ سے آپ نے بیک وقت تمام ذمہ داریوں سے استعفی دے دیا۔ اس وقت مرحوم از حد پریشان ہوئے کہ اب میں کیا کروں؟ اور میری خدمت کا میدان کیا ہو؟ مختلف مدارس نے تدریس کی پیش کش کی، مگر بزرگوں کی رائے وہاں جانے کی نہ ہوئی۔ اللہ تعالی کو آپ سے اپنے شیخ کے علوم ومعارف کا کام لینا تھا، اس لئے یہ اسباب پیدا فرمائے، گرچہ مرحوم پہلے بھی حضرت شہید رحمہ اللہ کے مختلف کاموں میں معاون تھے مگر اب باقاعدہ' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب کی تجویز سے آپ کو ''تصنیف وتالیف شعبہ آپ کے مسائل'' کا ذمہ دار بنادیا۔ اس شعبہ کا نظام مالیات پہلے بھی آپ کے سپرد تھا مگر اب حضرت شہید نے یہ فرمادیا کہ: آج کے بعد اس شعبہ کے تمام تر معاملات تیرے سپرد ہیں اور اس کے مصارف کے اسباب و ذرائع و رسائل بھی خود ہی مہیا کرنے ہیں۔ یوں اپنے شیخ حضرت شہید کی خدمت اور ان کے علوم ومعارف: تحریر وتقریر' مقالات ومضامین' مسائل و احکام اور اصلاحی مواعظ کی جمع وترتیب اور نشر واشاعت پر مامور ہوگئے۔

تدریس کی تلافی کا حل یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے ''جامعہ امینہ للبنات'' محمد علی سوسائٹی میں ''بخاری شریف'' پڑھانے کی سعادت نصیب فرمادی، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد اپنے شیخ کی نیابت اور خانقاہی ذمہ داری کے اہم شعبے بھی آپ کے ذمہ آگئے، جمعرات کا اصلاحی وعظ' جمعہ کا خطاب وغیرہ کے ساتھ رمضان کے معمولات: طاق راتوں میں تراویح کے ایک گھنٹہ بعد اصلاحی بیانات'

طویل اجتماعی دعا، تراویح کے بعد درود شریف کی مجلس، بعد نماز فجر یٰسین شریف کے ختم، سیکھنے سکھانے کے اجتماعی حلقے، ظہر کے بعد مجلس ذکر، عصر کے بعد ''مشکوۃ شریف'' سے درس حدیث وغیرہ امور کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب شامزئی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد روز نامہ جنگ میں ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' والا کالم کون لکھے؟ مفتی جمیل خان صاحب نے بڑی چالاکی وہوشیاری سے یہ کام بھی مرحوم کے ذمہ ہی لگانا چاہا، مگر آپ نے سختی سے انکار کردیا، تو مفتی صاحب نے حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مولوی سعید احمد ''آپ کے مسائل اوران کے حل'' لکھنے پر آمدہ نہیں، آپ انہیں حکم فرمادیں تو وہ تیار ہوجائیں گے، حضرت نے اس پر درج ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا:

''بعد الحمد والصلوۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔ فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے:

مکرم ومحترم جناب مولانا سعید احمد جلال پوری زید مجدہم! ''آپ کے مسائل'' کا کام اپنے ذمہ لے لیں، فقیر دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت ونصرت فرماوے، آمین۔ فقیر کی طرف سے سب متعلقین کو سلام مسنون ودعوات۔ والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ۔

۱۷؍جمادی الاخری ۱۴۲۵ھ''

اس حکم نامہ کے بعد فتوی نویسی کی یہ عظیم خدمت بھی من جانب اللہ مرحوم کے حصہ میں آگئی۔

حرمین کی حاضری

اب تک چونکہ آپ مدرسہ ومسجد سے منسلک تھے، اس لئے سفر کے لئے اجازت لیناو

مدرسہ سے غیر حاضری مشکل تھی، مگر اب ان ذمہ داریوں سے فارغ تھے تو اللہ تعالیٰ نے غیبی اسباب پیدا فرمائے اور مفتی جمیل خان مرحوم کے حکم پر رمضان المبارک کے بابرکت ایام حرمین شریفین میں گذارنے اور اپنے شیخ کی معیت کا موقع بھی میسر آ گیا، اس سال اللہ تعالیٰ نے مسجد نبوی میں اعتکاف کا شرف بھی عطا فرما دیا۔ پھر تو اللہ تعالیٰ نے نہ جانے کتنی مرتبہ آپ کو حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائی، کئی رمضان اعتکاف فرمایا، اور مسلسل برسوں حج بیت اللہ اور عمرہ کی سعادت سے مالا مال فرمایا۔

مختلف ملکوں کے اسفار

''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے اکابر نے برطانیہ میں دفتر ختم نبوت کے قیام کے علاوہ ہر سال یہاں ایک کانفرس کے انعقاد کا فیصلہ فرمایا، جو شروع میں ویمبلے ہال لندن، پھر جامع مسجد برمنگھم میں منعقد ہونے لگی، تو اپنے شیخ کے حکم سے مرحوم اس میں تقریباً ہر سال شرکت فرماتے۔ مولانا منظور الحسینی صاحب رحمہ اللہ نے خواہش ظاہر کی کہ مرحوم بھی اس میں شرکت کریں، تو آپ نے اس میں شرکت سے صاف انکار فرما دیا، اس لئے کہ اپنے شیخ کی موجودگی میں تقریر تو دور کی بات، ان کے ادب، رعب، جلال اور عظمت و ہیبت کی وجہ سے عام گفتگو بھی مشکل سے کر پاتے تھے، مگر مولانا منظور الحسینی صاحب نے حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ سے درخواست کی، اس پر شیخ نے حکم دیا تو انکار کی گنجائش نہ رہی۔ [1]

[1]...... یہاں بطور جملۂ معترضہ کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمت میں ایک مؤدبانہ درخواست کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جس کو راقم کے علاوہ اور کئی علماء کرام نے مرحوم سے عرض کی تھی، وہ یہ کہ برطانیہ میں سال میں ایک مرتبہ ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی طرف سے ایک کانفرس منعقد ہوتی ہے، اس کے فوائد کیا ہیں؟ اس کا تو ہمیں علم نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ بجائے اس کانفرس کے اور اس میں مصارف کثیر کے برطانیہ کے نوجوان علماء میں سے ہر سال کچھ علماء کو باقاعدہ ماہانہ وظیفہ دے کر ختم نبوت کے

وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کو جب آزادی ملی تو وہاں کے مسلمانوں کی ہمدردی کے خاطر علماء کی ایک جماعت نے ان ملکوں کا دورہ کیا، تو معلوم ہوا کہ وہاں قرآن کریم کی سخت ضرورت ہے، چنانچہ حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے پانچ لاکھ قرآن کریم طبع کروا کر ان ریاستوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا، اس منصوبہ کے تکمیل کی ذمہ داری مفتی جمیل خان شہید کو سونپی گئی، انہوں نے یہ طے کیا کہ پاکستان سے قرآن کریم کے بھیجنے میں مصارف زیادہ آئیں گے، اس لئے ان ریاستوں میں ہی اشاعت وتقسیم کا کام سرانجام دیا جائے۔ ازبکستان کے شہر تاشقند کے ایک بزرگ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن کا عکس لے کر شائع کرنے کا پروگرام بنا، مگر از روئے احتیاط یہ بھی طے ہوا کہ طباعت سے پیشتر اس کے عکس اور اس کی کاپیوں کی چیکنگ کے بعد طباعت کا مرحلہ شروع ہوگا، اس عظیم کارِ خیر کے لئے احباب کی نظر انتخاب آپ پر پڑی، اور رمضان ۱۴۱۴ھ میں محترم قاری فیض اللہ صاحب کی معیت میں ایک ہفتہ تاشقند میں رہنے اور اس عظیم خدمت کی انجام دہی کا موقع ملا۔ اس سفر میں حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی قبور کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

غالباً ۱۹۹۵ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت بنگلہ دیش اور جمعیت علماء اسلام کے اکابر کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں اور وہاں کے بزرگوں نے حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ اس اختلاف وانتشار کی فضا کو ختم کرنے میں ہماری مدد فرمائیں'

موضوع پر تخصص کرا کے ایسے تیار کر دئے جائیں جو بعد میں پورے سال برطانیہ ویورپ میں مستقل اس عظیم خدمت کو اپنا نصب العین بنا سکے۔

ورنہ بڑے نقصان کا اندیشہ ہے، آپ خود تشریف لائیے یا اپنے کسی نمائندے کو بھیج دیں، حضرت شہید نے مفتی جمیل احمد صاحب اوران کی طلب پر مرحوم کو بھیج دیا، حضرت کے حکم پر پورا ایک ہفتہ بنگلہ دیش کے دارالخلافہ ڈھاکہ میں رہ کر مجلس ختم نبوت اور جمیعت علماء اسلام کی خدمت میں فرداً فرداً حاضر ہوئے اور فریقین کو ساتھ بٹھا کر ہر ایک کا موقف سنا اور اللہ کے فضل سے مصالحت کی شکل پیدا ہوگئی۔

مرحوم سے تعلق کا حق تھا کہ ان کی وفات کی خبر سن کر کچھ لکھوں' مگر میں اس وقت ہندوستان کے سفر پر تھا' واپسی پر کئی دن گذر گئے' سستی یا مصروفیات نے وقت ہی نہ دیا، پھر یہ ارادہ کیا کہ روزانہ کچھ وقت نکال کر چند صفحات لکھنے ہی ہیں' الحمدللہ اس میں کامیاب ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائیں' ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل نوازے، آمین۔

ماہنامہ ''بینات'' کے احباب سے درخواست کروں گا کہ مرحوم کی دینی خدمات کو امت کے سامنے لانے کے لئے ''بینات'' کا خصوصی نمبر آپ کے حالات کے متعلق شائع کیا جائے۔

تعزیتی عریضہ

اس مختصر تذکرہ کے ساتھ مرحوم کی تعزیت پر لکھا گیا عریضہ بھی شامل اشاعت کرنا مناسب سمجھتا ہوں' جو راقم نے حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب مدظلہم کی خدمت میں لکھا تھا:

محترم ومکرم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب و منتظمین علامہ بنوری ٹاوی مدظلہم

رزقكم الله صبرا جميلا

السلام عليكم ورحمة الله و بركاته

بعد سلام مسنون امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ چند دن ہوئے ماہنامہ ''بینات'' کے مدیر' حضرت شہید لدھیانوی رحمہ اللہ کے خلیفۂ اجل و جانشین' جامعہ امینہ للبنات' محمد علی سوسائٹی' کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری رحمہ اللہ کے حادثۂ شہادت کی خبر ملی۔

انا لله وانا اليه راجعون ، اللهم اجرنا في مصيبتنا وعوّضنا خيرا منها ، لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شئى عنده بمقدار، ادعوا من الله تعالى ان يرزقكم صبرا جميلا وعلى ما فقدتم اجرا عظيما و جزيلا ، ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جامعہ بنوری ٹاؤن' جامعہ امینہ' ماہنامہ بینات' اور حضرت شہید لدھیانوی رحمہ اللہ کے زیر سرپرستی چلنے والے کتنے ادارے' بہت بڑی نعمت سے محروم ہوگئے۔ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کا حادثہ' ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ ایسے نازک وافسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ کا فیصلہ حتمی ہے' ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جو انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمائے تھے' نقل کرتا ہوں ؎

اِنِّیْ اُعَزِّیْکَ لَا اَنِّی عَلٰی طَمَعٍ مِنَ الْخُلُوْدِ وَ لٰکِنْ سُنَّةَ الدِّیْنِ

فَمَا الْمُعَزِّی بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِهٖ وَلاَ الْمُعَزّٰی وَاِنْ عَاشَ اِلٰی حِیْنٍ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں‘ مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا طریقہ ہے۔

نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگرچہ دونوں اجل مسمی تک زندہ رہیں۔

خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔ اللہ تعالی مرحوم کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مولانا مرحوم عمدہ صفات کے مالک تھے۔ اللہ تعالی نے اچھی استعداد سے نوازا تھا۔ کامیاب اور مقبول مدرس تھے۔ اصلاحی وعظ میں بھی اکابر کا نمونہ تھے۔

آپ کو رنج ہوگا کہ جامعہ یتیم ہوگیا، مگر مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔ اس وقت رہ رہ کر مرحوم کی خوبیاں یاد آرہی ہیں۔ مرحوم نے جم کر استقامت کے ساتھ‘ طویل عرصہ تدریسی خدمات انجام دیں‘ مفید تصانیف صدقۂ جاریہ چھوڑیں۔ اپنے شیخ کے علوم کی اشاعت کی ایسی حرص دیکھی جو کسی شیخ کے خلیفہ میں کم دیکھی گئی، فرماتے تھے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی کوئی چیز شائع نہ ہو مگر میرے شیخ رحمہ اللہ کی ایک ایک سطر شائع کروں۔ اور واقعی ایسا کر کے بھی دکھایا، حضرت شہید رحمہ اللہ کی کتابیں‘ مواعظ ومختلف مضامین کو اعلی معیار سے طبع کرایا۔

اخیر میں اس بدوی کے اشعار پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے، ممکن ہے آپ کے لئے یہ اشعار سامان تسلی بنیں۔

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَإِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ
خَيْر مِنَ العَبَاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔فقط والسلام۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۳/ربیع الآخر۱۴۳۱ھ مطابق:۹/اپریل ۲۰۱۰ء

بروز جمعہ

(۱)......حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ۔

(۲)......مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ۔

(۳)......مولانا سلیمان بوڈیات صاحب مدظلہ۔

تقریظ

حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدظلہ جانشین حضرت شہید مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی، ومدیر ماہنامہ بینات کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلاف واکابر کا اخلاف واصاغر پر حق ہے کہ ان کو یاد کیا جائے، ان کے لئے ایصال ثواب کیا جائے، ان کا ذکر خیر کیا جائے اور نئی نسل کو ان کے کارناموں سے روشناس وآگاہ کیا جائے۔

کسی شخصیت کی سیرت وسوانح کی ترتیب وتالیف کا ایک مقصد جہاں اس کے حقوق کی ادائیگی ہے وہاں یہ بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ:

(۱)......''عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة ''یعنی صالحین کے تذکرہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۲)......مرحوم شخصیت کے اوصاف وکمالات بیان کر کے قارئین کو دعوت دی جاتی ہے کہ اگر ہمیں ان سے محبت وتعلق ہے تو ان جیسے اخلاق وعادات اور صفات وکمالات اپنا کر ان سے اپنی محبت وعقیدت کا ثبوت دیا جائے۔ بلا شبہ اس دعوت عمل سے جہاں دوسروں کو نفع ہوتا ہے وہاں خود مرتبِ سوانح کو بھی اس کا احساس ہوتا ہے کہ میں جس چیز کی دوسروں کو دعوت دے رہا ہوں خود اس سے کیوں محروم رہوں؟

(۳)......جب ہم کسی کی سیرت وسوانح لکھتے ہیں تو گویا اس کے تذکرۂ خیر سے بارگاہ الٰہی میں یہ شہادت دیتے ہیں کہ ہم اس کو اچھا جانتے ہیں اور جب اللہ کے کچھ بندے کسی مرنے

والے کے بارہ میں اس کی اچھائی اور نیکی کی گواہی دے دیں تو ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق چونکہ ہم زمین میں شہداء اللہ ہیں، اس لئے اس کے لئے جنت کا فیصلہ کردیا جاتا ہے، گویا کسی کی سیرت وسوانح لکھ کر ہم بارگاہ الٰہی میں اس مرحوم کے لئے گواہی نوٹ کرانا چاہتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے خیال میں یہ اچھا آدمی تھا آپ بھی اس کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائیے۔

انہیں اصولوں کے پیش نظر ہمارے عزیز دوست اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فیض یافتہ مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری زید حیاتہ نے اپنے چار اساتذہ:

(۱)......حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ۔

(۲)......حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ۔

(۳)......حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ۔ اور

(۴)......حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمہ اللہ۔

پر مختصر تذکرہ ’’اکابر اربعہ‘‘ کے نام سے ان کا سوانحی خاکہ لکھا ہے۔ راقم الحروف نے حضرت مفتی ولی حسن صاحب سے متعلق پورا حصہ دیکھا ہے، جبکہ پوری کتاب کو جستہ جستہ دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ بہت ہی محبت وعقیدت سے لبریز ہے اور انداز نہایت خوبصورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو مؤلف ومرتب اور قارئین کی مغفرت ونجات اور ان اکابر کی بلندئ درجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

سعید احمد جلال پوری

مدیر ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی

حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......۶/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۹۴۸ء۔

وفات:......۶/رمضان ۱۴۳۱ھ۔

مولانا مرحوم عمدہ صفات کے مالک تھے۔اللہ تعالی نے اچھی استعداد سے نوازا تھے۔ کامیاب اور مقبول مدرس تھے۔ زاہدانہ صفت کے مالک تھے۔ایک مرتبہ راقم نے بہت کوشش کی ایک رمضان المبارک مرحوم یہاں برطانیہ میں تشریف لے آویں، دعوت دی، کئی مرتبہ فون کیا، مگر مرحوم کا جواب یہ تھا جس کام کے لئے آپ مجھے وہاں بلا رہے ہو وہ کام تو یہاں بھی برابر ہو رہا ہے۔میرے دعوت دینے پر مرحوم نے آنے کی غرض پوچھی تھی، میں بتلایا کہ روزانہ کچھ وقت تفسیر اور بیان کی خدمت لینی ہے، اور ایک ہی مسجد میں پورا رمضان گذرانا ہے، رمضان میں ادھر ادھر کے اسفار کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔مگر مرحوم قطعا تیار نہ ہوئے، ورنہ کئی حضرات نہ صرف متمنی بلکہ مصر ہوتے ہیں کہ ہمارا بھی سفر ہو جایا کریں۔

مرغوب احمد لاجپوری

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت:......۱۳۳۶ھ، مطابق ۲۵/اگست ۱۹۱۹ء

وفات:......۵/ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۰/مارچ ۲۰۱۱ء، بروز جمعرات

۵؍ربیع الآخر:۱۴۳۲ھ مطابق:۱۰؍مارچ ۲۰۱۱ء جمعرات کی شام کا سورج غروب ہو رہا تھا کہ شہر لیسٹر کے مشہور بزرگ، فخر لاجپور، برطانیہ کے معمر ترین عالم حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا سورج بھی غروب ہوگیا۔ مرحوم اپنی زندگی کی ترانوی منزلیں پوری کرکے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ میں برطانیہ بھر کے علماء وعوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بروز جمعہ تقریبا گیارہ بج کر پانچ منٹ پر مرحوم کے بھتیجے حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی اقتدا میں نماز ادا کی گئی، تدفین کے بعد دعا حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب مدظلہم نے فرمائی۔

قابل فخر کارنامہ

مرحوم کی حیات کا بطور خاص قابل ذکر اور لائق فخر کارنامہ یہ ہے کہ زندگی کے آخری چند سالوں میں نہ صرف ہند و پاک بلکہ عرب کے اکابر علماء ومشائخ کا رجوع آپ کی طرف کچھ ایسا ہوگیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ شیخ العرب والعجم کے منصب پر نظر آنے لگے۔ یقیناً مرحوم کا کوئی ایسا اخلاص بھرا عمل اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبولیت اختیار کرگیا کہ حق تعالی نے قلیل عرصہ میں سند حدیث کی عالی خدمت کے لئے آپ کا انتخاب فرمالیا۔ مرحوم نے ابتدائی چار سال فارسی کی تدریس کے سوا نہ تو کسی جامعہ و دار العلوم میں کوئی تدریسی خدمات انجام دیں نہ تو حدیث پاک کا کوئی درس دیا، نہ کسی بزرگ سے خلافت، نہ کوئی تصنیفی وتالیفی شہرت، مگر بارگاہ ایزدی سے جس بندے کے نام پروانۂ قبولیت آجائے اس کی سعادت ونیک بختی کا کیا ٹھکانہ۔ میرے نانا حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈایا رحمہ اللہ نے بالکل صحیح کہا۔

سبحان اللہ شان بے نیازی حق تعالی کی
یہاں حیراں ہے فہم غزالی حکمت رازی
تصدق جان و دل معبود کی بندہ نوازی پر
نوازا جس کو اس معبود نے وہ لے گیا بازی

علم حدیث میں سند کا مقام

علم حدیث میں سند کی اہمیت مخفی نہیں، اس کے بغیر حدیث قبول نہیں کی جاتی۔عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

’’الاسناد من الدين ، ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء‘‘

اسناد دین میں سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہتا۔

ان کا یہ بھی فرمان ہے: ’’بيننا و بين القوم القوائم يعنى الاسناد ‘‘ اسناد ہمارے اور لوگوں کے درمیان ’’پائے‘‘ ہیں، یعنی احادیث ہم نے خود آپ ﷺ سے نہیں سنی، بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور ہم سے دور ہے، جس تک ہم واسطوں ہی سے پہنچ سکتے ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے آپ کے متعلق یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ’’مثل الذى يطلب امر دينه بلا اسناد لمثل الذى يرتقى السطح بلا سلّم ‘‘اس شخص کی مثال جو دینی بات کو بغیر سند کے حاصل کرتا ہے اس شخص جیسی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھتا ہے۔
(مقدمہ صحیح مسلم ص١٢، باب بيان ان الاسناد من الدين۔فیض المنعم ص٨٢)

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم يكن معه سلاح فبأ ى شئى يقاتل ‘‘یعنی اسناد مؤمن کا ہتھیار ہے تو بغیر ہتھیار کے کیسے قتال کرے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مثل الذی یطلب الحدیث بلا اسناد کمثل حاطب لیل ''یعنی بغیر سند کے طالب حدیث کی مثال ایسی ہے جیسے رات کو لکڑیاں چننے والا۔

(الاجوبۃ الفاضلۃ للأسئلۃ لکاملۃ ص۴۴، بحوالہ ''کشف الباری عمافی صحیح البخاری''ص۵۲، ج۱)

محدثین کے ہاں علو اسناد کی اہمیت

هذا هو الاسنادُ ' هذا السعدُ   هذا هو العُلوُّ ' هذا المجدُ

لمثله فليَرحَلِ الطّلابُ   بذكرِه يرتعدُ الاِهابُ

ایک حدیث دوسندوں سے مروی ہو ایک سند میں رجال کم ہوں اور دوسری سند میں زیادہ ہوں تو جس سند میں کم رجال ہوں اس کو سند عالی اور جس سند میں زیادہ رجال ہوں اس کو اسناد نازل کہتے ہیں۔

پھر سند عالی محدثین کے یہاں ایک درجہ افتخار وامتیاز سمجھی جاتی ہے۔حضرت یحیٰ بن معین رحمہ اللہ سے ان کی وفات کے وقت کسی نے سوال کیا: ''ما تشتهی ؟''تو فرمایا: ''بیت خال و اسناد عال ''۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: ''متقدمین کا طریقہ سند عالی کی جستجو اور تلاش کرنا تھا''۔(مقدمہ ابن الصلاح ص۱۳۰۔کشف الباری ص۲۵ ج۱)

سند عالی کی وجہ سے کتب احادیث میں ثلاثیات پر بڑا فخر کیا جاتا ہے اور واقعۃً بات بھی فخر کی ہے۔کتب صحاح میں ''بخاری شریف'' کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی اس میں ثلاثیات زیادہ ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثی روایات ذکر کی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں سے بیس ثلاثی روایات حنفی مشائخ سے لی گئی ہیں۔

''بخاری شریف'' کے علاوہ ''سنن ابن ماجہ'' میں پانچ ثلاثی روایات ہیں۔''جامع

ترمذی'' میں ایک ہے۔ ''مسلم شریف'' اور'' ابوداؤد شریف'' میں کوئی ثلاثی روایات نہیں، البتہ امام مسلم رحمہ اللہ کی دوسری بعض کتابوں میں ثلاثی روایت موجود ہے۔

یہاں یہ بات کی بھی قابل ذکر ہے کہ بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ انہوں نے ''ترمذی شریف'' کی روایت ''یأتی علی الناس زمان الصابر فیهم علی دینه کا لقابض علی الجمر'' کو ثنائی کہہ دیا، جبکہ وہ ثلاثی ہے۔

اسی طرح یہ بھی تسامح ہوا کہ ''مسلم شریف'' اور'' ابوداؤد شریف'' کے بارے میں یہ اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں میں بھی ثلاثی روایت موجود ہے، حالانکہ ان میں کوئی ثلاثی روایت نہیں، البتہ ''ابوداؤد شریف'' میں ایک روایت ''رباعی فی حکم الثلاثی ''موجود ہے، یعنی مصنف سے لیکر آپ ﷺ تک چار واسطے ہیں، لیکن ان میں دو راوی ایک ہی طبقے کے ہیں، یعنی تابعی، تو اتحاد طبقہ کی وجہ سے حکماً ثلاثی کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں اس کا نام ''رباعی فی حکم الثلاثی'' ہے۔ (کشف الباری ص۲۵و۲٦ ج۱، مقدمۃ العلم)

اور یہ اسناد عالی کا سلسلہ کوئی نیا نہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور خیر القرون میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب الایمان'' میں ایک باب قائم فرمایا ہے: ''باب ما جاء فی العلم'' الخ، اس کے تحت حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ ﷺ کے قاصد پہنچے اور ان کو اسلام کی دعوت دی' اس پر وہ ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچ کر چند سوالات کئے اور آپ ﷺ نے ان کے جوابات دیئے،

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث سے طلب علو اسناد کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے کہ انہوں نے پہلے شرائع اسلام کا علم آپ کے قاصد سے حاصل کیا اور ان پر وہ ایمان

بھی لائے اور پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس علو اسناد کی خاطر پہنچے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۶/۵۔ کشف الباری ص ۱۷۰ ج ۳، کتاب العلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا علو اسناد کے خاطر شام کا سفر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ علو اسناد ہی خاطر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شام تک تشریف لے گئے اور یہ حدیث نبوی:

''اللہ تعالی قیامت کے دن تمام لوگوں کو اس حال میں جمع کریں گے کہ سب ننگے بدن' بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ ہم نے پوچھا خالی ہاتھ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کے ساتھ دنیا کی کوئی چیز نہ ہوگی، پھر اللہ تعالی ان میں ایسی آواز سے اعلان فرمائیں گے جسے دور والا بھی اسی طرح سن لے گا جیسے نزدیک والا۔ میں بدلہ لینے والا ہوں اور میں (ہر چیز کا) مالک ہوں' جس دوزخی پر کسی جنتی کا کوئی حق ہے' وہ اس وقت تک دوزخ میں نہیں جاسکتا' جب تک میں اس دوزخی سے اس جنتی کا بدلہ نہ لے لوں اور جس جنتی پر کسی دوزخی کا کوئی حق ہے' وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا' جب تک میں اس سے اس دوزخی کا بدلہ نہ لے لوں اور اس میں' میں کسی کی رعایت بالکل نہیں کروں گا، اگر صرف تھپڑ ہی ظلما مارا ہوگا تو بھی اس سے تھپڑ کا بدلہ لوں گا۔ ہم نے پوچھا اللہ تعالی بدلہ کس طرح لے کر دیں گے، جب کہ ہم اس حال میں آئیں گے کہ ہم ننگے بدن' بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعہ ہوگا۔ (مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی یا مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے)۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۱۱ ج ۳)

سن کر اپنی سند کو عالی کیا۔

مرحوم حضرت نانوتوی وحضرت گنگوہی کے ایک واسطہ سے شاگرد تھے

مرحوم کو اللہ تعالی نے یہ سعادت نصیب فرمائی تھی کہ آپ نے حدیث کی اہم کتاب ''بخاری شریف'' حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب امروہی رحمہ اللہ سے پڑھی، جو براہ راست حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ کے تلمیذ رشید تھے، اس اعتبار سے مرحوم ان ہر دو حضرات کے ایک واسطہ سے شاگرد تھے، عصر حاضر میں اکثر حدیث پڑھانے والے محدثین میں سے نوے فیصد سے زائد حضرات کی سند حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تک تین واسطوں سے پہنچتی ہے، جبکہ مرحوم کی سند میں ایک واسطہ کم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت امروہی رحمہ اللہ کو اجازت حدیث شیخ حسین ابن محمد محسن انصاری' الیمانی سے بھی حاصل تھی جو صرف ایک واسطے سے ''نیل الاوطار'' کے شہرۂ آفاق مصنف' مجتہد یمن علامہ احمد بن محمد علی شوکانی (متوفی ١٢٥٠ھ) کے شاگرد تھے، لہذا ان کی سند نہایت عالی اور قلیل الوسائط تھی، اس لئے مرحوم کا سلسلہ سند بھی عالی تھا، اس نسبت پر اللہ تعالی نے عرب وعجم کے عام علماء ہی نہیں بلکہ حدیث سے خصوصی شغف کے حاملین حضرات کو آپ کی طرف متوجہ فرما دیا، اس طرح اللہ تعالی نے آپ سے اخیری عمر میں یہ عظیم خدمت خوب لی۔ دبئ' قطر اور حرمین شریفین سے علماء و مشائخ کی بڑی تعداد نے آپ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ بعض حضرات تو دور دراز ملکوں سے سفر کر کے لیسٹر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکمل ''بخاری شریف'' پڑھی۔ اور اس عظیم خدمت کے لئے ان حضرات نے کئی مرتبہ آپ کو دبئ وحرمین شریفین کا سفر بھی کروایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مختصر حالات

آپ کی ولادت: ٢٥/اگست ١٩١٩ء مطابق ١٣٣٦ھ میں لاجپور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب لاجپوری رحمہ اللہ گجرات کے ذی استعداد اور صاحب علم علماء میں سے تھے اور علاقہ کے مشہور بزرگ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔

مکتب کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں اور مادری زبان گجراتی کی تعلیم لاجپور ہی کی ایک اسکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ صوفیہ' صوفی باغ سورت میں داخلہ لیا اور اپنے والد بزرگوار رحمہ اللہ سے اردو وفارسی پڑھی۔ پھر ١٣٢٥ھ مطابق ١٩٣٣ء میں مزید تعلیم کے لئے' گجرات کا مشہور ادارہ اور دارالعلوم ثانی' جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل' میں داخل ہو کر آٹھ سال مسلسل قیام کر کے ١٣٦٠ھ مطابق ١٩٤١ء میں سند فراغت حاصل کی۔ مولانا کی فراغت کے سال ٩/شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ نے علم کی ضرورت وحفاظت پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ ٩/شعبان کی شب میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کا وعظ ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کو دستار فضیلت ان حضرات کے دست بابرکت کی ملی۔

مرحوم کی فراغت کے سال حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ نے کئی روز جامعہ میں قیام فرمایا اور ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا درس بھی دیا، بہت ممکن ہے کہ آپ ان کے درس میں بھی شریک ہوئے ہوں گے۔

اساتذۂ کرام

اساتذہ میں حضرت امروہی رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری' حضرت

مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب، حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی، حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی، حضرت مولانا ادریس صاحب سکھروڈوی، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاوری رحمہم اللہ جیسے اساطین علم وفضل شامل ہیں، جن سے آپ کو اکتساب فیض کا موقع میسر ہوا۔

حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ سے کتب فقہ، حضرت مولانا محمد ناظم صاحب رحمہ اللہ سے ''نورالایضاح'' ''مقامات حریری'' ''بحرالادب'' حضرت مولانا عبدالستار صاحب رحمہ اللہ سے صرف ونحو، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب پشاوری رحمہ اللہ سے ''قدوری'' ''کنزالدقائق'' اور منطق کی کتابیں، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ سے ''مسلم شریف'' ''ابوداؤد شریف'' ''سنن نسائی'' ''سنن ابن ماجہ'' حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ سے ''ترمذی شریف'' حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہی رحمہ اللہ سے ''بخاری شریف'' اور ''مؤطین'' پڑھیں۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کے درس ''بخاری شریف'' میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد چھ سال، اپنے قصبہ اور آبائی وطن لاجپور میں تدریس کی خدمت انجام دی، پھر ارباب جامعہ کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں: ۱۳٦٦ھ سے ۱۳۷۰ھ تک چار سال فارسی پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۹۵۱ء میں آپ دینی خدمت کے لئے نیاسالینڈ (ملاوی) تشریف لے گئے اور بارہ سال تک ایک مدرسہ میں تدریس وامامت کی خدمت میں مشغول رہے۔

١٣٩٧ھ مطابق ١٩٧٧ء برطانیہ آگئے اور شہر لندن کے قریب لوٹن نامی شہر میں نو سال امامت و تدریس کی خدمت فرمائی۔ ١٩٨٧ء مطابق ١٤٠٧ھ میں لیسٹر آکر مسجد فلاح کے مدرسہ میں کچھ عرصہ پڑھایا، پھر ضعف و نقاہت کی وجہ سے تدریسی سلسلہ منقطع فرمادیا۔ اس طرح تقریباً چالیس سال تدریس اور بائیس سال امامت کی خدمت انجام دی۔

اصلاحی تعلق

سب سے پہلے آپ حضرت ضیاء معصوم صاحب مجددی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ غلام محمد مجددی صاحب نقشبندی، کابلی، رحمہ اللہ (المعروف بہ کابل والے پیر صاحب۔ موصوف نقشبندی سلسلہ کے ایک عارف اور اہل دل بزرگ اور کبار مشائخ میں سے تھے) سے بیعت ہوئے۔

پھر لندن میں حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمہ اللہ سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔

مرحوم کے اوصاف و اسفار

مولانا سادہ مزاج اور مزاحی طبیعت کے مالک تھے۔ اللہ تعالی نے بڑی ہمت عطا فرمائی تھی۔ راقم نے ضعیف العمری میں ان سے کئی مرتبہ ملاقات کی، ہر مرتبہ مرحوم کی یہ صفت سے متأثر ہی ہوا، نوے سال کی عمر میں بھی دور دراز اسفار کی عجیب ہمت دیکھی۔ اس قدر ضعف کے باوجود دو مرتبہ ڈبئی اور دو تین مرتبہ حرمین شریفین کا سفر بھی فرمایا۔ وفات سے تین چار دن قبل ہی عمرہ کی سعادت عظمی سے فارغ ہو کر برطانیہ پہنچے اور ابھی تو ہندوستان کے سفر کا خیال غالب ہی تھا، مگر اللہ تعالی نے بجائے ہندوستان کے آخرت کا سفر مقدر فرمادیا۔

پہلی مرتبہ: ۱۹۷۰ء میں حج بیت اللہ کا سفر ہوا۔ دوسری مرتبہ: ۱۴۰۶ھ میں اہلیہ کے ساتھ حاضری نصیب ہوئی، پھر کئی مرتبہ اس سعادت سے مشرف ہوئے۔

باوجود کبرسنی کے مرحوم کی صحت بہت اچھی تھی، ہر کام خود انجام دیتے تھے۔ برابر نماز باجماعت کے لئے مسجد میں جاتے، مگر راقم نے محسوس کیا کہ اچانک اہلیہ کی وفات سے مرحوم کی صحت میں ضعف وکمزوری کے آثار شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے چلنے پھرنے میں کافی تکلیف ہونے لگی۔ تاہم مرحوم بڑے صابر تھے، راقم نے کم ہی آپ کی زبان سے شکایت اور واویلا کے الفاظ سنے، ہمیشہ خوش مزاجی سے ملنا' اپنی عادت کے مطابق مزاحی جملے سے ہنساتے رہتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کی سئیات کو حسنات سے مبدل فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام نصیب فرمائے، آمین۔

مرحوم' سعودی عرب عالم شیخ محمد ابوبکر عبداللہ باذیب حفظہ اللہ کی نظر میں

سعودی عرب کے ایک عالم شیخ محمد ابوبکر عبداللہ باذیب حفظہ اللہ نے مرحوم سے کئی کتب احادیث کی اجازت حاصل کی اور فصیح عربی زبان میں اپنی سند تیار کی، اس میں مرحوم کے لئے بڑے اونچے الفاظ تحریر فرمائے، موصوف لکھتے ہیں:

''وکان من النعم العظیمة فی عامنا هذا ' وصول حضرة الشیخ المسند الصالح البقیة ' مولانا احمد علی بن مولوی محمد بن یوسف بن محمد الدیوان الاجفوری السورتی الهندی ' نزیل بریطانیا من بلاد اوربا منذ خمسین سنة ، وهو شیخ جلیل القدر ' عالی الاسناد ' تلقی کتب الحدیث علی کبار العلماء فی الهند ' فی جامعة (دابیل)''۔

موصوف نے اپنی سند میں کئی اشعار بھی لکھے ہیں، ان میں مرحوم کے متعلق چند اشعار یہاں نقل کرتا ہوں، کسی وقت مرحوم کے حالات پر کوئی رسالہ کا پروگرام بنا تو پوری سند مع مکمل اشعار کے نقل کردوں گا۔

الحمد لله الكريم الملهِم ۔۔۔ المفضِلِ المسندی لكل النِّعمِ
ثم صلاة الله مع اذكى السلام ۔۔۔ على النبى المصطفى البدر التَّمام
وآله والصّحب والأتباع ۔۔۔ ماضُبِطَ الحديث بالسّماع
وبعد : فالداعى لهذا النظم ۔۔۔ تستطير اسنادٍ عليٍّ فخم
يرويه شيخ الكل ذو القدر العلى ۔۔۔ اعنى به الشيخ الامام احمد على
الاجفورى السورتى الهندى ۔۔۔ هو الرفيع شأوُهُ ذو المجد

....

ولعوِّ الشيخ فى الاسناد ۔۔۔ تفرُدًا علابه فى النادى
نظمته جواهرا فى عِقُد ۔۔۔ فاشدد بها يديک يا ذا الرشد
واحفظه يا من سار فى ذا الدّرب ۔۔۔ وخذه نظما سائغا للشّرب

....

يروى الهمامُ المسند المجلى ۔۔۔ فى حلبات العلم سامى الفضل
احمد على السورتى الشهمُ ۔۔۔ وهو الامام الالمعى القرمُ
عن الوجيه الاكمل المحدث ۔۔۔ عالى المقام المرشد المورِّثِ

حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......١/ جمادی الثانی ١٣٦٣ھ مطابق: ١٤/ مئی ١٩٤٤ء۔

وفات:......٢٥/ محرم ١٤٣٤ھ مطابق ٩/ دسمبر ٢٠١٢ء۔

مرحوم کی دینی خدمات یقیناً ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں، خصوصاً ''معہد الرشید الاسلامی'' کا قیام۔ اسی طرح تلامذہ کی ایک معتد بہ جماعت۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ''لامع'' و''اوجز'' اور حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی ''بذل'' کی طباعت میں مرحوم کا خاصہ حصہ ہے۔ حضرت شیخ نے بذل کے آخر میں ان الفاظ سے خود اس کا اظہار بھی فرمایا ہے:

''وساعده فى ذلك العزيز الشيخ عبد الرحيم بن سليمان متالا السورتى ' والعزيز الاعز عبد الحفيظ بن ملك عبد الحق المكى ، فجزاهم الله تعالى خير الجزاء ، وتقبل من الجميع وانعم عليهم بنعمة السابغة ، وجعل لهم حظا وافرا من اجر المستفدين من هذا النبع الفيّاض ''۔ (بذل المجہود ص٦٦٦ ج١٣، جدید)

''اوجز'' کی طباعت کے وقت مرحوم باوجود تمنا و چاہت کے کچھ عوارضات کی وجہ سے بیروت نہ جاسکے' بلکہ حضرت شیخ نے حکماً منع فرمادیا، مگر کئی مکتوبات میں لکھا کہ اوجز کی طباعت میں آپ بھی برابر شریک ہیں، اور اوجز کے بالکل اخیر میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے خود اپنی تحریر میں اس کی صاف وضاحت فرمادی اور مرحوم کے لئے ''محسن کبیر'' اور ''مخلص دوست'' جیسے الفاظ استعمال فرما کر عزت بخشی۔ اور تحریر فرمایا کہ:

’’ويحزنني ان صديقي المخلص المحسن الكبير الشيخ عبد الرحيم متالا الذى كان الساعد الأيمن والمساعد الخاص للعزيز عبد الحفيظ سلمه الله تعالى فى طبع جميع كتبى على الحروف الحديدية ‘ لم يتمكن من المشاركة فى تكميل طبع هذا الكتاب لاسباب قاسرة ‘ وقد كان سلمه الله تعالى حريصا شديد الحرص على الاسهام فى هذ العمل ايضا ‘ ولكنى منعته بشدة من التوجه الى بيروت للزوم وجوده فى وطنه ‘ وقد تكرر اصراره للرحيل الى بيروت واصررت على المنع لما ذكر داعيا البارى الكريم ان يجعله شريكا مساويا فى اجر طبع هذ الكتاب ‘ وسيكون ان شاء الله له الحظ الوافر من الاجر لان النبى صلى الله عليه وسلم قال: ” من هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله تبارك و تعالى عنده حسنة كاملة“ الحديث متفق عليه ،(رياض الصالحين ص ٨) وقد ثبت انه قال :” ان اقواما خلفنا بالمدينة ما سلكنا واديا الا وهم معنا حبسهم العذر “ الحديث رواه البخارى، ولغيرها من الاحاديث الشريفة ‘ ارجو من فضل الله و كرمه ان يكون العزيز عبد الرحيم شريكا فى اجر الطباعة ، منّ الله عليه بالعافية فى بدنه واهله و ذويه واكرمه برقى الدارين باحسانه واعلى مراتبه بكرمه ، فان كتبى هذه ” كتب الحديث الشريف “ لم يكن اخواننا العرب يستطيعون الاسفادة منها مع شوقهم ورغبتهم فى ذلک لطباعتها الحجرية ‘ فحل العزيز عبد الحفيظ جزاه الله خيرا هذه العقدة واستمر العزيز عبد الرحيم مساعدا دائما له فى ذلک ، اكرمهما البارى برفع الدرجات وسهل بجهودهما الطيبة وسعيهما الجميل طبع بقية كتب الحديث بالحروف الحديدية وما ذلک على الله الكريم ‘‘۔(اوجز)

اس کے علاوہ اپنے پیرومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی

تقریر بخاری شریف کی ضخیم جلدیں [۱] ''سراج القاری'' کی ترتیب ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ اب حضرت والا کی توجہ سے تکمیل کے مراحل سے گذر کرامت کے ہاتھوں پہنچے۔ اب تک حضرت رحمہ اللہ کی تقریر بخاری مکمل شائع نہ ہوسکی۔ جن حضرات کی نظر سے وہ گذری ہیں وہی ان کی صحیح قدر پہچان سکتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے اپنے مخصوص و نرالے انداز کے وہ محاورات جیسے: ''چکی کا پاٹ'' ''میرے نزدیک'' ''براعت اختتام'' اور ''میرے والد صاحب کی رائے'' وغیرہ میں جو علوم و جواہرات چھپے ہیں وہ ''چھوٹے منہ بڑی بات'' بعض بڑی بڑی شروحات کے اوراق میں بھی ندارد۔ اہل نظر کے لئے اس قدر اشارات کافی ہیں۔

مرحوم حضرت شیخ رحمہ اللہ کے معتمد اور اخص الخاص لوگوں میں سے تھے، حضرت کی ڈاک جن جن خدام کے ذمہ رہی ان میں آپ کا شمار سرفہرست تھا، حضرت رحمہ اللہ کو بھی مرحوم کی وجہ سے ڈاک کی فکر گویا نہ ہونے کے درجہ میں تھی، یہی وجہ تھی حضرت خود چاہتے تھے کہ مرحوم زیادہ میرے پاس رہے، بار بار ارشاد فرماتے: ''ابے لونڈے گھر جا کر کیا کرے گا؟ پڑا رہ، ملازمت پھر زندگی بھر کرتے رہنا''۔ مرحوم کے حضرت سے رخصت ہونے کا وقت آتا تو فرماتے ''تیرے جانے کا بڑا قلق ہو رہا ہے، میری ڈاک کا کیا ہوگا''۔

نوٹ:...... یہاں بطور جملہ معترضہ کے اس بات کا اظہار بھی مناسب ہے کہ ہمارے اکابر و مشائخ کو ڈاک کا کتنا اہتمام تھا، اب یہ حال ہے کہ علماء و بڑے حضرات سرسری ہی نہیں کام کے خطوط تک کے جواب سے پہلوتہی فرما رہے ہیں، فالی اللہ المشتکی۔

---

[۱]...... جس کی تقریباً چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ گرچہ راقم کو ابھی تک باوجود کوشش کے دستیاب نہ ہو سکیں، انشاء اللہ موصول ہوں گی، اور ملنے پر صرف الماری کی زینت ہی نہیں بلکہ استفادہ بھی کروں گا۔

حضرت مولانا واجد حسین صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......۱۴۳۵ھ۔

مولانا مرحوم رحمہ اللہ کا وجود اس دورِ قحط الرجال میں بہت ہی غنیمت تھا۔افسوس ایک نعمتِ عظمیٰ ہم ناقدروں سے چھین لی گئیں۔

مرحوم بڑے کامیاب استاذ تھے،اور طلباء پر بڑے شفیق ورحیم، میں نے کبھی حضرت کو کسی شاگرد پر غصہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، مارنا تو بہت دور کی بات تھی۔طبیعت میں انتہائی شرافت تھی، بسا اوقات درس میں بھی نظریں نیچی رہتی تھیں۔اسباق کے پابند تھے، ویسے کم ہی پورا گھنٹہ پڑھانے کی نوبت آئی ہو،مگر اس میں بھی کتاب پوری فرمادیتے۔ زیادہ تفصیل وتطویل کے قائل نہیں تھے۔سبق مختصر ہوتا ،اورنفس کتاب کے حل پر توجہ فرماتے۔زبان صاف' ستھری تھی،اورطرزِ تفہیم بھی آسان تھا،اس لئے مولانا مرحوم کے اسباق سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ ڈابھیل میں برسوں'' جلالین''و''مسلم شریف'' پڑھانے کی سعادت حاصل رہی۔راقم نے آپ سے''مسلم شریف'' ہی پڑھی۔ آخرمیں شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر بھی فائز ہوئے۔بزرگوں کے اوصاف میں جو پڑھا تھا: قلیل الاختلاط مع العوام' قلیل الطعام' قلیل الکلام'' حضرت مرحوم میں تقریبا تینوں اوصاف موجود تھے۔بہت کم گفتگو فرماتے۔راقم جب ہندوستان کا سفر کرتا تو ڈابھیل ضرور حضرت کی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا،ان ملاقات پر بھی دیکھا کہ کام کی باتیں ارشاد

فرماتے یا کام کے متعلق ہی سوالات فرماتے۔ادھر ادھر کی باتوں سے حتی الامکان پرہیز کرتے ہی دیکھا۔بڑی شفقت فرماتے،محبت سے ملتے۔کھانا بھی کم ہی تھا،اور عوام سے اختلاط تو گویا نہ ہونے کے درجہ میں تھا۔اپنے کام سے کام مولانا کا اصول تھا۔مدرسہ میں کبھی انتظامی کاموں میں حصہ لینا یاد نہیں پڑتا۔

مرحوم نے عمر بھی بڑی پائی،تقریبا اسی کے قریب تھے۔زندگی کی بھر تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رہا۔فراغت کے بعد سے وفات تک تقریبا ساٹھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ڈابھیل سے پہلے جلال آباد میں طویل عرصہ تدریس پر مامور رہے۔ان سالوں میں تقریبا فنون کی اکثر کتابیں پڑھائیں۔ایسا یاد پڑتا ہے کہ جلال آباد کے بعد کسی اور مدرسہ میں بھی غالبا ’’بخاری شریف‘‘ کی تدریس کا موقع ملا۔اور آخری زمانہ تو تفسیر وحدیث کی خدمت میں گذرا۔مرحوم کا شمار حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں تھا۔ الغرض آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔اللہ تعالی مرحوم کے ساتھ خصوصی لطف وکرم کا معاملہ فرمائے،ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے،آمین۔

مرحوم کی کوئی تحریری خدمت مضامین یا رسائل کی شکل میں ہونے کا علم نہیں،البتہ آپ کی اولاد اور ہزاروں تلامذہ یقیناً مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

سنا ہے کہ مرحوم نے زندگی کے آخری دو تین سال مرض فالج اور معذوری کے آزمائشی دور میں گذارے،انشاء اللہ یہ بیماری بھی مرحوم کے لئے کفارۂ ذنوب اور رفع درجات کا سبب ہوگی۔

مرغوب احمد لاجپوری

٦ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ مطابق ٦ فروری ۲۰۱۴ء، بروز جمعرات

مفتیٔ اعظم بنگلہ دیش

ولادت:......۔

وفات:......۲۷؍محرم ۱۴۳۷ھ مطابق: ۱۰؍نومبر ۲۰۱۵ء۔

یعنی حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، مفتیٔ اعظم بنگلہ دیش وخلیفۂ مجاز حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے مختصر حالات و واقعات۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

پیش لفظ

پانچ سال پہلے کی بات ہے راقم الحروف کو اللہ تعالی نے بغیر کسی استحقاق کے محض اپنے فضل و کرم سے رمضان المبارک حرمین شریفین میں گذارنے کا موقع نصیب فرمایا۔ رمضان کی بیسویں تاریخ اور جمعہ کا دن تھا' اس لئے جلدی مسجد نبوی میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر ہوئی کہ ویل چیئر میں ایک بزرگ تشریف لائے اور میرے ساتھ ہی خدام نے انہیں بٹھا دیا، نماز سے فراغت پر بکثرت حضرات آتے جاتے ان سے مصافحہ کرنے لگے تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی مشہور بزرگ معلوم ہوتے ہیں، آہستہ سے خدام میں سے ایک صاحب کو پوچھا کہ حضرت کا تعارف کیا ہیں؟ انہوں جواب دیا کہ بنگلہ دیش کے مفتیٔ اعظم اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ' حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ راقم نے بھی مصافحہ کیا' حضرت نے بڑی شفقت سے مصافحہ فرمایا اور خیر و عافیت پوچھی، اتنے میں خدام نے حضرت کو لیجانے کا اشارہ کیا' حضرت مدظلہم سلام فرما کر رخصت ہوئے۔ یہ پہلی ملاقات تھی جو راقم کی حضرت والا سے ہوئی۔ راقم بہت متأثر ہوا کہ اتنی ضعیفی میں ایک اجنبی شخص سے بہت بشاشت و خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی' تعارفی سوالات فرمائے۔ اللہ کی شان کہ قبل مغرب راقم اعتکاف کی نیت سے مسجد میں اسی جگہ پر پہنچا جہاں نماز جمعہ ادا کی تھی' حضرت بھی وہیں تشریف لائے، تراویح کے بعد مزید بات کا موقع ملا، باتوں کے درمیان وطن لاجپور کا ذکر آ گیا تو پوچھا: حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ' صاحب فتاوی رحیمیہ سے تعارف ہیں' میں نے کہا: حضرت بہت قریبی تعلق تھا، میں نے ان کی سوانح بھی مرتب کی ہے، فرمایا دکھاؤ! میں نے کہا: حضرت آئندہ کل پہنچا دوں گا، چنانچہ رہائش گاہ سے دوسرے دن سوانح

کا ایک نسخہ منگوا کر حضرت کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا، خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت دعا دی۔ تقریباً تین دن گذرے کہ فرمایا: پوری سوانح کا مطالعہ کر چکا ہوں، یہ سوانح مزید تعلق کا ذریعہ بن گئی، پھر تو روزانہ ہی کچھ وقت نکال کر حضرت کے پاس بیٹھتا اور علمی سوالات کرتا رہتا تھا، حضرت بھی بڑی شفقت فرماتے اور اپنے قیمتی نصائح اور تجربات سے مستفید فرماتے رہیں۔ پھر اسی سال دوبارہ حج پر ملاقات ہوئی، اور ہوتے ہوتے مسلسل چار رمضان مسجد نبوی ﷺ میں حضرت کے ساتھ اعتکاف کا موقع ملا، اور تقریباً ہر سال حج میں زیارت وملاقات کی توفیق ملتی رہی، الحمد للہ علی ذلک۔ اس دوران حضرت کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ کے نصائح وملفوظات سے استفادہ بھی کیا، مختلف علمی اشکالات کا حل آپ کی مجلس میں ملا، اور حضرت کے معمولات وحالات سے واقفیت ہوتے ہوتے یہ تعلق محبت سے بڑھ کر عقیدت میں منتقل ہوگیا۔ ادھر راقم کے شیخ حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوا' تو دل میں بہت شدت سے حضرت والا کی طرف رجوع کا میلان ہونے لگا، استخارہ کیا تو مزید تقویت ملی، اس لئے حضرت سے بیعت کی درخواست کی، فرمایا: بیعت کی ضرورت نہیں اصلاحی تعلق رکھو! اور ذکر کی کثرت اور تصوف کی کتابیں دیکھنے کی وصیت فرمائی، راقم نے حضرت کے حکم پر عمل کیا اور ایک سال بعد مکۃ المکرّمہ میں دوبارہ بیعت کی درخواست پر فرمایا: آئندہ کل صبح مسجد حرام میں ملنا' چنانچہ وقت مقررہ پر راقم حاضر ہوا تو حضرت مدظلہم نے مسجد حرام میں بیعت فرما کر ذکر جہری کی تعلیم دی۔ اس تعلق کی بنا پر کئی مرتبہ خیال آیا کہ حضرت والا کا مختصر تذکرہ کروں کہ ناظرین میں سے کوئی' حضرت سے استفادہ کرنا چاہیں تو کر سکے۔ اس بنا پر یہ چند اوراق لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

حضرت مدظلہم کی حیات کے مختلف گوشے

یہ کوئی مرتب سوانح نہیں، بلکہ راقم کے تاثرات کا ایک مجموعہ ہے، اس میں غیر مرتب طور پر حضرت دامت برکاتہم کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر مختصر سی ایک یادداشت جمع کی ہے۔

حضرت والا دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ چھ سال دیوبند میں قیام فرما کر علوم کی تکمیل فرمائی۔ اکثر فنون کی کتابیں حضرت العلام مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

فنون میں آپ کی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ: ۱۵ر فنون کی کتابوں میں سے ۱۴ر کتابوں میں ۵۰ر یا اس سے زائد نمبرات حاصل کیے۔ امتحان میں اعلی نمبرات پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: کیا سب ہی انعامات اکیلے لے جاؤ گے؟

حضرت مدنی رحمہ اللہ سے: ۵۰ء میں بخاری شریف پڑھی۔ فراغت کے بعد افتاء میں داخلہ لیا۔ یہ دارالعلوم دیوبند میں افتاء کی پہلی جماعت تھی، اس سے پہلے مستقل تخصص فی الافتاء کا شعبہ نہیں تھا۔

حضرت والا کے چند اوصاف جو راقم نے محسوس کیے' ان میں بطور خاص یہ کہ آپ اکابر کے مسلک پر متصلب اور حنفیت میں بہت پختہ نظر آئے۔ جدید نصاب کے سخت مخالف پایا۔ تواضع اور سنت کی اتباع میں اپنی مثال آپ ہیں۔

رمضان کے کچھ معمولات

حالت اعتکاف میں راقم نے آپ کو بہت کم سوتے ہوئے دیکھا، اکثر اوقات تلاوت یا

تسبیحات یا مطالعۂ کتب میں مصروف رہتے دیکھا۔

حدیث شریف میں ہے: ’’الدعاء لا یُرد الدعاء بین الاذا ن والاقامة‘‘۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء لا یرد الدعاء بین الاذا ن والاقامة)

یعنی اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ’’یہ وعدہ خاص ان لوگوں کے لئے ہے جو اذان سن کر نماز کے لئے حاضر ہو جائیں، کیونکہ اگر وہ حاضر نہ ہوں تو ان کو اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت کیسے معلوم ہوگا؟ بہر حال یہ وعدہ لوگوں کے مسجد میں اول وقت پر حاضر ہو جانے کا سبب ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ اذان کے بعد آجائیں گے، اور پھر دخول مسجد کے وقت دخول کی دعا اور پھر درود شریف پڑھیں گے، اور بوجہ احسن وضو کر کے تحیۃ المسجد پڑھیں گے، اور اس کے بعد نماز با جماعت کا انتظار کریں گے، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کا انتظار نماز کے ہی حکم میں ہے تو ایسے شخص کی دعا کی قبولیت میں کیا شک وشبہ باقی رہ سکتا ہے؟ (یقیناً اس کی دعا قبول ہوگی)۔

(الطیب الذکی ترجمہ الکوکب الدری ص ۴۰ ج ۲)

حضرت والا اذان اور نماز کے درمیان دعا کا بہت اہتمام فرماتے ہیں، شاید کبھی ان اوقات میں دعا ترک کرتے دیکھا گیا۔ دعا بڑی لجاجت وعاجزی سے مانگتے ہیں۔

حرمین شریفین میں آخری عشرہ میں صلوۃ اللیل میں شرکت فرماتے ہیں، راقم نے پوچھا تو فرمایا: میرے شیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اتباع میں صلوۃ اللیل حرمین شریفین میں جماعت سے پڑھ لیتا ہوں۔ تراویح کے بعد اکثر دو گھنٹے آرام فرماتے، پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے۔ فجر کے بعد جلدی سو کر جلد ہی اٹھ جانے کا معمول تھا۔

مدینہ منورہ میں دورانِ اعتکاف تقریباً روزانہ ہی بعد ظہر آدھ گھنٹہ بیان فرماتے، جس میں بیس پچیس افراد شریک ہوتے پھر اجتماعی دعا ہوتی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ کبھی بھی کسی شرطی نے حضرت کو نہ بیان سے روکا نہ دعا سے۔ ورنہ کیا مجال کسی کی کہ وہاں اجتماعی دعا و بیان کرنے کی ہمت بھی کرے۔ اہلِ تبلیغ دو چار آدمیوں کو بھی دعوت دینے میں ڈر محسوس کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھے گئے۔

مسجدِ نبوی میں مدینہ منورہ اور بیرون ممالک سے آئے ہوئے بکثرت طلبہ جس میں اکثر عرب ہوتے تھے، بہت اہتمام سے اجازتِ حدیث کے لئے حاضر ہوتے۔ بعض تو اوائل پڑھ کر اجازت لیتے اور بعض روزانہ حدیث شریف کی کسی کتاب کو پڑھ کر اجازت لیتے۔ حضرت والا ہر ایک کو وقت عنایت فرما کر اجازت مرحمت فرماتے۔ تقوی اور اعمالِ صالحہ کے اہتمام کی ترغیب دیتے۔ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس اور اعمالِ صالحہ کی پابندی کی پرزور ترغیب دیتے۔

بکثرت ملنے والے آتے ہیں، مگر ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ بعض مرتبہ اپنے مرید یا شاگرد کو اصلاح کی نیت سے غلط وقت حاضری پر تنبیہ بھی فرمائی۔ ایک صاحب ملنے آئے راقم قریب ہی بیٹھا تھا، تو ان کو تنبیہ فرمائی کہ اتنی تاخیر سے آئے، یہ کوئی ملاقات کا وقت ہے؟ پھر ہم سے فرمایا کہ: ان کا مجھ سے اصلاحی تعلق ہے اس لئے میں نے تنبیہ فرمائی۔

طالب علمی کا ایک واقعہ، اور استاذ کا ادب واحترام

اساتذہ کا ادب کتنی عجیب چیز ہے اور اس سے طالب علم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے، اس پر حضرت کا ایک واقعہ پڑھئے! حضرت والا کے دل میں اساتذہ کا کیا مقام تھا، اس

واقعہ سے طالب علم کو ایک قیمتی سبق اور رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے۔

حضرت والا دار العلوم دیوبند میں فنون کی کتابیں پڑھ رہے تھے، اور ''ملا جلال'' جس استاذ کے پاس تھی وہ اس طرح پڑھاتے تھے کہ کچھ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا' حالانکہ آپ اپنی جماعت میں جید طالب علم شمار ہوتے تھے، بہرحال حضرت والا کو یہ خیال بھی گذرا کہ شاید استاذ محترم بھی سمجھے نہیں ہیں، مگر پورے سال میں ایک غلط جملہ بھی حضرت استاذ کے متعلق نہ فرمایا اور نہ سبق ناغہ کیا۔ سہ ماہی اور ششماہی امتحان تو استاذ نے خود لیا پاس کردیا، مگر سالانہ امتحان تقریری تھا' اور اس وقت دیوبند کے سالانہ امتحانات کی سختی مشہور و معروف تھی۔ امتحان سے ایک روز پہلے حضرت والا استاذ محترم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ حضرت آئندہ کل امتحان ہے دعا فرمادیں، استاذ محترم نے فرمایا: جاؤ بھئی جاؤ! دعا کروں گا، واپس ہونے لگے تو استاذ نے آواز دی اور کہا: کل صبح کھیر پکاؤں گا میرے ساتھ کھالینا، اب صبح کا جو وقت چند اوراق دیکھنے کا تھا وہ بھی گیا۔ صبح حضرت پہنچے اور ناشتہ کیا مگر امتحان کی فکر میں مزا نہ آیا، خیر امتحان گاہ میں پہنچے' پرچہ لکھا' پھر وقت باقی تھا تو اسی کو عربی میں لکھا، جب نتیجہ آیا تو دیکھا کہ مدرسہ کے اعلی نمبرات: ۵۰/ کے بجائے: ۵۲/ نمبرات تھے، بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ کیا؟ ناظم امتحان سے درخواست کی کہ میرے نمبرات میں غلطی ہوگئی ہے، شاید: ۲۵/ بجائے: ۵۲/ لکھ دیا گیا ہے، ناظم صاحب نے پرچہ منگوایا اور دیکھا تو: ۵۲/ ہی تھا۔ فرمایا: یہ صرف استاذ محترم کی دعا اور ادب کا نتیجہ تھا۔

اسی طرح ''شرح تہذیب'' پڑھتے تھے مگر کچھ سمجھے نہیں، اور امتحان آیا تو بھاگ گئے، بڑے بھائی صاحب نے پکڑ کر ممتحن کے پاس بٹھادیا، ممتحن کے سوال پر عبارت بہت عمدگی سے پڑھی' پھر مطلب پوچھا تو فرمایا: کچھ نہیں سمجھا، مگر استاذ کے ادب کا نتیجہ تھا کہ فراغت

کے بعد ہی ''شرح تہذیب'' پڑھائی اور اس قدر آسان معلوم ہوئی کہ فرماتے تھے کہ: منطق وفلسفہ میرا طبعی فن بن گیا۔

متفرقات

حضرت والا کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ زمانۂ طالب علمی میں دار العلوم دیوبند میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے نائب کی حیثیت سے نماز پڑھانے پر مامور کئے گئے۔

تصویر سے اجتناب

۱۳/اپریل کو ''پلٹن'' میدان کے ایک دینی اجتماع میں احباب کے اصرار پر تشریف لے گئے' ویسے ہر اجتماع میں شرکت نہیں فرماتے، مگر یہ چونکہ خالص دینی و مذہبی جلسہ تھا' اس لئے شرکت فرمالی۔ کچھ دیر ہوئی تو فوٹو گرافروں کی آمد شروع ہوگئی، جب حضرت نے دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا' فوٹو گرافروں نے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے، جب حضرت والا کے خطاب کا وقت ہوا تو ان کو اچھا موقع مل گیا' حضرت نے فرمادیا کہ: بھائی میرا فوٹو مت لینا' اگر انکار کے باوجود بھی آپ نے فوٹو لیا تو گناہ آپ کے سر ہوگا۔

کیا شیخ سے صرف خط وکتابت کافی ہے؟

ایک صاحب نے پوچھا حضرت! کیا شیخ سے صرف خط وکتابت سے اصلاح کر سکتے ہیں؟ فرمایا: کیا شوہر ڈھاکہ میں ہو اور بیوی لاہور میں' اور دونوں عمر بھر خط وکتابت کرتے رہیں تو اولاد ہوگی؟ اصل میں شیخ کی خدمت میں جسم کے ساتھ حاضری ضروری ہے کہ' شیخ کے قلب سے مرید کے دل میں انوارِ یقین وانوارِ نسبت منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ کتابوں

سے ہمیں شریعت کی کمیات ملتی ہیں نماز کی کتنی رکعتیں، مگر کیفیات اللہ والوں کی صحبت سے سینوں میں آتی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا تقریر کروانا اور سننا

حضرت والا ایک مرتبہ دار العلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت نے فرمایا: آج جمعہ کا دن ہے، جامع مسجد میں تقریر فرمادیں، حضرت والا نے بیان فرمایا تو دیکھتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ خود تشریف فرما ہیں اور خوب توجہ سے سن رہے ہیں۔

ملفوظات

(۱)......ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر جائز نہیں، اور استدلال "لا تشد الرحال الا لثلاثة مساجد" سے کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث: "من زار قبری وجبت له شفاعتی" بھی ہے، اور اس کو سارے محدثین نے حسن کہا۔

پھر فرمایا: "لثلاثة مساجد" تو مستثنیٰ ہے، مستثنیٰ منہ کہا ہے؟ اگر مطلقا سفر مستثنیٰ منہ ہو تو بدیہی البطلان ہے، اگر سفر صلوۃ مراد ہو تو سفر زیارت کیسے ممنوع ہوگا؟

(۲)...... جمعہ کے دن کی بڑی فضیلت ہے تو اس میں تعلیم کا سلسلہ زیادہ ہونا چاہئے تھا، مگر ہمارے اکابر نے اس دن رخصت کردی، وجہ یہ ہے کہ کچھ اعمال وہ ہیں جن کا تعلق وقت کے ساتھ ہے، اور آج کے دن میں چھ اعمال کرنے ہیں: غسل، اور اس میں بھی مبالغہ کا صیغہ "غسّل" آیا ہے۔ کپڑا بدلنا، بدن (بال وغیرہ) صاف کرنا، جلدی مسجد کی طرف جانا، صلوۃ التسبیح پڑھنا، سورۂ کہف پڑھنا، اگر اس دن تعلیم میں مشغولی ہوتی تو ان اعمال میں کمی آجاتی۔ افسوس کے آجکل طلبہ ان اعمال کے بجائے اور کام میں اس بابرکت دن کو

گذار دیتے ہیں۔

(۳)......مزاحا فرمایا: پہلے مچھر رات کو کاٹتے تھے، اب کیا دن کیا رات' کیا روشنی کیا تاریکی' پہلے بصیرت سے کاٹتے تھے اب بصارت سے کاٹتے ہیں۔

(۴)......(ارباب اہتمام کے لئے مفید نصیحت ہے کہ:) ایسا کون سا مدرسہ ہے جس میں تنگی نہیں؟ تنگی ہٹانے کے لئے اپنے کو سلفی کہنے کی ضرورت نہیں، اس کے در پے آؤ جس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں، اگر کمی ہے تو تصحیح قرآن کی کمی ہے، کمی ہے تو مانگنے کی کمی ہے۔

(۵)......﴿ ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیک ﴾ یعنی ہم چاہے تو وہ تمام علوم جو آپ کو دیئے ہیں دفعۃً! سلب کرلیں۔ ﴿ لا تجد لک به علینا وکیلا ﴾۔ پھر آپ کا کوئی کارساز نہیں ہوسکتا، دیکھئے! کتنا ہولناک خطاب ہے، اگر کسی کو اپنے علم پر ناز ہو تو یہ حماقت ہے' عرفان پر ناز ہو تو حماقت ہے' عمل پر ناز ہو تو حماقت ہے، یہ سب چیزیں وہبی اور عطائے الٰہی ہیں' اس کو اپنی محنت سمجھنا کبر ہے۔

(۶)......اوسالکو! چالیس دن یکسو ہو کر اللہ کے گھر میں بنیت اعتکاف بیٹھ جاؤ، ضرور اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ ملے گا۔

اسلاف پر اعتماد

حضرت والا کے اوصاف میں ایک قابل ذکر وصف یہ دیکھا کہ اسلاف کے طریقے پر کامل اعتماد اور اتباع۔ فرمایا کہ: اسلاف واکابر کے علوم پر کامل اتباع کرلو، اسی میں کامیابی ہے، جدت پسندی اور اسلاف سے عدم اعتماد' دین ودنیا دونوں کے لئے مضر ہیں۔

پھر فرمایا کہ: میں پچاس سال سے فتوی لکھتا ہوں مگر آج تک کوئی فتوی اپنے اکابر کی

رائے کے خلاف نہیں لکھا۔ میں نے دریافت کیا کہ' جس مسئلہ میں ہمارے اکابر کی رائے میں اختلاف ہو تو؟ فرمایا: دونوں رائے لکھ کر نیچے لکھ دیتا ہوں کہ میں فلاں رائے پر فتوی دینے کو قابل ترجیح سمجھتا ہوں۔

اپنے استاذ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ سے عشق کے درجہ کی محبت رکھتے ہیں۔ حضرت کے متعلق عجیب باتیں ارشاد فرمائیں، حضرت کے مجاہدات' اسفار' علمی مشغولی' آپ کے مشقت کے حالات وغیرہ بڑی عقیدت سے بیان فرماتے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی صفت تواضع پر فرمایا کہ: حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے علم کا خوب شہرہ ہوا، مگر حضرت مدنی رحمہ اللہ کے علم کو وہ شہرت حاصل نہیں ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ بھی علوم کے بہت اعلی مقام پر فائز تھے، مگر حضرت کی تواضع نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا، حضرت جیسی تواضع کہیں نہیں تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ غیر معمولی وسعت نظر سے بڑے بڑوں پر بے تکلف تنقید فرمادیا کرتے تھے،اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علم کا شہرہ بہت ہوا۔

اردو زبان کی حمایت

بنگلہ دیش میں علماء کی ایک بڑی جماعت اردو زبان کی حامی نہیں، حضرت والا کی رائے ان کے بالکل خلاف ہے۔ایک مرتبہ اس پر فرمایا کہ: اب تو علماء کرام کی ایک جماعت اردو سے نفرت کرنے لگی، کہتے ہیں کہ بنگلہ ہونا چاہئے، یہاں تک کہ کوئی رسالہ بھی اردو میں پڑھنے پڑھانے کو تیار نہیں، بیشک بنگلہ کی ضرورت ہے، لیکن بنگلہ نہ جاننے سے کیا نقصان ہوگا؟ میں نے تو بنگلہ زبان نہیں پڑھی، حسابات بھی صرف وضع تک پڑھا، تو میرا کون سا کام رک گیا؟

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے تعلق

آپ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بذریعہ خط وکتابت اصلاحی تعلق رہا، پھر اللہ تعالی نے اسی (۸۰) روز حضرت کی خدمت میں رہنے کا موقع عنایت فرمایا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں اس زمانہ میں نماز فجر کے بعد ذکر جہری شروع ہوتا، ذکر سے فراغت پر ناشتہ، پھر کچھ حضرات انفرادی معمولات میں لگ جاتے کچھ اور کام میں، صرف دو حضرات کو حضرت رحمہ اللہ کے سامنے چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات کی اجازت ملتی، ان میں ایک حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہم اور ایک حضرت والا ہوتے۔ حضرت رحمہ اللہ اس دوران مختلف حضرات سے مختلف دینی خدمت لیتے رہتے، سامنے دو خادم ڈاک کے کام مشغول ہوتے، پیچھے مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہم ''تاریخ مظاہر'' میں مصروف ہوتے، ایک دو حضرات بذل کی تعلیق پر کام کرتے، حضرت رحمہ اللہ ہر ایک سے مخاطب ہوتے پیارے ڈاک میں یوں لکھو! اسی لمحہ مولانا شاہد صاحب کی تاریخی رہبری فرماتے، ساتھ ہی بذل کی تعلیق کے متعلق فرماتے پیارے فلاں حدیث کی کتاب سے یہ عبارت نکالو اور فلاں سے یہ اور یہ وہاں نقل کرو، وغیرہ وغیرہ، سامنے حضرت والا ذکر میں مشغول، ایک مرتبہ خادم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ: تمہارے ذکر جہری سے میرا کوئی حرج نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ کی خانقاہ کا نمونہ بنگلہ دیش میں

حضرت والا مدظلہم نے سہارنپور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خانقاہ میں کئی عجیب اور قابل رشک چیزیں دیکھیں تو خیال آیا کہ کاش بنگلہ دیش میں اس طرح کی خانقاہ ہوتی اور وہاں بھی ان مشاغل کی کوئی جھلک نظر آتیں، اللہ تعالی نے ان میں کئی تمنائیں حضرت والا کے

ذریعہ بنگلہ دیش میں پوری فرمادیں۔

حضرت والا نے حضرت شیخ کے یہاں دیکھا کہ روزانہ دو پہر و شام کو اصلاح کی غرض سے آئی ہوئی ایک بڑی تعداد دستر خوان پر موجود ہوتی ہیں، حضرت شیخ ان کی باطنی اصلاح و غذا کا انتظام بھی فرماتے اور جسمانی غذا بھی۔ حضرت والا کو خیال آیا کہ کاش اس طرح کا نظام بنگلہ دیش میں ہو جاتا۔ اللہ تعالی نے اس صادق جذبہ کی لاج رکھ کر اس کا ایک نمونہ بشوندھرا میں حضرت والا کی خانقاہ ہی میں جاری فرمادیا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں جمعہ کے روز بعد عصر مسجد میں قیام کا معمول تھا، نماز عصر کے بعد مخصوص درود شریف اسّی (۸۰) مرتبہ پڑھنے کا معمول بہت اہتمام سے تھا، غروب آفتاب سے کچھ پہلے اکثر حضرات دعا میں لگ جاتے۔ حضرت والا کو خیال آیا کاش اس کی نقل بنگلہ دیش میں کہیں ہو جائے۔ اللہ کی شان اس تمنا کا اتمام بھی حضرت والا ہی کے ذریعہ بشوندھرا میں ہوا اور اس کا خاص اہتمام ہونے لگا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کسی سیاسی جماعت سے منسلک نہیں تھے، مگر مختلف سیاسی نظریہ رکھنے والے حضرات بکثرت حضرت شیخ کے یہاں آتے۔ حضرت والا کے دل میں یہ دیکھ کر خیال آیا کہ بغیر سیاست میں حصے لئے ہوئے بھی آدمی اپنی بات منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے یہ تمنا بھی آپ سے پوری فرمادی، کہ کسی جماعت سے آپ کا سیاسی تعلق نہیں مگر سب طرح کے حضرات کا حضرت والا کے ہاں آنا جانا' مشورہ لینا برابر رہتا ہے۔

نماز کا نظام آپ کردے زکوۃ کے نظام میں ہم آپ کے معاون ہوں گے

گرچہ سیاست سے براہ راست تعلق نہیں، مگر اس کو شجر ممنوعہ بھی نہیں سمجھتے، شرعی

ضرورت کی وجہ سے ان سے ملنا' تعاون کرنا آپ کی زندگی کا ایک باب ہے۔حکومت کے بڑے عہدے دار حضرات بھی آپ سے بے نیاز نہیں رہتے،اور حضرت والا انہیں بھی جو کہنا ہو صاف فرما دیتے ہیں۔ایک مرتبہ حکومت نے یہ تجویز پاس کرنے کا ارادہ کیا کہ حکومت بینک سے زکوۃ وصول کرلیا کرے گی،اس سلسلہ میں ایک میٹنگ میں حضرت کو بھی مدعو کیا گیا،دوران گفتگو کسی ذمہ دار صاحب نے آپ سے عرض کیا،اسلامی حکومت کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کی زکوۃ وصول کرے اور ان کو صحیح مصرف میں خرچ کرے،حضرت نے فرمایا: اللہ تعالی نے ارباب حکومت کو اس کا ذمہ دار ضرور بنایا ہے کہ رعیت سے نماز کی پابندی کرائے اور ان کی زکوۃ کو صحیح مصرف میں خرچ کرے،اس لئے پہلے آپ حضرات نماز کا نظام قائم کردیں،زکوۃ کے نظام میں ہم آپ کے معاون ہوں گے۔بس خاموشی چھا گئی۔

حضرت مفتی محمود صاحب کا بینک سے جبری زکوۃ کی وصولی پر ایک علمی نکتہ

یہاں بطور جملہ معترضہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ قاسم العلوم' ملتان) کے ایک علمی نکتہ کا ذکر کرنا' نامناسب نہیں ہوگا۔

حکومت پاکستان نے بینکوں سے لوگوں کی زکوۃ جبرا وضع کرنا شروع کی تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس پر سخت اعتراض کیا اور اس پر ایک فقہی نکتہ بیان فرمایا، [1] کہ بنکوں میں لوگ اپنی رقوم رکھواتے ہیں وہ مقرض (قرض دہندہ) اور بنک مستقرض یعنی قرض لینے والے ہیں، مستقرض کو حق نہیں ہے کہ مقرض کی اجازت کے بغیر زکوۃ ادا کرے۔(فتاوی مفتی محمود ص ۱۴۱ ج ۶)

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں رمضان المبارک کی جو رونق رہتی اور معتکفین کا جو ہجوم

رہتا اس سے اہل علم ناواقف نہیں۔حضرت والا کو بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں رمضان میں اعتکاف کا موقع نصیب ہوا،تو دیکھا کہ سیکڑوں معتکفین' رمضان کے مزے لے رہے ہیں اور پورے ماہ عجیب کیفیت' انوار کا نزول' ذکر وتلاوت' دعا اور تسبیح سے خانقاہ کی چہار دیواریں نور کا مرکز بنی ہوئی ہے، پھر سب کے کھانے پینے' سحری کا پورا نظام حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔اس منظر کو دیکھ کر آپ کو خیال آیا' کاش بنگلہ دیش میں اس طرح کا سلسلہ شروع ہوتا اور اللہ کے کچھ بندے رمضان کے انوارات سے منور ہوتے۔ اللہ تعالی نے حضرت کی اس قلبی چاہت کو بھی وجود بخشا اور آپ ہی کی ذات کو اس کام کے لئے منتخب فرمالیا۔اب ماشاء اللہ ہر رمضان میں سینکڑوں حضرات بشوندھرا حاضر ہو کر اس ماہ مبارک کے انوارات کو حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دو نصیحتیں

١٩٧١ء میں جب بنگلہ دیش بنا تو مدارس پر حالات کی وجہ سے حضرت والا مدظلہم کا تدریس کا سلسلہ ختم ہوگیا تو سال بھر کے لئے تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہو کر دعوت اللہ میں مصروف رہے،اس دوران حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں عریضہ تحریر فرمایا کہ:اب جی چاہتا ہے کہ بقیہ زندگی کے اوقات تبلیغ میں گذار دوں ، مدرسہ سے دل برداشتہ ہوگیا ہوں۔جواباً حضرت شیخ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ:

''ہرگز نہیں تعلیم کے ساتھ لگے رہو،تبلغ کے ساتھ جوڑے رہو''۔

سبحان اللہ ایک آدھ سطر میں کس جامعیت سے مجمع البحرین بننے کا راستہ بتلا دیا۔

حضرت والا مدظلہم کی عام طور پر مٹی پر سونے کی عادت تھی،کبھی چٹائی ہوتی' کبھی وہ بھی نہیں ہوتی،اسی طرح کھانے کے سلسلے میں بھی کوئی خاص اہتمام نہیں تھا،وقت پر جو میسر ہوا

تناول فرمالیا۔ سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ایک تحریر آپ کو عنایت فرمائی، اس میں لکھا ہوا تھا کہ: ’’کھانا کم نہ کھانا اور چٹائی پر نہ سونا‘‘ حضرت والا کو بڑا تعجب ہوا کہ حضرت کو کیسے معلوم ہوا؟ بہرحال اس کے بعد سے چٹائی پر کوئی چیز بچھا کر سونے کا معمول بنالیا اور کھانے کا اہتمام شروع کردیا۔ حضرت والا مدظلہم فرماتے تھے کہ: حضرت شیخ کے یہ کلمات میرے لئے اتنی بڑی دعا بن گئے کہ اب ہر وقت عمدہ غذا اور بہترین بستر کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگیا۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے خانقاہ کی تفصیلی کارگذاری، یعنی خانقاہ کے معمولات، مختلف شعبہائے نظام کے طریقے، مقیمین کے لئے ہدایات، مہمانوں کے لئے قوانین وغیرہ کو تفصیل سے حضرت مولانا مفتی محمود الحق صاحب مدظلہ نے اپنے رسالہ ’’معمولات رمضان المبارک‘‘ میں تحریر فرما کر شائع کردیا ہے۔

عظیم کارنامہ

حضرت والا کے عظیم کارناموں میں ’’مرکز الفکر الاسلامی بشوندرہ‘‘ کا قیام اور ’’جامعۃ الابرار‘‘ کا قیام قابل رشک کارنامہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقین وتوکل کی اعلیٰ صفت سے بھی متصف فرمایا ہے، اتنے بڑے اداروں کی تعمیر اور ان کو نبھانے کی اہم ذمہ داری کے باوجود رسمی چندے کا نہ اہتمام نہ سفیر کا تقرر، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہی اس کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں اداروں کو حضرت والا کی دعا وبرکت سے قیامت تک اسی نہج سے چلاتے رہنے کی اپنے خزانۂ غیب سے صورت پیدا فرمائے اور حضرت والا کے رفقائے کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مرکز الفکر الاسلامی کا مختصر تعارف

یہ مرکز غالباً:۱۹۹۱ء میں ڈھاکہ ایرپورٹ کے قریب بشوندرہ نامی ایک عمدہ وخوبصورت علاقہ کی وسیع وعریض جگہ میں قائم ہوا۔بشوندرہ کا یہ پورا علاقہ جو ہزاروں ایکڑ کو محیط ہے، ایک شخص کی ملکیت ہے' اسی نے مرکز کے لئے یہ زمین دی تھی۔اس مرکز میں ابتدائی درجات نہیں ہیں، تخصصات کی تعلیم کا معقول و بہترین نظام رکھا گیا ہے، مثلاً تخصص فی الفقہ، تخصص فی الحدیث، تخصص فی التفسیر، تخصص فی التجوید وغیرہ۔ان تمام شعبوں میں طلبہ کی ایک معتد بہ مقدار زیر تعلیم ہیں۔ذی استعداد و با صلاحیت اساتذہ خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔تعلیم کے ساتھ تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔اسے صحیح معنی میں خانقاہی مدرسہ کہنا موزوں ہے، صلاح وتقوی کی فکر' ذکر وتلاوت کے پابندی پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔

جامعۃ الابرار کی بات نکلی تو فرمایا کہ: جب جامعہ کی ابتدا ہوئی تو ایک طالب علم داخلہ کے لئے آیا، اس سے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: محمود حسن۔اس نام کو سن کر فورا میرا ذہن منتقل ہوا ''دار العلوم دیوبند'' کی ابتدا کی طرف کہ ایک ''محمود'' نامی استاذ اور دوسرے ''محمود حسن'' نامی شاگرد سے اس کی ابتدا ہوئی، تو میں نے نیک فالی لیتے ہوئے اس بچہ کو اسی وقت داخل کرلیا۔

عہدے ومناصب

(۱)......رئیس و بانی ''مرکز الفکر الاسلامی''۔

(۲)......رئیس و بانی ''جامعۃ الابرار بنگلہ دیش''۔

(۳)...... چیرمین فقیہ الملت فاؤنڈیشن۔

(۴)...... چیرمین مرکزی دارالافتاء بنگلہ دیش۔

(۵)...... چیرمین شرعیہ بورڈ العرفہ اسلامی بینک بنگلہ دیش۔

(۶)......وائس چیرمین سنٹرل شرعیہ بورڈ برائے بنوک اسلامیہ بنگلہ دیش۔

(۷)......سرپرست وفاق المدارس العربیہ بنگلہ دیش۔

(۸)......سکریٹری جنرل مؤتمر اسلامی بنگلہ دیش، وغیرہ۔

اظہار محبت از: استاذ محترم حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہم

استاذ محترم حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہم، حضرت والا دامت برکاتہم کی دعوت پر ایک مرتبہ بنگلہ دیش تشریف لے گئے، اس سفر میں حضرت کی شخصیت سے متأثر ہوکر برجستہ یہ اشعار کہے:

جاتے ہیں ہم نقش محبت لئے ہوئے
دل میں عبد الرحمن کی، الفت لئے ہوئے
رحمٰن کا تو عبد ہے، ملت کا ناخدا
اس مرد صفا کی، عقیدت لئے ہوئے
سالار کارواں ہے، بڑھاتا ہے ہر قدم
یہ میر کارواں ہے، غم ملت لئے ہوئے
ایسا ہے درد مند کہ، اس کی نہیں مثال
پیری میں بھی جواں کی ہے، ہمت لئے ہوئے
کرتا ہے جب وہ بات، تو جھڑتا ہے منہ سے پھول
ہر کام اس کا، جلوۂ سنت لئے ہوئے
دھرتی پہ بنگلہ دیش کی، وہ ملت کی آبرو
ایمان اور یقین کی، دولت لئے ہوئے
ہے بنگلہ دیش میں وہ اکابر کی یادگار
ملتے ہیں لوگ، حسن عقیدت لئے ہوئے
میری دلی دعا ہے، رکھے اسے خدا
باطل کو پاش کرنے کی، جرأت لئے ہوئے

ذکر فاروق

ولادت:......۔

وفات:......۱۴۳۷ھ۔

اس مختصر رسالہ میں حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ) کی وفات پر ایک تعزیتی عریضہ جس میں مرحوم کے کچھ اوصاف، ان کی تصنیفی خدمات کے متعلق چند باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی‘ اما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ، جامعہ محمودیہ میرٹھ کے بانی و مہتمم، شیخ الحدیث اور مسلّم استاذ حدیث ’’فتاوی محمودیہ‘‘ کے مرتب ومحشی‘ شارح مشکوۃ‘ اور دیگر کثیر اور مفید تصانیف کے مؤلف، بہترین مصلح‘ ہزاروں مریدین کے شیخ و مرشد‘ شیریں بیان مقرر‘ حسن اخلاق میں سلف کے نمونہ‘ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ سے سفر برطانیہ میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا، مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں بھی ان کی نورانی مجالس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، ایک مرتبہ جامعہ محمودیہ میرٹھ میں حاضری اور ان سے استفادہ کا بھی موقع ملا، جب بھی ملا بڑے ہی اخلاق سے ملے، میری حیثیت سے بہت زیادہ محبت ولطف کا معاملہ فرمایا، اس لئے ان سے ایک گونہ محبت ہی نہیں عقیدت سی ہوگئی تھی۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ بڑے ہی خوبیوں کے مالک، علمی ذوق کے حامل، اپنے شیخ کے عاشق اور ان کے علوم کے ناشر تھے۔ اس لئے ان کے حادثہ وفات سے طبیعت بہت متأثر ہوئی، اپنے بساط کے موافق ایصال ثواب کا اہتمام بھی کیا، ان کے لئے دعا کی بھی توفیق ہوئی۔ اللہ تعالی مرحوم کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے۔

مرحوم نے اپنے پیچھے بڑی اچھی یادیں چھوڑی ہیں جو ان کے لئے یقیناً رفع درجات کا ذریعہ ہوں گی، مثلاً ان کی تصانیف‘ جامعہ محمودیہ اور ان کے فضلاء‘ ان کے خلفاء ومریدین‘ ان کے تلامذہ ومحبین‘ وغیرہ۔ اللہ تعالی ان تمام کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور جنت

الفردوس میں اعلی درجہ عطا فرمائے، جامعہ کی حفاظت فرما کر مزید ترقیات سے نوازئے جامعہ کی بقا اور اس کے چلانے کے اسباب مہیا فرمائے، آمین۔

بہرحال ان کی محبت کی وجہ سے کئی مرتبہ خیال آیا کہ ان کے صاحبزے' ان کے برادر محترم اور جامعہ کے اساتذہ کی خدمت میں تعزیتی عریضہ لکھوں، مگر آج کل میں تاخیر ہوتی گئی، پرسو کچھ وقت ملا' بیٹھا تو عریضہ کے بجائے مستقل ایک مختصر سا رسالہ ہی تیار ہوگیا، میرے گمان میں بھی نہ تھا اس قدر طویل خط لکھوں گا، مگر جوں جوں لکھتا گیا باتیں یاد آتی گئیں اور قلم چلتا گیا، تو مناسب سمجھا کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کردینا چاہئے۔

راقم کا ذوق قطعاً یہ نہیں کہ کسی کے حالات میں صرف تاریخ ولادت و وفات، تعلیمی احوال اور موت اور وطن کے حالات پر اکتفا کیا جاے، اور ظاہر ہے ان سے ناظرین کو کیا فائدہ؟ مثلاً فلاں صاحب کی ولادت اس وقت ہوئی، وفات کی تاریخ یہ ہے، یہ اساتذہ ہیں، یہاں پڑھایا اور وہاں امامت کی، اور فلاں بزرگ کے خلیفہ ہیں، اتنی اولاد چھوڑی، وغیرہ وغیرہ۔ حالات اور تذکرہ میں کچھ ایسی باتیں ہوں جن سے ناظرین کو کوئی سبق ملے' کوئی اصلاح کی بات ملے' کوئی رہنمائی کا اصول ملے' کوئی آپ ﷺ کی احادیث اور قرآن کی باتیں ملیں، کوئی مسئلہ معلوم ہو تو وہ باتیں یقیناً مفید ہیں، ممکن ہے ہر ایک کا ایسا ذوق نہ ہو" وللناس فیما یعشقون مذاهب"۔

بہرحال اس مختصر تحریر میں اگر کوئی انصاف کی نظر سے نگاہ ڈالے گا تو کئی مفید چیزیں پائے گا، اور کچھ اپنی اصلاح کا طریقہ بھی نظر آئے گا۔ اللہ تعالی اس تحریر کو قبول فرمائے اور اولاً راقم کی اور ثانیاً جملہ قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی وفات حسرت پر تعزیتی عریضہ اور مختصر تأثرات

محترم ومکرم جناب مولانا عباس صاحب وصاحبزادہ محترم اور دیگر جامعہ کے جملہ اساتذہ وارکان صاحبان رزقکم اللہ صبرا جمیلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

از: ڈیوزبری مرغوب احمد: بحمد اللہ خیریت سے ہوں۔

گذشتہ دنوں منیٰ کے واقعہ فاجعہ میں حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ کے حادثۂ جانکاہ کی خبر سے طبیعت بے حد متأثر ہوئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ،اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوضنا خیرا منھا ،للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما و جزیلا،ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

مولانا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت بابرکت ہستی سے محروم ہوگئے۔حضرت مفتی صاحب کا سانحہ ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی،ایسے نازک و افسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے،مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿کل نفس ذائقۃ الموت﴾ کا فیصلہ حتمی ہے،ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا وہ شعر جو انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمایا تھا‘

نقل کرتا ہوں۔

انی معزیک لا الی علی ثقة من الحیاۃ ولکن سنة الدین

فما المعزی بباق بعد میته ولا المعزی ولوعاش الی حین

میں تم سے اتباع دین میں تعزیت کررہا ہوں نہ اس یقین پر کہ مجھے زندگی کا بھروسہ ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے بقانہ تعزیت کرنے والے کو ہے اور نہ جس کی تعزیت کی جارہی ہے اس کو ہے، اگرچہ ایک مدت تک زندہ رہے۔

آپ کو رنج ہوگا کیونکہ آپ یتیم ہوگئے، لیکن غور کیا جائے تو بقحوائے'' موت العالِم موت العالَم '' آپ کے تلامذہ واحباب اور مریدین کا ایک طبقہ اور بڑی جماعت یتیم ہوگئی۔ مولانا مرحوم رحمہ اللہ کا وجود اس دور قحط الرجال میں بہت ہی غنیمت تھا۔ افسوس ایک نعمت عظمی ہم ناقدروں سے چھین لی گئی۔

اس وقت رہ رہ کر حضرت رحمہ اللہ کی خوبیاں یاد آرہی ہیں۔ خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔ اللہ تعالی حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک اور گوناگوں اوصاف کے حامل تھے، طبیعت میں انتہائی تواضع تھی۔ سادگی میں اسلاف کے قدم بقدم تھے۔ چہرہ ہی سے بزرگی وشرافت کے آثار صاف نمایاں تھے۔ بڑے نرم لہجہ میں بات فرماتے، اور بڑی محبت سے ملتے، مجھ جیسے چھوٹے کے ساتھ بھی ہمیشہ بڑی بشاشت کے ساتھ اس طرح ملے کہ اب تک وہ تأثر دماغ

پر ایک نقش چھوڑ گیا۔ اہلِ قدر کے بڑے قدر دان تھے، حوصلہ افزائی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ راقم نے ایک موقع پر ''فتاوی محمودیہ'' کے متعلق کچھ اپنے خیال کا اظہار کیا تو بڑے ہی توجہ سے سن کر فرمایا کہ: ان باتوں کو نوٹ کر کے مجھے ضرور بھیجو، لیکن میری ہمت نہیں ہوئی تو کئی مرتبہ یاددہانی فرما کر مجبور کیا کہ اب کی بار ضرور بھیجنا ہی ہے، اس پر راقم نے چند صفحات لکھ کر ارسال کئے تو ملاقات پر شکریہ ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں، اور بقیہ جلدوں کے متعلق بھی حکم فرمایا، مگر میں اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ مرحوم کے حکم پر راقم نے درجِ ذیل عریضہ لکھا تھا:

فتاوی محمودیہ کے متعلق راقم کا ایک عریضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ از ڈیوزبری مرغوب احمد لاجپوری، بحمد اللہ آپ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر و عافیت کا طالب ہوں۔ سفرِ حج میں ملاقات پر حضرت نے تاکیدی حکم فرمایا کہ ''فتاوی محمودیہ'' میں جو باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں اور ان پر میں نے نشانات کر رکھے تھے' انہیں آپ کی خدمت میں ارسال کروں' یہ نشانات کئی سال ہوئے میرے نسخہ میں لگے رہے تھے اور ایک دو مرتبہ آپ کے حکم کے باوجود ارسال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور آپ کے فتاوی کے بارے میں میری طرف سے کچھ لکھنا سورج کو روشنی دکھانا کے مصداق ہے، مگر آپ کا اصرار اور حرم محترم کی زمین مبارک پر حکم نے مجبور کیا کہ جو کچھ میری

سمجھ میں نہ آیا تھا' ارسال کردوں۔ یہ ایک طالب علمانہ تحریر ہے اس پر غور فرمالیں، اور جو بات آنجناب کی سمجھ میں آئے، اس سے مجھے بھی مطلع فرمادیں تو احسان عظیم ہوگا۔ میری تحریر میں اگر حضرت اقدس رحمہ اللہ کی شان میں کچھ گستاخی ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی کا طالب ہوں۔ اور آپ سے اصلاح کا متوقع۔ خط ملنے پر مطلع فرمادیں تو عین نوازش ہوگی۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد فرماتے رہیں۔ فقط طالب دعا۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۳/ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۳/جنوری ۲۰۰۷ء

بروز شنبہ

ان خیالات کی تفصیل ''علمی مکتوبات'' ص ۳۷۳/ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اپنے شیخ و مربی کے علوم کی ترویج و اشاعت کا عظیم کارنامہ

حضرت رحمہ اللہ کا ایک بڑا کارنامہ اپنے شیخ اور مربی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کے علوم کی اشاعت و ترویج ہے۔ راقم نے ایک جگہ پر ''نقش دوام'' کے حوالہ سے اور اس میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ کرکے لکھا تھا:

''عجیب بات ہے کہ اس کائنات میں بعض علوم و معارف دین و دانش کے لئے کچھ خاص زبانیں اختیار کی جاتی ہیں۔ شمس تبریز کی عرفانی حقیقتوں کے لئے ترجمان کی حیثیت سے مولائے روم رحمہ اللہ کا وجود ضروری ہوا۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معارف ابن قیم رحمہ اللہ کے بغیر کائناتِ عالم میں اشاعت پذیر نہ ہوسکے۔ ابن ہمام رحمہ اللہ کا تفقہ اور ان کی فقہی بصیرت ان کے نامور شاگرد قاسم ابن قطلو بغا رحمہ اللہ (و۸۰۲ھ ف ۸۷۹ھ، نویں صدی کے مشہور حنفی فقیہ اور بڑے محدث ہیں، ولادت و وفات قاہرہ میں ہوئی، علامہ ابن ہمام کے خاص

تلمیذ ہیں، اور کثیر التصانیف ہیں) سے زیادہ بڑے پیمانے پر روشناس ہوئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی دیدہ وری اور حدیثی مہارت حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے وجود سے مستند ہے۔ حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ کو ایک ایسی زبان کی ضرورت پیش آئی جوان کے سینہ میں مستور گنجینۂ علم ومعرفت کو عالم آشکارا کرے تو قدرت نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ کی زبان کو ان کا پیغامبر بنادیا"۔

(نقش دوام، از مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم ومعارف کو علامہ بنوری رحمہ اللہ (اور چند مخصوص تلامذہ کا نام بھی لیا جاسکتا ہے) نے اجاگر کیا۔ اسی طرح دینی تحریکات میں بہت زیادہ وسیع الاثر اور سریع الاثر تبلیغی جماعت کے امیر وروح رواں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے علوم کو پھیلانے اور لاکھوں کے مجمع کو اللہ کے راستہ میں نکالنے کی ترغیب دینے کی ضرورت پڑی تو حق تعالی نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کو حضرت کا جانشین اور سفر وحضر کا رفیق بنادیا۔ (ذکر صالحین ص ۵۵ ج ۳)

اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کے لئے بھی اللہ تعالی نے ان کے فتاوی، مواعظ وملفوظات اور مکتوبات کے ساتھ دیگر علوم کی اشاعت کے لئے نعمت غیر مترقبہ کے طور پر آپ کو منتخب فرمایا تھا۔ حضرت کے علوم کی جس طرح آپ نے اشاعت فرمائی واقعہ یہ ہے کہ اس کی مثال کم ملتی ہے۔ حتی کہ اپنی کئی محنتوں کو بھی حضرت ہی کی طرف منسوب کرکے شائع فرمایا، یہ بھی آپ کے کمال تواضع اور فنائیت کی قابل تقلید مثال ہے۔

"فتاوی محمودیہ" کی جمع وترتیب کا قابل رشک کام

"فتاوی محمودیہ" کی جمع وترتیب اور اس کے لئے محنت ولگن سے جو کام وجود میں آیا اس

نے فتاوی کی دنیا میں اپنا لوہا منوایا، اور نہ صرف عوام وعلماء کے لئے بلکہ ارباب افتاء کے لئے بھی ایک قیمتی تحفہ ہوگیا، خصوصاً جدید ترتیب وحواشی پر مشتمل: ۳۱ر جلدوں کے حامل نسخہ نے فتاوی کی دنیا میں اپنا ایک مقام پیدا کرلیا۔ اللہ تعالی اس عظیم خدمت کو قبول فرما کر حضرت مرحوم کو فقہاء کے زمرہ میں جگہ عنایت فرمائے۔

''مشکوۃ شریف'' کی شرح نا قابل فراموش خدمت

حضرت کے کارنامہائے عظیمہ میں ''مشکوۃ شریف'' کی شرح بھی ایک مفید اور قابل رشک کارنامہ ہے۔ اپنے محبوب استاذ حضرت علامہ رفیق صاحب رحمہ اللہ کے درسی افادات کو سامنے رکھ کر آپ نے ایک مبسوط شرح تیار فرمالی، کاش یہ کام اختتام تک پہنچتا تو احادیث کی بیشمار شروحات سے اور خصوصا ''مشکوۃ شریف'' کی اکثر شروحات سے طلباء و اساتذہ کو مستغنی کردیتا۔ استاذ محترم کی عقیدت سے نام بھی ''الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح '' تجویز فرمایا۔ اپنے استاذ کے درسی افادات کو آپ نے مکمل زمانۂ طالب علمی میں قلمبند کیا تھا۔

یہ شرح کس طرح وجود میں آئی اس کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے، ایک مرتبہ حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خانصاب رحمہ اللہ مرحوم کے کمرہ میں تشریف لائے اور ''مشکوۃ شریف'' کی ان کاپیوں کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا: ''ان کو شائع ہونا چاہئے''۔ صحیح ہے ع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کانپور میں ''مشکوۃ شریف'' کا درس بڑے اہتمام سے دیا کرتے تھے، اور اس درس کو بڑی اہمیت حاصل تھی، یہاں تک کہ بعض بڑے مدارس کے طلباء بھی اس میں شرکت کے لئے حاضر ہوتے تھے،

حضرت نے اپنی ''مشکوۃ شریف'' پر بعض مفید یادداشتیں جن میں اکثر شروحات کے حوالے ہوتے تھے، لکھ رکھے تھے، ان میں زیادہ تر: بذل ' اوجز 'کوکب' مرقاۃ' فتح الباری ' نووی ' امانی الاحبار' لامع 'فتح الملهم 'وغیرہ زیر مطالع رہتی تھیں' ان کے حوالجات زیادہ ہوتے تھے، یہ حواشی ''مشکوۃ شریف'' پر کام کرنے والوں کے لئے بے حد مفید تھے کہ ان حوالجات کی وجہ سے فوراً متعلقہ مسئلہ و بحث کی تحقیق آسان ہو جاتی۔ اللہ کی شان کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ نے اخیر زمانہ میں کثرت امراض اور ضعف بصر کی وجہ سے اپنا ذاتی کتب خانہ پورا ہی تقسیم فرما دیا تھا، اس کا بڑا حصہ مرحوم ہی کے حصہ میں آیا تھا، اس میں ''مشکوۃ شریف'' کا وہ نسخہ بھی آپ کو ہدیہ فرمایا، حالانکہ حضرت نے اس نسخہ پر ایک صاحب علم مفتی صاحب کا نام بھی لکھ دیا تھا کہ یہ نسخہ ان کو دینا ہے، مگر مرحوم کو عنایت فرما کر فرمایا: فلاں صاحب کے لئے اس کو میں نے رکھا تھا مگر یہ آپ کے لئے ہے، ساتھ یہ بھی رہنمائی کردی کہ: یہ نسخہ محض مطالعہ کے لئے تو زیادہ کارآمد نہیں مگر ''مشکوۃ شریف'' پر کام کرنے والوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس وقت تک مرحوم کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میں کبھی ''مشکوۃ شریف'' کی شرح لکھوں گا اور اس عظیم کتاب پر کام کروں گا، مگر ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله '' حضرت رحمہ اللہ نے اپنے نور فراست سے نہ معلوم کیا دیکھا ہوگا، بہر حال یہ اسباب اس شرح کے وجود میں آنے کے ذریعہ بنے۔

ان باطنی محرکات کے ساتھ ایک ظاہری محرک یہ بنا کہ مرحوم کو اس کا احساس ہوا اور بڑھتا ہی گیا کہ اب جبکہ عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر رہی ہے، نہ معلوم کب وقت اجل آجائے، اس لئے بہتر ہے کہ زندگی کے آخری ایام حدیث شریف کی خدمت میں گذرے کہ حدیث شریف کی خدمت بذات خود بہت بڑی دولت اور نفع بخش ہے، اور اللہ کی ذات

سے کیا بعید ہے کہ اس کی برکت سے حدیث پاک کے خدمت گذاروں میں حشر فرمادیں، اس تقاضے نے اس کام پر آمادہ کیا، واقعی اللہ تعالی نے آپ کی یہ تمنا پوری فرمائی اور حدیث پاک کی خدمت ہی کے درمیان اپنے جوار رحمت میں بلالیا، انشاء اللہ اللہ تعالی سے قوی امید ہے کہ محدثین کے زمرہ میں آپ کا حشر فرمائیں گے، کیونکہ ''انا عند ظن عبدی بی'' کا ارشاد وارد ہے۔

نہ تھمتی چشم نم میری نہ ہوتا اشک کم میرا
اسی شغل مبارک میں نکلتا کاش دم میرا

راقم کو اس شرح سے استفادہ کا موقع ملا، بڑی بہترین شرح لکھی، ماشاء اللہ ظاہری حسن سے بھی مالا مال، عمدہ کاغذ' مضبوط خوبصورت جلد' صاف ستھری تحریر، اور حسن باطنی سے بھی بھرپور۔ شروع میں مبسوط اور مفید مقدمہ جس میں ضروری تقریباً تمام ابحاث پر سیر حاصل گفتگو، اور حدیث کے متعلقات و اصطلاحی الفاظ کی تعریفات، محدثین اور ائمہ کے حالات وغیرہ مفید مضامین بڑے ہی سلیقہ سے جمع کئے گئے ہیں۔

شرح کا انداز بھی خوب اور نرالا ہے، حدیث پاک کا سہل اور آسان ترجمہ، اور مفید تشریح، نہ اکتانے والی تفصیل اور نہ ایسا اختصار کہ تشنگی رہ جائے، حدیث کے ذیل میں وارد ہونے والے اشکالات اور ان کے جوابات سے مکمل تشفی، اور حدیث سے مستنبط مسائل اور فوائد پر قابل مطالعہ بہترین تحریر۔

خطبہ کی شرح میں ''عبدہ'' پر آئے تو کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی:

''وصف عبدیت کے ذکر میں یہ نکتہ بھی ہے کہ ختم رسالت و معراج جیسے مناصب جلیلہ پر فائز ہو جانے سے رسول عبدیت سے نکل نہیں جاتے، بلکہ مقامات عالیہ ان کی عبدیت

میں اور بھی عروج وچاشنی پیدا کر دیتے ہیں۔ (ص۳۰۴ج۱)

کتب حدیث میں لفظ ''ابن'' بکثرت استعمال ہوتا ہے، اور عامۃً اس کے قواعد سے ناواقفیت ہوتی ہے، مرحوم نے ایک مستقل عنوان ''قواعد وفوائد ہمزہ ابن'' سے بہت مفید بحث کی ہے، طلباء کو ضرور اسے دیکھنا اور یاد کرنا چاہئے۔ (ص۳۱۲ج۱)

حدیث کے تحت جو فوائد بیان کئے ہیں وہ بھی بڑے کام کے ہیں۔ پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کے ذیل میں فوائد کے عنوان سے: ١٦ر فوائد ذکر کئے ہیں، جی چاہتا ہے کہ ناظرین کے لئے بطور نمونہ ان کو نقل کر دوں، تاکہ کسی کو ان فوائد سے فائدہ پہنچے تو شاید اصل شرح کی طرف مراجعت کی رغبت پیدا ہو:

(١)......اس روایت سے ایک فائدہ یہ سمجھ میں آیا کہ علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے ہجرت ظاہرہ درکار ہے۔

(٢)......علوم دینیہ میں حصول کمال ہجرت باطنہ پر موقوف ہے۔

(٣)......خرم فی الحدیث (یعنی حدیث کے بعض جملوں پر اکتفاء کیا جائے اور بعض جملوں کو حذف کر دیا جائے) جائز ہے۔

(٤)......اعمال کا ثمرہ ملنے کا دارومدار نیات پر ہے۔

(٥)...... ہر آدمی کو عمل کا ثواب بقدر نیت ملے گا۔ اگر کسی عمل میں دس نیتیں کر لی ہیں تو دس کا ثواب مل جائے گا۔

(٦)......کتاب کے شروع میں یہ حدیث لکھنی چاہئے تاکہ نیت صاف ہو جائے۔

(٧)......کسی ضابطہ کو بعد مثال پیش کرنا چاہئے، تاکہ سمجھنا آسان ہو جائے۔

(٨)......کسی خاص شخص میں کوتاہی ہو تو بہتر یہ ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر خطاب خاص

نہ کیا جائے، خطاب عام میں اصلاح کی کوشش کی جائے، جیسے مہاجر ام قیس رضی اللہ عنہ کی خطاب عام میں اصلاح فرمائی۔

(۹)......اگر کسی عام چیز کو ذکر کیا جائے پھر اس کے خاص فرد کے الگ ذکر کرنے میں کوئی نکتہ ہو تو اس کی تخصیص اچھی چیز ہے، مطلب یہ ہے کہ تخصیص بعد التعمیم میں اگر کوئی حکمت ہو تو یہ مفید چیز ہے۔

(۱۰)......حدیث سے معلوم ہوا کہ محبوب چیز کا تکرار کرنا محمود ہے۔

(۱۱)......قبیح چیز کا تکرار قبیح ہے۔ یہ دونوں باتیں یوں ثابت ہوئیں کہ دو جملوں میں دنیا اور عورت کا نام دوبارہ نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ ''ماھاجر الیه'' کہہ دیا۔

(۱۲)......دیباچہ میں احادیث کا ذکر کرنا مستحسن ہے۔

(۱۳)......دین کو کسب دنیا کا ذریعہ بنانا مذموم ہے۔

(۱۴)......مصنف نے آغاز کتاب سے پہلے اس حدیث کو لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ حدیث کسی خاص بات کے ساتھ مخصوص نہیں، اس کی ضرورت ہر جگہ ہے۔

(۱۵)......شروع میں حدیث لانے سے اس طرف اشارہ کردیا کہ طالب علم کے لئے ہجرت ظاہرہ یعنی ترک وطن کرنا ہوگا۔

(۱٦)......شروع میں حدیث لاکر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ طالب علم کو علم کے لئے ہجرت باطنہ بھی کرنی پڑے گی، صورت وسیرت ٹھیک کرنی پڑے گی، ترک معاصی کے بغیر نور علم حاصل نہں ہوسکتا۔ (ص ۳۳۸ ج ۱)

حدیث جبرئیل' جسے ''ام الاحادیث'' و ''ام الجوامع'' اور ''ام السنة'' بھی کہا گیا' کی تقریبا: ۲۵ر صفحات میں بڑی عمدہ اور لائق مطالعہ تشریح فرمائی ہے، اس کے آخر میں اس

حدیث کے: ۱۷؍فوائد بھی قابل دید ہیں۔(ازص۴۴؍تا۶۹ ج۲)

''باب الکبائر و علامات النفاق ''میں کبائر کی تعریف میں مختلف اقوال وغیرہ کی مفید بحث کے بعد کبیرہ گناہوں کی فہرست جمع کی ہے جس میں: ۱۰۲؍کبیرہ گناہ کی نشاندہی فرمائی، اسی طرح صغیرہ گناہوں کو بھی: ۵۸؍کی تعداد تک ذکر کر کے بعض سے اختلاف بھی کیا ہے، یہ فہرست اور اس کے متعلقات بھی قابل مطالعہ ہیں۔(ازص:۳۵۲؍تا:۳۶۱ ج۲)

مرحوم کی اور مفید تصانیف

کام کی باتیں:......حضرت مرحوم کی اور بھی دسیوں مفید تصانیف قابل مطالعہ ہیں۔بعض مفید رسائل کے ترجمے بھی فرمائے، ابن حجر رحمہ اللہ کا ایک مختصر رسالہ ''منبہات'' بڑا وقیع اور دل پر اثر کرنے والا رسالہ ہے، اس میں عجیب وغریب حکمت کی باتیں اور احادیث رسول اور صحابہ واکابر اور اسلاف کے مؤثر اقوال جمع کئے گئے ہیں، ایک مرتبہ دیکھنا شروع کرو تو ختم تک چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔مرحوم نے اس کا بہترین اور آسان ترجمہ فرما کر'' کام کی باتیں'' کے نام سے شائع فرمایا، اس میں سے بطور نمونہ دو اقتباس درجِ ذیل ہیں:

پانچ چیزوں کی محبت:......حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: میری امت پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ پانچ چیزوں سے محبت کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھلا دیں گے:

(۱)......دنیا سے محبت کریں گے آخرت کو بھلا دیں گے۔

(۲)......مکانوں سے محبت کریں گے اور قبروں کو بھلا دیں گے۔

(۳)......مال سے محبت کریں گے اور حساب کو بھلا دیں گے۔

(۴)......اہل وعیال سے محبت کریں گے اور حساب کو بھلا دیں گے۔

(۵)......اپنے نفس سے محبت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دیں گے۔

وہ مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بری ہوں۔

پانچ چیزوں پر انعام:......حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کسی کو پانچ چیزیں نہیں بخشا مگر اس کے لئے دوسری مزید پانچ چیزیں تیار کر دیتا ہے:

(۱)......اللہ تعالیٰ کسی کو شکر کی توفیق نہیں بخشا مگر اس کے لئے زیادتی تیار کر دیتا ہے۔

(۲)......اور کسی کو دعا کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے قبولیت تیار کر دیتا ہے۔

(۳)......کسی کو استغفار کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے مغفرت تیار کر دیتا ہے۔

(۴)......کسی کو توبہ کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے قبولیت تیار کر دیتا ہے۔

(۵)......کسی کو صدقہ کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے قبول و منظوری تیار کر دیتا ہے۔

(کام کی باتیں ص:٦٨و٦٩)

حقوق مصطفیٰ ﷺ:......آپ کا ایک بہترین رسالہ ''حقوق مصطفیٰ ﷺ'' بھی ہے۔ اس میں آپ ﷺ کے سات حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلا حق: آپ ﷺ پر ایمان لانے کی فرضیت کا، دوسرا حق: آپ ﷺ کی اطاعت کے واجب و لازم ہونے کا، تیسرا حق: آپ ﷺ کی سنتوں، عادتوں اور خصلتوں کی اتباع کا، چوتھا حق: آپ ﷺ کے حکم و سنت کو ترک نہ کرنے کا، پانچواں حق: آپ ﷺ کی محبت کے لازم ہونے کا، چھٹا حق: آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کا، اور ساتواں حق: درود و سلام کی کثرت کا۔ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ امت کے سارے افراد اس رسالہ کو اہتمام سے پڑھیں اور اس پر عمل کی کوشش کریں۔

مرحوم: ١٤٠٠ھ میں حرمین شریفین کے سفر میں تھے کہ شدت سے خیال آیا کہ کبھی ہم عزیزوں، دوستوں، بزرگوں کے پاس جاتے ہیں تو کچھ نہ کچھ ہدیہ وغیرہ لے جاتے ہیں،

رسول اکرم ﷺ جو دنیا و مافیہا کے تمام عزیز و اقارب‘ دوست و احباب سے زیادہ محبوب ہیں اور سب اولیاء انبیاء‘ ملائکہ سے زیادہ مقدس و معظم ہیں، اس پاک و عالی دربار میں حاضری ہو، اور زندگی میں معلوم نہیں کہ یہ دولت پھر میسر آئے یا نہ آئے، کونسا ہدیہ اس دربار عالی میں پیش کیا جائے؟ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اچانک خیال آیا کہ آپ ﷺ کے حقوق کے موضوع پر مستقل کتاب کا ذہن پر پہلے سے تقاضہ تھا، اسی طرف مرحوم کا ذہن منتقل ہوا کہ اسی کو ترتیب دے کر اس پاک و عالی دربار میں پیش کر کے قبولیت کی درخواست کی جائے۔ اس رسالہ کی اجمالی ترتیب بحر و بر میں یعنی بحری جہاز میں‘ اسی طرح جدہ‘ مدینۃ الحجاج‘ کسٹم ہاؤس‘ مسجد حرام‘ مقام ابراہیم‘ مسجد نبوی‘ ریاض الجنہ‘ مقام صفہ‘ منیٰ‘ مزدلفہ‘ عرفات جیسے مقدس و مستجاب مقامات پر ہوئی، اور اس کی قبولیت کے آثار بھی خوب مشاہدہ میں آئے۔ رسالہ کا عرض مرتب بھی خوب ہے۔

تذکرہ مجدد الف ثانی:...... مرحوم کی ایک قابل قدر تالیف ”تذکرہ مجدد الف ثانی“ بھی ہے، اس کا مطالعہ اس وقت کے حالات میں انتہائی ضروری ہے، خصوصاً ان حضرات کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص منصب سے نوازا ہے، اور ان کی حالات پر نظر بھی ہے۔ اس وقت امت میں فسق و فجور بے دینی والحاد بلکہ نوجوانوں میں ذہنی ارتداد کے حالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں، اور برابر بڑھتے‘ پھیلتے جا رہے ہیں، برائیوں کا ایک سیلاب ہے جو امنڈا چلا آ رہا ہے اور بڑے بڑے طاقت ور جوان اس کی رو میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ ارباب حکومت کا ایک طبقہ غلط فہمی میں اور ایک طبقہ عناد و حسد میں اسلام اور مسلمانوں کی بقا کو نہ صرف مضر سمجھتا ہے، بلکہ انہیں دنیا سے مٹانے کی ٹھان کر پروگرام اور منصوبے بنا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ کچھ اہل دل‘ جواں ہمت آگے آئیں اور بندھ باندھ کر طوفان کو آگے

بڑھنے سے روکے۔ ہر زمانے میں، ہر صدی میں ایسے اولوالعزم باہمت افراد نظر آئیں گے، جنہوں نے جان کی بازی لگا کر سیلابوں کے رخ موڑ دیئے، طوفان کے سامنے باڑ لگا دی، فتنوں کا تعاقب کیا، اور دین وامت کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ ایسی برگزیدہ ہستی کے حالات کا ایک خاکہ امت کے سامنے پیش کیا جائے، چنانچہ مرحوم نے ''تذکرہ مجدد الف ثانی'' کی تالیف فرمائی، جنہوں نے دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ کا دین الٰہی کے قیام کا فتنہ یقیناً ایک عظیم فتنہ تھا کو بڑی حکمت ودانائی سے ناکام بنادیا، اور کتنا باہمت تھا وہ بوریہ نشیں، درویش جو اپنی جان کی بازی لگا کر سدسکندری بن کر کھڑا ہوگیا، اور ایسے مطلق العنان بادشاہ کے مقابلہ میں اس فقیر بے نوا کو کامیابی ملی، طوفان کے رخ پھر دیئے، سیلاب تھمے، انسانیت نے سکون کا سانس لیا۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی کہ ان کی قربانیاں اجاگر کی جائیں تاکہ ماضی کے اس آئینہ میں اپنے حال اور مستقبل کے بنانے، سنوارنے کی فکر کریں، اپنے ماحول میں پھیلی ہوئی بد دینی اور جاہلیت کے رسم ورواج کو مٹا کر دین وسنت کو پھیلانے، عام کرنے، پروان چڑھانے کی فکر کریں اور اپنے اپنے گھروں، خاندانوں، محلوں، بستیوں، شہروں بلکہ ملکوں کی اصلاح کا حوصلہ رکھیں اور دیکھیں کہ کیا چیزیں کم ہیں کہ پوری کردیں، کیا رخنے ہیں کہ بھردیں، کیا چیزیں بیکار ہوگئی ہیں کہ نکال دیں۔ اہل خانقاہ ومشائخ کو اس کا پیغام ہے کہ ؎

اے پیر حرم، رسم ورہ خانقاہی چھوڑ مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت دے ان کو سبق خود شکنی، خودنگری کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے کس طرح دین اکبری کا مقابلہ کیا، ان کا صحیح طریق کار کیا تھا؟ اس وقت حضرت مجدد رحمہ اللہ اور ان سب حضرات کے لئے جو علم دین اور کمال باطن سے آراستہ، خود مشغولی اور سیر فی اللہ کی دولت سے مالا مال اور دینی حمیت و غیرت کے نشہ سے سرشار تھے، اس صورت حال جو اس وقت قلم رو سلطنت پر سایہ فگن تھی، تین راستے تھے:

(۱)......سلطنت اور ملک کے حالات کو چھوڑ کر کسی ایسے گوشہ انتخاب، جہاں اطمینان سے یاد خدا میں مشغولی، طالبین کی تربیت اور عبادت و ذکر کی یکسوئی اور سرگرمی میسر آسکتی تھی، یہ وہ طرز عمل تھا جو حضرت مجدد رحمہ اللہ کے عہد میں بیسیوں بلکہ صدہا علماء و مشائخ نے اختیار کیا،

(۲)......سلطنت کو اسلام کا مخالف سمجھ کر اس کے خلاف ایک دینی محاذ قائم کر لینا۔

(۳)......ارکان سلطنت و امرائے دربار سے تعلقات پیدا کر کے ان میں دینی جذبہ اور حمیت ابھار کر ان کے دلوں کے خاکستر میں جو ایمانی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں ان کو فروزاں کر کے بادشاہ کو نیک مشورہ دینے پر آمادہ کرنا۔

جہاں تک پہلے نمبر کا تعلق ہے مجدد رحمہ اللہ کی طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتا، اللہ تعالی نے آپ سے کوئی دوسرا ہی کام لینا تھا، اور آپ محض لازمی و انفرادی عبادت و ترقیات اور پیری مریدی کے لئے پیدا نہیں کیئے گئے تھے۔

ایک جگہ خود مجدد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''فرزندا! باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے متعلق ہے، ایک بڑا کارنامہ میرے حوالہ فرمایا گیا ہے، پیری مریدی کے لئے مجھ کو نہیں لایا گیا، اور میری پیدائش سے سالکین کی تربیت اور ارشاد خلق بھی مقصود نہیں، ایک دوسرا ہی معاملہ ہے اور ایک دوسرا

کارخانہ ہے جو میرے حوالہ کیا گیا ہے، اس اثناء میں جو شخص مناسبت رکھے گا' فیض حاصل کرے گا ورنہ نہیں، میرے سپرد کردہ کارخانہ کے مقابلہ میں تکمیل وارشاد کا معاملہ تو ایک ایسا معاملہ ہے جیسے راستہ کی کوئی گری پڑی ہوئی چیز ہو''۔

(مکتوب: ۶ / جلد دوم۔ تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۳۲)

دوسرا راستہ سخت خطرناک تھا، اور اس وقت کے ماحول میں اسلام کے بارے میں ایک طرح سے خودکشی کا اقدام تھا۔

اب آخری راستہ ہی باقی تھا، ارکان سلطنت سے رابطہ قائم کریں، چنانچہ مجدد صاحب رحمہ اللہ نے ارکان سلطنت کو اپنا مخاطب بنایا، مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے بالآخر دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو انقلاب رونما ہوا اس میں ان خطوط کا بنیادی حصہ اور بڑا دخل ہے۔

(تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۲۰ و ص ۵۷)

شعبۂ تصوف وسلوک بھی بے احتیاطی کا شکار

اس تحریر کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ پیری مریدی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، وہ بھی اپنے حدود میں ضروری ہے، لیکن اس وقت تو ایک طبقہ نے بس اس کو ایسا ضروری بنالیا ہے کہ اس کے بغیر نہ جنت مل سکتی ہے اور نہ مؤمن بن سکتا ہے۔ اور اس شعبہ میں بھی اس قدر کمزوری آچکی ہے جس کا بیان ممکن نہیں، ہر آدمی پیر بننے کے چکر میں ہے، اصلاح ہوئی نہیں اور خلافت کا سرٹیفکیٹ مل رہا ہے، بعض خلفاء کو دیکھ کر شیخ کی عقیدت بھی ختم ہوجاتی ہے آخر اس آدمی کو کیسے خلافت کا مستحق سمجھ لیا گیا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ عالم الغیب نہیں مگر تحقیق اور ظاہری احوال کا سراغ تو لگانا چاہیئے۔

ہمارے ان مشائخ کوجن کواللہ تعالی نے رسوخ اورایک مقام عطافرمایا ہے،ان کواس موضوع پربھی کھل کر بولنے اور لکھنے کی ضرورت ہے، یہ کوئی دکان ہے پیری مریدی کہ تاجر خلیفہ، وکیل خلیفہ، مالدار خلیفہ، بلکہ حقیقی بات یہ ہے کہ بہت سے علماء تک خلافت کے اہل نہیں، نہ اس راستہ کے اصول وضوابط معلوم ہیں اور نہ تصوف کے فن سے کوئی مناسبت۔

فرق باطلہ کارد

مرحوم کواللہ تعالی نے غیرت وحمیت سے بھی مالا مال فرمایا تھا،اسی لئے اہل سنت والجماعت کے خلاف کسی عقیدہ کی اشاعت پران کی رگ حمیت بھڑک اٹھتی تھی،اسی جذبہ سے متأثر ہوکرآپ نے فرق باطلہ کے رد میں کئی رسائل اورتصانیف لکھیں، جواہل نظر سے مخفی نہیں۔

انہیں تصانیف میں ایک قابل قدر تصنیف دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح بھی ہے۔موصوف نے اکابر کی تصانیف سے انتخاب کرکے اسے بڑی عمدہ ترتیب سے مرتب فرمایا، یہ:٦٧٥رصفحات پرپھیلی ہوئی ایک ضخیم کتاب ہے۔اس سوانح میں بڑی مفیداور قابل اتباع واقعات اورملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔دوران تحریر حضرت نے اپنے زمانہ کے شیوخ کی اصلاح کی بھی کوشش فرمائی ہے،ایک واقعہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

تربیت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

”ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ کچھ لوگ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں (جس طرح آج کل بہت سے پیر صاحبان اپنے مریدوں کوساتھ لئے ہوئے چلتے ہیں) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں درہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مارا اورفرمایا کہ: یہ کیا

طریقہ ہے؟ یہ چیز پیچھے چلنے والوں کے لئے باعث ذلت اور آگے چلنے والوں کے لئے فتنہ کا سبب ہوسکتی ہے ''ھذا ذلة للتابع وفتنة للمتبوع''۔ (منہاج السنۃ ٦/٢٥٦)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں، اوران کا بہت اونچا مقام ومرتبہ بھی ہے، لیکن اس سب کے باوجود آپ نے انہیں سخت تنبیہ فرمائی کہ اس طرح کا انداز کسی کو بھی فتنہ میں مبتلا کرسکتا ہے، اوراس کے دل میں اپنی ذات کی بڑائی کا تصور سما سکتا ہے، اور یہ بات اللہ جل شانہ کو پسند نہیں ہے۔

(فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ص ٤٧٥)

حدود اختلاف:......مرحوم کی تصانیف میں ''حدود اختلاف'' کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی، یہ عجیب وغریب کتاب ہے، آج کے دور میں اہل علم کو بطور خاص اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ آج اہل علم ہی نہیں، ارباب افتاء ہی نہیں بلکہ بعض مشائخ جو دوسروں کی اصلاح کا کام سرانجام دے رہے ہیں ان میں بھی اختلاف کے حدود کی قطعاً رعایت نہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے ضرور فائدہ ہوگا۔ طوالت کے خوف سے اس کتاب پر مزید تبصرہ سے معذور ہوں۔ جی چاہ رہا تھا کہ اس پر تفصیل سے لکھوں مگر خوف طوالت سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

البتہ اس موقع پر مرحوم کا ایک خواب نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ کو ''حدود اختلاف'' کی اشاعت کا بڑا تقاضہ رہتا تھا، زندگی میں تو کئی مرتبہ اس کا اظہار فرمایا تھا، مگر ایک مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی تو یہ حدیث شریف پڑھی: ''صل من قطعک، واعف عمن ظلمک، واحسن الی من اساء الیک'' یعنی جو رشتہ توڑے اس سے رشتہ جوڑو، جو ظلم کرے اس کو معاف کرو، اور جو تمہارے ساتھ برائی

کرے اس کے ساتھ احسان کرو' اور پھر ارشاد فرمایا: اس حدیث پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں، اس پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کی ضرورت ہے''۔ (حدود اختلاف ص ۳۸)

حقیقت یہ ہے کہ مرحوم کی یہ کتاب آج کے دور میں بہت اہتمام سے پڑھی جانی چاہئے، میں خود بھی اس کا محتاج ہوں، اور عوام سے زیادہ خواص اور مشائخ کو اس کے مطالعہ کی اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج مشائخ کہلائے جانے والے اور لوگوں کی اصلاح کرنے والے' مرشد کی زندگی بھی حسد' بغض' غیبت و بہتان سے خالی نہیں، ایک ہی شیخ کے خلفاء میں جوڑ نہیں [۱] بلکہ لڑائی اور دشمنیاں تک ہیں، بڑے اداروں میں جو اختلاف ہوا اور اس میں حدود کو جس طرح پامال کیا گیا' ان میں اکثر مشائخ اور خلفاء ہی تو تھے۔ اور اب تو ذرا سے اختلاف پر تعلقات کا توڑ دینا، اور ملنا جلنا بند کر دینا، اور فون و رابطہ اور دوستی کا یکسر ختم کر دینا ہی نہیں' دشمنی پر تل جانا، مسائل میں ضد کی وجہ سے اختلاف کرنا، نقصان پہنچانے کے درپے ہونا وغیرہ امور پر ماتم ہی کیا جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کی اصلاح فرمائے، ایسا لگتا ہے کہ اس وقت تو کئی مجدد کی ضرورت ہے، کوئی ایک بندہ خانقاہ کی تجدید کے لئے چاہئے، گویا ایک حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ضرورت ہے، کوئی ایک مجدد دعوت و تبلیغ کی اصلاح کے لئے چاہئے، گویا ایک حضرت دہلوی رحمہ اللہ کی ضرورت ہے، کوئی ایک مجدد مدارس و مکاتب کی اصلاح کے لئے چاہئے، کوئی ایک مجدد معاشرہ کی اصلاح کے لئے چاہئے، کچھ حضرات تو اس وقت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہی کے انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اب تو اصلاح ان ہی کے ذریعہ ہوگی، بہت ممکن ہے ان کی رائے ہی درست و صحیح ہو۔

---

[۱].....حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے خلفاء میں اب تک ماشاء اللہ خوب جوڑ نظر آیا، اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے۔

آپ خطیب تھے یا مصلح؟

آپ کو ایک بہترین خطیب سے بھی لوگ یاد کرتے ہیں، مگر میں آپ کو خطباء میں نہیں' مصلحین میں شمار کرتا ہوں، حضرت مرحوم آج کے پیشہ ورانداز کے نرے خطیب نہیں تھے، بلکہ آپ کا وعظ اصلاح وتربیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا، بڑے درددل سے مجمع کے مناسب مؤثر گفتگو فرماتے تھے۔ راقم کو متعدد مرتبہ آپ کے وعظ میں شرکت کا موقع ملا، ویسے میں وعظ کی تقریب ومجلس میں کم ہی شرکت کرتا ہوں، بڑے مشہور واعظین جن کا طوطی عوام میں خوب بولتا ہے کا ایک وعظ بھی سننے کا اب تک موقع نہیں ملا، مگر برطانیہ کی آمد پر حضرت کی مجلس میں برابر شرکت کرتا تھا، وعظ کے علاوہ بھی کئی مرتبہ نجی مجلس میں' بیٹھنے کا موقع ملا، بعض مواقع پر کھانے پر ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، ہر مجلس سے فائدہ محسوس ہوا، اور کچھ نہ کچھ ضرور سیکھنے کو ملا، وعظ اور مجالس میں قرآن وحدیث کی دلنشین تفسیر وتشریح کے ساتھ اسلاف کے واقعات اس طرح بیان فرماتے کہ دیر تک ایک خاص کیفیت رہتی۔ اشعار بھی خوب یاد تھے، موقع بموقع مجلس میں اس طرح اشعار برجستہ پڑھتے تھے کہ سننے والے عش عش کرتے رہ جاتے۔

مرحوم نے طالب علمی کا زمانہ بڑی محنت اور مجاہدہ سے گذارا، یکسوئی اور انہماک سے کتابیں پڑھی، شرح مشکوۃ اس کا ثبوت ہے۔ درمیان ذکر مرحوم کے ایک استاذ کا واقعہ بھی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

بندہ ناچیز مفتاح العلوم جلال آباد میں زیر تعلیم تھا، بندہ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا عقیل الرحمٰن صاحب زید مجدہم بھی ہیں، جو بندہ کے محسن ومشفق استاذ ہیں، ایک روز سبق میں کچھ سوال و جواب کی نوبت آئی، جیسا کہ سبق میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے، حضرت

نے کچھ ارشاد فرمایا، بندہ نے اس پر کچھ اشکال کیا، اس طرح اشکال و جواب ہوتا رہا، حضرت والا زیدمجدہم نے کوئی کلمہ سخت فرمادیا، جس کا بندہ کو کوئی احساس بھی نہیں تھا مگر شام کو بعد عصر دیکھا کہ حضرت مولانا زیدمجدہم اپنے کمرہ سے سیدھے بندہ کے کمرہ کی طرف تشریف لا رہے ہیں، جو بالکل دوسری سمت میں تمام صحن مدرسہ کو پار کر کے تھا، جبکہ حضرت مولانا زیدمجدہم کا معمول کسی طالب علم کے کمرہ میں جانے کا نہیں تھا، بندہ نے کمرہ سے باہر نکل کر ملاقات کی، حضرت والا نے فرمایا: سبق میں' میں نے جو سخت کلمہ کہہ دیا تھا، مجھے بعد میں خیال ہوا شاید تم کو تکلیف ہوئی اس لئے معافی کے لئے آیا ہوں، تم مجھے معاف کردو۔ بندہ کو اس کا احساس بھی نہیں تھا اور کوئی خاص بات بھی نہیں تھی، اور استاذ کو اس سے زیادہ کا حق ہوتا ہے، اس لئے بندہ انتہائی شرمندہ ہوا، ایک عظیم مشفق استاذ اور وہ اپنے ایک معمولی اور کمسن شاگرد سے معافی طلب کرے۔ باقی حضرت والا زیدمجدہم کی کمال عظمت دل میں بیٹھ گئی کہ اس دنیا میں کچھ ایسے مقدس اور پاکیزہ صفات کے حامل انسان بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنے ادنی شاگردوں سے معافی طلب کرنے میں بھی جھجک محسوس نہیں فرماتے۔ (حدود اختلاف ص۳۲)

اس واقعہ میں ہم سب کے لئے بڑا سبق ہے۔ بعض اساتذہ تو اپنے شاگردوں کو اس قسم کے الفاظ کہتے ہیں جو دل پر نقش ہوجاتے ہیں، اور مار پیٹ میں شرعی حدود سے اس قدر تجاوز کرجاتے ہیں جو حرام و ناجائز کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، بلکہ اگر اس کو "ظالمانہ مار" کہا جائے تو بھی غلط نہ ہوگا۔

مرحوم کا ناپسند لباس اور راقم کی احتیاط

مرحوم کے دل میں استاذ کی محبت کس قدر تھی، اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا، مرحوم سے سفر

برطانیہ میں ایک موقع پر ملاقات ہوئی، اتفاقاً راقم نے سفید کرتہ اور کالا پاجامہ پہن رکھا تھا، آپ نے عجیب انداز سے میری طرف نگاہ کی اور خاموش ہو گئے، جب تنہائی کا موقع ملا تو فرمایا کہ: میرے استاذ علامہ رفیق صاحب رحمہ اللہ کو یہ بہت ناپسند تھا کہ کوئی پاجامہ کالا پہنے، اس وقت سے مجھے بھی ایسا لباس اچھا نہیں لگتا، میں خاموش رہا، مگر نیت کی آئندہ جب بھی مرحوم سے ملاقات کروں گا تو ایسا لباس نہیں پہنوں گا، اس کے بعد کئی مرتبہ ملاقات کا موقع ملا، تو راقم نے اہتمام کیا اور سفید لباس ہی میں ان سے ملا۔ حالانکہ میں نے اپنے دو بزرگوں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب اور حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمہما اللہ کو ایسا لباس پہنتے ہوئے دیکھا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات پر وہ لباس بڑا ہی خوبصورت لگتا تھا۔

مرحوم علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے غافل نہیں رہے، بلکہ اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے زیر سایہ سلوک و طریقت کے منازل بھی طے کئے۔

قابل رشک موت

اللہ تعالی نے موت بھی بڑی قابل رشک عطا کی۔ حج کا مبارک سفر، منی کا میدان جس میں جنت کی تمنا حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی اسی لئے اس کو منی کہتے ہیں۔ حالت احرام، عیدالاضحیٰ کا دن، کس قدر خوبیوں والے اوقات میں اللہ تعالی نے اپنے پاس بلایا۔

''مصنف عبدالرزاق'' کی روایت میں یہاں تک آیا ہے کہ: تین امور پر جس کا انتقال ہو جائے یا تو جنت لازم یا جہنم سے محفوظ:

(۱):......جس نے رمضان کا روزہ رکھا، رمضان کا مہینہ ختم ہوا تو اس کا انتقال ہو گیا۔

(۲):......جس نے حج کیا، حج سے فارغ ہوکر آیا تو انتقال ہوا۔

(۳):......جس نے عمرہ کیا عمرہ سے فارغ ہوکر گھر آیا پھر انتقال ہوا۔ (۹/۵)

حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: جس نے حج کیا پھر اسی سال اس کا انتقال ہوگیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ہدایۃ السالک ص۱۲۴، القری ص۴۲)

حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: جو رمضان کے بعد' عمرہ کے بعد' حج کے بعد' جہاد کے بعد مر جائے وہ شہید ہوتا ہے۔ (ہدایۃ السالک ص۱۲۴، القری ص۴۲۔ شمائل کبری ص۱۲/۳۹)

یہ تو ان کے فضائل ہیں جو حج کے بعد اپنے مقام پر آکر انتقال کر جائے، اور حج یا عمرہ کے سفر میں انتقال کے بارے میں تو حدیث شریف میں ہے: جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے نکلا پھر اسی سفر میں انتقال کر گیا، تو اس سے نہ معارضہ ہوگا اور نہ کوئی حساب ہوگا، ان سے کہہ دیا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مجمع الزوائد:۳/۲۰۸، دار قطنی، القری ص۴۱)

اور اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترغیب۲/۲۰۹)

ایک حدیث میں ہے: جو حج کے لئے نکلا پھر مر گیا تو قیامت تک اسے حاجیوں کا ثواب ملتا رہے گا، اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور پھر مر گیا تو اسے قیامت تک عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد۳/۲۰۹، اتحاف ص۴۵۸، مطالب عالیہ ص۲٦)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک مقام پر مر جائے اس پر میری شفاعت واجب اور قیامت کے دن امن و اطمینان سے رہنے والوں میں رہے گا۔ (اتحاف ص۴۵۸)

ایک حدیث میں ہے: یہ خدا کا گھر اسلام کا ستون ہے، پس جس نے حج بیت اللہ کیا، یا عمرہ کیا اس پر اللہ تعالی کی جانب سے حفاظت ہے، اگر موت آگئی تو جنت میں داخل، اگر

گھر واپس لوٹ آیا تو ثواب ونفع کے ساتھ لوٹا۔

(ترغیب ص ۱۷۸، مطالب عالیہ ۲۲۵/۱، القریٰ ص ۴۲)

ایک اور حدیث میں ہے: جس کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہو جائے گویا اس کا انتقال آسمان دنیا پر ہوا، اور مکہ یا مدینہ میں مرجائے خواہ حج میں یا عمرہ میں اسے قیامت کے دن اللہ پاک اٹھائے گا کہ اس سے نہ حساب لیا جائے گا، نہ ہی عذاب دیا جائے گا۔ (ہدایۃ السالک ۲۶/۱)

حالت احرام میں وفات پانے والے کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ (بخاری ص ۴۹، مسلم ۱۷۹/۲۔ شمائل کبریٰ ۱۲/۶۲)

ارادہ تو ایک مختصر خط لکھنے کا تھا، مگر جب شروع کیا تو چند باتیں قلم پر آہی گئیں۔

اخیر میں اس بدوی کے دو شعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے ؎

اصبر نكن بك صابرين فانما — صبر الرعية بعد صبر الرأس

خير من العباس اجرك بعده — والله خير منك للعباس

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔ فقط والسلام

مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری، برطانیہ

۲۲/صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۴/دسمبر ۲۰۱۵ء، بروز جمعرات

حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی یاد میں

پر کیف پر بہار وہ منظر چلا گیا
مخلص وہ غمگسار وہ رہبر چلا گیا

جس کے خلوص پر تھا ہر اک شخص جانثار
نایاب بے بہا تھا جو گوہر چلا گیا

اس دورِ نابکار کی تیرہ فضاؤں میں
مخلص وہ میر کارواں رہبر چلا گیا

جو سر بسر تھا حق وصداقت کا پاسدار
اخلاقِ دلنشیں کا وہ پیکر چلا گیا

جس پر ہمیشہ کھلتے تھے انوار شش جہات
فاروق کا وہ قلب منور چلا گیا

اب خضر کے لباس میں پھرتے ہیں راہزن
راہِ وفا کا آج وہ رہبر چلا گیا

پی کر منیٰ میں جام شہادت بصد سرور
باغ جناں کی سمت جو پیکر چلا گیا

وہ جامعہ محمودیہ کا سونپ کر نظام
بے گانہ وار بزم سے اٹھ کر چلا گیا

روشن تھی جس کے فیض سے یہ دل کی کائنات
فاروق تھا جو ماہ منور چلا گیا

روتے رہیں گے اہل وطن اس کو عمر بھر
سوغات ہجر وہ انہیں دیکر چلا گیا

حج کا سفر تھا رب کی ملاقات کا ظفر
اہل وطن کو الوداع کہہ کر چلا گیا

مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی

فہرست تالیفات حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ

۱	فتاوی محمودیہ (۳۱ جلدیں)....	۲	حیات محمود......	۳	غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
۴	الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح	۵	وصف شیخ......	۶	مواعظ فقیہ الامت.....
۷	گلدستۂ سلام بدرگاہ خیر الانام	۸	ذکر محمود......	۹	تربیت الطالبین........
۱۰	تذکیر الاحباب بعد وفات قطب الاقطاب...	۱۱	محمود الاعمال...	۱۲	تقلید کی شرعی حیثیت...
۱۳	رفع یدین اور قرأۃ خلف الامام.	۱۴	آسان فرائض...	۱۵	تحفۂ اسکاٹ لینڈ......
۱۶	نعت محمود وصف محبوب ﷺ...	۱۷	لطائف محمود....	۱۸	غیر مقلدیت ایک تعارف.
۱۹	خطبات رفیق الامت......	۲۰	غیر مقلدیت...	۲۱	ارمغان اہل دل.......
۲۲	ملفوظات فقیہ الامت.......	۲۳	ردشیعیت.....	۲۴	اصول حدیث منظوم....
۲۵	معاشرت پر ایک نظر.......	۲۶	رضا خانیت....	۲۷	تذکرہ مجدد الف ثانی...
۲۸	صلوۃ وسلام اور معمولات یومیہ مع شجرۂ مبارکہ	۲۹	اسباب لعنت..	۳۰	تذکرہ شاہ ولی اللہ......
۳۱	مکتوبات فقیہ الامت (۳ جلدیں).	۳۲	حیات ابرار....	۳۳	تذکرہ سید احمد شہید....
۳۴	مناقب النعمان (امام ابوحنیفہؒ)...	۳۵	اسباب غضب...	۳۶	آئینہ مرزائیت.........
۳۷	مسلک علماء دیوبند اور حب نبی ﷺ	۳۸	حقیقت حج.....	۳۹	تذکرہ مولانا اسماعیل شہید
۴۰	صلوۃ وسلام مع احکام حج....	۴۱	حدود اختلاف....	۴۲	تذکرہ سلطان ٹیپو شہید.
۴۳	جناب گرونانک جی اور اسلام..	۴۴	حقوق مصطفیٰ...	۴۵	سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ.
۴۶	ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ	۴۷	خلاصۂ تصوف.	۴۸	سیدنا فاروق اعظمؓ......
۴۹	فاروق ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز..	۵۰	نغمۂ توحید.....	۵۱	سرکاری سودی قرضے..
۵۲	افریقہ وخدمات فقیہ الامت	۵۳	عقائد الشیعہ ...	۵۴	شاہد قدرت.........
۵۵	تفسیر سورۂ فاتحہ.........	۵۶	کام کی باتیں..	۵۷	تذکرہ رفیق الامتؒ...
۵۸	مسنون ومقبول دعائیں....	۵۹	سلوک واحسان	۶۰	فکر آخرت.........
۶۱	اسباب مصائب اور ان کا علاج.	۶۲	فضائل بسم اللہ.	۶۳	عظمت قرآن........

ذکر یونس

ولادت:......۔

وفات:......١٤٣٨ھ۔

مظاہر سہارنپور کے شیخ الحدیث اور عالم اسلام کے عظیم محدث، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے اخص الخاص تلمیذ رشید اور خلیفہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ کے وصال پر لکھا گیا ایک تعزیتی عریضہ اور چند تأثرات، اور ''الیواقیت الغالیۃ'' پر چند باتیں اور ان کے مفید اقتباسات پر مشتمل مختصر رسالہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

بسم الله الرحمن الرحیم

حضرۃ الاستاذ مولانا محمد سلمان صاحب وحضرت مولانا شاہد صاحب وحضرت مولانا طلحہ صاحب اعظم اللہ اجرکم واحسن عزائکم و غفر لمیتکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ سب حضرات بخیر ہوں گے۔از: ڈیوز بری، مرغوب احمد لاجپوری، بحمد اللہ آپ حضرات کی دعا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اور بارگاہ ایزدی میں آپ حضرات کی خیر و عافیت کے لئے دست بدعا ہوں۔اللہ تعالی آپ سب حضرات کو صحت کاملہ عطا فرما کر عمر دراز نصیب فرمائے اور آپ کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے، آمین۔

گذشتہ کل مظاہر علوم کے شیخ الحدیث اور عالم اسلام کے عظیم محدث اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے اخص الخاص تلمیذ رشید وخلیفہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ کے حادثۂ جانکاہ کی خبر سنی۔انّا للہ وانّا الیہ راجعون ،اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوّضنا خیرا منھا ، للہ ماا خذ ولہ مااعطی وکل شیءٍ عندہ بمقدار، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما وجزیلا ، ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مظاہر علوم اور آپ، حضرت رحمہ اللہ کے فیض سے محروم ہوگئے۔حضرت رحمہ اللہ کے سایۂ عاطفت کا سر سے اٹھ جانا یقیناً نہ صرف آپ حضرات اور ادارہ کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے نقصان عظیم ہے۔ایسے نازک وافسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے،مگر اس راہ سے کس کو مفر؟﴿کل نفس ذائقۃ

الـمـوت ﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ کی اتباع میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جو انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت کے موقع پر تحریر فرمائے تھے، نقل کرتا ہوں ؎

اِنِّیْ اُعَزِّیْکَ لَا اَنِّی عَلٰی طَمَعٍ مِنَ الْخُلُوْدِ وَ لٰکِنْ سُنَّۃَ الدِّیْنِ

فَمَا الْمُعَزِّی بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِہٖ وَلاَ الْمُعَزّٰی وَاِنْ عَاشَ اِلٰی حِیْنِ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں، مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا طریقہ ہے۔

نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگر چہ دونوں ایک مدت تک زندہ رہیں۔

آپ کو رنج ہوگا کیونکہ آپ حضرت رحمہ اللہ کے فیض سے محروم ہوگئے، مگر مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔ خود بھی ایصال ثواب کیا اور مسجد میں بعد عصر یٰسین شریف پڑھ کر حضرت کے لئے دعائے مغفرت ودعائے حصول درجات عالیہ کی گئی۔ اور دوستوں و مصلیوں کو بھی ایصال ثواب و دعاء کی تاکید کی۔ اللہ تعالی حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مرحوم کی دینی خدمات یقیناً ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں، خصوصا جامعہ مظاہر علوم میں ایک طویل عرصہ تک مثالی وقابل رشک تدریسی خدمات اور خصوصاً حدیث کی خدمت، جس سے نہ جانے کن کن حضرات نے استفادہ کیا، اور ان تلامذہ نے عالم میں کس کس

طرح علمی و دینی خدمات انجام دیں اور دے رہے ہیں، یقیناً یہ سب حضرت کے نامۂ اعمال میں ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی خدمت کی سعادت

راقم الحروف کو آٹھ مہینے مظاہر علوم میں رہنے اور چند کتابیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، حضرت رحمہ اللہ سے شرف تلمذ تو حاصل نہیں ہوا، لیکن حضرت کے درس میں کئی مرتبہ شرکت کی سعادت ملی ہے۔ حضرت والا اس زمانہ میں عارضی طور پر کسی استاذ کے سفر حج کی وجہ سے ''شرح وقایہ'' پڑھاتے تھے، راقم اس میں شریک ہوتا تھا۔ سہارنپور کے قیام میں کئی مرتبہ میں نے کوشش کی کہ آپ کی خدمت کا موقع ملے، مگر میری کم عمری کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں ملی، مگر راقم کے محسن بزرگ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ (صاحب فتاوی رحیمیہ) کی صد سالہ اجلاس دیوبند کے سلسلہ میں سہارنپور بھی حاضری ہوئی تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا خصوصی اکرام فرمایا، اور باہر نکل کر استقبال کیا، اور اپنی مسند پر بٹھایا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے فرمایا: کسی طالب علم کے ذریعہ ''مرغوب'' کو بلوا لیجئے، وہ میرے گھر کا بچہ ہے اور حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا پوتا ہے، اس پر حضرت رحمہ اللہ نے مجھے یاد فرمایا، اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس ناکارہ پر شفقت کو دیکھ کر اور حضرت مفتی صاحب کی سفارش پر مجھے روزانہ رات کو جس وقت اور طلبہ بھی ہوتے تھے حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی، اس طرح روزانہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ہونے لگی، اور حضرت سے قرب کا موقع ملا، پھر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں کی صفائی کی خدمت راقم کے ذمہ لگائی۔ قلیل عرصہ قیام

کے بعد تقریباً بیس سال تک حضرت شیخ رحمہ اللہ کی زیارت کا موقع نہ مل سکا، کہ اچانک مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی رحمہ اللہ کے مکتبہ پر ملاقات ہوئی تو پہلی نظر میں نہ صرف پہچان لیا بلکہ نام بھی یاد تھا۔ حضرت رحمہ اللہ اس عاجز کو مزاحاً ''مرغاب'' سے یاد فرماتے تھے، بعض مجلسوں میں بھی ''مرغاب میری کتابوں کی صفائی کرتا تھا'' سے حوصلہ افزائی وعزت افزائی فرمائی۔

حضرت رحمہ اللہ کے اوصاف

حضرت شیخ رحمہ اللہ بڑی صفات کے مالک اور بڑے کمالات کے حامل تھے، جس زمانہ میں راقم مظاہر علوم میں تھا کبھی یاد نہیں پڑتا کہ حضرت رحمہ اللہ کی تکبیر تحریمہ فوت ہوئی ہو، بلکہ میں نے اس زمانہ میں حضرت کو مسجد میں کبھی چارزانو بیٹھتے ہوئے بھی نہیں دیکھا، بلکہ طلبہ اور نوجوانوں کو اس طرح بیٹھنے پر تادیب اور تنبیہ فرماتے۔ مطالعہ کا انہماک اسلاف کی یاد تازہ کر دیتا تھا، چودھویں صدی کے مادی ماحول میں رہ کر حضرت نے قدیم بزرگوں کی سادہ زندگی کا عملی نمونہ امت کو دکھلا دیا، کہ آج بھی اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کی زندگی قابل اتباع ہے۔

حق گوئی اور مداہنت سے اجتناب

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ایک نمایاں صفت دل کی صفائی بھی ہے۔ کس وقت کس کو کس طرح دانٹ دیں، کس پر برس پڑیں، مگر دل میں ذرا بھی کدورت نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ بھرے مجمع میں جن کو چاہا جو چاہا کہہ دیا، مگر سننے والوں نے نہ صرف برداشت کیا، بلکہ خوش دلی سے قبول بھی کیا۔ برطانیہ کے سفر میں راقم نے خود دیکھا کہ حضرت رحمہ اللہ نے بعض بزرگوں اور بڑوں کو اس طرح ڈانٹا کہ مجمع حیرت زدہ رہ ہو جاتا اور سامعین پر ایک عجیب

قسم کا سکوت طاری ہو جاتا، مگر بعد میں ان حضرات سے محبت سے ملتے، باتیں کرتے، کبھی کبھی مزاحیہ جملے بھی ارشاد فرماتے۔ گجرات کے سفر میں گجراتی پر تنقید آپ کے درس کا جزء لاینفک حصہ سمجھا جاتا تھا، بعض حضرات کو اس سے اختلاف بھی ہوا، اور انہوں نے ناگواری کا اظہار بھی فرمایا، جن کا انہیں ایک حد تک حق بھی تھا، مگر اکثر حضرات نے اسے مزاح سمجھ کر بشاشت قلب سے برداشت کیا۔ اور حضرت رحمہ اللہ نے خود بعض مجلسوں میں اس کا اظہار بھی فرمایا کہ: میری اس طرح کی تنقیدات محبت اور مزاح کی آئینہ دار ہیں، اس میں عداوت ونفرت وناراضگی کا شائبہ نہیں ہے۔ اسی صفائی قلب کا نتیجہ تھا جو دل میں ہوتا وہی زبان پر آجاتا، ایک صاحب ایک اردو کتاب لے کر پہنچے کہ حضرت آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے، حضرت نے اسی وقت کہہ دیا کہ: بھئی میں اردو کتاب کم ہی مطالعہ کرتا ہوں، اور واپس کردی، بظاہر تو اس مصنف کی ہتک تھی، مگر حضرت رحمہ اللہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔

اس دور انحطاط میں حق گوئی کی صفت اہل علم سے مفقود ہوتی جارہی ہے، اہل مال سے تعلق کی وجہ سے ان کی کوتاہیوں پر نکیر کرنا یا ان کی اصلاح کرنا تقریباً ختم ہو گیا ہے، عمرہ وحج اور بیرون ممالک کے اسفار کے شوق نے علماء کی جماعت میں ناقابل ذکر قسم کی مداہنت پیدا کردی ہے، جو اہل نظر پر مخفی نہیں۔ جبکہ مداہنت کی سزا حدیث پاک میں سخت بیان کی گئی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میری امت میں سے بروز قیامت اپنی اپنی قبروں سے کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جن کی صورتیں بندر اور سور کی سی ہوں گی (العیاذ باللہ) اور یہ اس لئے ہوگا کہ ان لوگوں نے اہل معصیت کو ان کی معصیت سے روکنے میں مداہنت (سستی) کی ہوگی، یعنی ان کو باوجود قدرت کے اس سے روکا نہ

ہوگا۔ (درمنثور ص۳۰۲ ج ۲۔ روح المعانی۔ الیواقیت الغالیہ ص ۵۳۱ ج ۲)

مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ اس کوتاہی سے بالکلیہ پاک تھے، انہیں نہ اہل مال کا مالی رعب اور نہ اہل منصب کے مناصب حق گوئی سے مرعوب کر سکے۔

حضرت رحمہ اللہ کی وفات سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہوا کہ اب علماء کی جماعت میں کوئی ان صفات کا حامل نظر نہیں آتا جو کسی بڑے سے بڑے کے سامنے بلا خوف لومۃ لائم فریضۂ حق ادا کر سکے، علماء' خلفاء' مبلغین' اور دنیوی مناصب کے حاملین میں ڈاکٹر ہو یا وکیل' ہر ایک سے بروقت احقاق حق کا فریضہ ادا کر دینا آپ کا قابل رشک وصف تھا۔ اب دور دور تک نظر دوڑانے سے بھی اس صفت کی حامل شخصیتیں خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ اسی وجہ سے مبلغین میں حد سے تجاوز کر دینے والا غلو' تصوف میں انتہائی بگاڑ' علماء میں مرعوبیت' مدارس و مکاتب میں اقربا پروری اور ظلم و جور، الغرض ہر شعبہ میں کچھ استثناءات کے باوجود راہ حق سے اس قدر دوری کہ عقل تسلیم نہیں کر سکتی کہ کیا دین دار کہے جانے والا' مولوی و خلیفہ کی نسبت کا لیبل لگایا جانے والا طبقہ اس حد تک نیچے گر سکتا ہے۔ اللہ کرے جو اکابر اس وقت حیات ہیں- اللہ تعالی ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور ان کے فیوض سے امت مسلمہ کو مستفیض فرمائے- ان میں کچھ ان صفات کے حامل پیدا فرمادے۔

یہ باتیں ایک چھوٹے اور عام انسان کے قلم سے نہیں لکھی جانی چاہئے، مگر زبانیں خاموش ہیں اور قلم سست پڑ چکے ہیں، اس لئے بادل ناخواستہ چند سطریں لکھ دی گئیں ہیں، اللہ کرے مفید ہوں۔

آپ کا تقوی اور حصول تقوی کا طریقہ

تقوی وطہارت میں حضرت رحمہ اللہ اکابر کے نقش قدم پر تھے۔ چونکہ بچپن سے ہی

صالحین کی صحبت میسر تھی، اور حدیث پاک کی تدریس جس میں آخرت کے مناظر بکثرت بیان ہوئے ہیں کے مطالعہ نے آپ کو تقوی کے اعلی مقام پر پہنچا دیا تھا۔ یہاں حضرت رحمہ اللہ کا ایک گرامی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں جو آپ نے ایک صاحب کے اس سوال پر کہ ''تقوی کیسے حاصل ہوگا؟'' کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

تقوی و پرہیز اصلا قلب کی صفت ہے'' التقوی ھھنا واشار الی صدره''۔

(مسند احمد ص ۲۵ ج ۵)

خود قرآن کریم میں تقوی القلوب کا ذکر ہے، اور یہ کیفیت عادۃً غلبۂ خوف سے پیدا ہوتی ہے، جس کی تدبیر آخرت کے ہولناک مناظر کا بار بار پڑھنا اوران میں تدبر کرنا ہے، اوراس کے علاوہ دوسری تدبیر اہل تقوی کی صحبت ہے۔ قال تعالی: ﴿اتقوا اللّٰه و کونوا مع الصّادقین﴾۔ صحبت صادقین کا حکم تحصیل تقوی ہی کے لئے دیا گیا ہے، اور صالحین سے مراد صادق الاقوال والافعال لوگ ہیں۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۴۰۰ ج ۲)

آپ ﷺ سے محبت

حدیث پاک کی تعلیم وتدریس اور مطالعہ کی برکت سے آپ ﷺ کی ذات اقدس سے خصوصی محبت تھی، آپ ﷺ کا ذکر خیر بڑے نرالے انداز میں اور محبت میں ڈوب کر فرماتے، بعض مرتبہ ذکر مبارک کے وقت آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے نام مکتوبات میں جو مدینہ منورہ لکھے جاتے تھے، سلام بھی بڑے والہانہ انداز میں پیش فرماتے، ایک گرامی نامہ میں الفاظ کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں، تحریر فرماتے ہیں: روضۂ اطہر علی ساکنھا الف الف صلوۃ و تحیۃ پر غلامانہ صلوۃ وسلام پیش فرما کر دعا کی درخواست کردیں۔

و صلوة الله از کاها شذی ثم انماها نماءً یتصل
تنزل دوما علی خیر الوری مبدأ الکل غیاث المرتمل

(الیواقیت الغالیۃ ص۳۱۳ ج۱)

علمی کمالات اور وسعت مطالعہ اور صرف وسعت نظر نہیں بلکہ مطالعہ میں گہرائی و گیرائی بھی مثالی تھی، حضرت رحمہ اللہ کے مکتوبات اور دروس حدیث کی جو چند مجلدات شائع ہوئیں ان کے مطالعہ سے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے، اکابر اور اساتذہ بھی آپ سے علمی استفسار فرماتے اور اہم مسائل میں رجوع فرماتے۔

خصوصا احادیث کے تتبع اور تشریح میں بڑوں بڑوں نے آپ کی طرف رجوع کیا، اور تسلی و تشفی بخش جواب پایا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے تو ایک سائل کو یہاں تک لکھ دیا کہ: آئندہ بھی حدیث پاک کے متعلق جو استفسار ہو مولانا محمد یونس صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور سے براہ راست پوچھ لیں۔

(الیواقیت الغالیۃ ص۴۰ ج۱)

حدیث پر وسعت نظر ہی کا نتیجہ تھا کہ ہر چیز کی دلیل کی تلاش میں آپ کی نگاہ احادیث کی طرف اٹھتی تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''آپ بیتی'' میں جہاں بیعت کرنے کا تذکرہ فرمایا کہ: پہلی مرتبہ مجھ سے چند عورتوں نے بیعت کی، حضرت رحمہ اللہ اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ بیعت علی منہاج النبوۃ ہے، نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بھی سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بیعت اسلام کی''۔

(آپ بیتی ص۹۰ نمبر:۴/ یا ''یاد ایام'' نمبر:۳، مکتبہ: رشیدیہ ساہیوال)

''الیواقیت'' کے بارے میں چند باتیں

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب ہے کہ کاش حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں آپ کی تقریر بخاری شریف پر کام مکمل ہوجاتا تو بہت بہتر ہوتا کہ حضرت کی نظر اس پر ہوجاتی، حضرت کا اپنا ایک خاص مزاج تھا، اس لئے ان کے شایان شان کام کی تکمیل کون کرسکتا تھا؟ اس لئے کام میں تاخیر در تاخیر ہوتی گئی، اور آپ کا وقت موعود آ گیا۔ اللہ کرے حضرت کے تلامذہ اس کام کی تکمیل پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہم پورے مظاہر برادری اور حضرت کے تلامذہ کی طرف سے خصوصاً اور سارے ہی اہل علم کی طرف سے عموماً مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ موصوف نے حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری دور میں ''الیواقیت'' کی چار ضخیم جلدیں، اور ''نبراس الساری'' اور ''کتاب التوحید'' کے نام سے دو جلدیں مزید مکمل فرما کر قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کا بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

''الیواقیت الغالیۃ'' تو اہل علم کے لئے خاصے کی چیز ہے، پچھلے چند سالوں میں جو اہم کتابیں امت کے علماء کی طرف سے لکھی گئیں ان میں یہ اپنی مثال آپ ہے، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسمائے رجال، فقہ، عقائد اور تصوف وغیرہ کے اہم مضامین کی بہترین تحقیق اور دسیوں حوالے اس میں آ گئے ہیں، راقم کو الحمد للہ اس کے مطالعہ کی سعادت ملی ہے، جب اس کتاب کا تذکرہ چل پڑا تو ایک دو باتیں بطور جملہ معترضہ کے عرض کردینا مناسب ہے:

(۱)......حضرت سے ایک سوال کیا گیا کہ: ''عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم النائحة والمستمعة'' اس حدیث کو ابن ابی حاتم

نے کس جگہ نقل کیا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے:

جواب:...... یہ حدیث ''علل ابن ابی حاتم'' جلد اول میں ہے، اس وقت وہ میرے پاس موجود نہیں ہے، اس لئے صفحہ لکھنے سے قاصر ہوں۔ (الیواقیت الغالیہ ص۱۸۳ج۱)

ترتیب کے وقت مکمل حوالہ صفحہ نمبر اور باب وغیرہ لکھ دیا جاتا تو بہتر ہوتا، امید ہے کہ آئندہ طباعت میں اس کمی کو دور کر دیا جائے گا۔

(۲)......حضرت مولانا مفتی یحیٰ صاحب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ: ''من امَّ قوماً وهم له كارهون'' کہاں ہے؟

جواب......قلت: اخرجه الحاكم فى المستدرك : ثلاثة : لعنهم الله : من تقدم قوماً وهم له كارهون ، وامرأة باتتْ و زوجُها عليها ساخط، ورجل سمع حى على الصلاة ' حى على الفلاح فلَم يجِبْ ، كذا فى الزواجر (۱/۱۵۱) لابن حجر المكى۔ (الیواقیت الغالیہ ص۱۸۸ج۱)

راقم عرض کرتا ہے یہ حدیث تو ''ترمذی شریف'' میں الفاظ کے قدرے فرق کے ساتھ آئی ہے، اس لئے بجائے ''مستدرک حاکم'' کے ''ترمذی شریف'' کا حوالہ زیادہ موزوں ہوتا، اور ترتیب جدید میں حاشیہ میں اس کی تخریج کردی جاتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔

عن انس رضى الله عنه قال : لعن رسولُ الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة : رجل امَّ قوماً وهم له كارهون ، وامرأة باتتْ وزوجُها عليها ساخط ، ورجل سمع حى على الفلاح ثُمَّ لَم يُجِبْ۔

(ترمذی ص۸۲، باب ما جاء من امَّ قوما وهم له كارهون، كتاب الصلاة ، رقم الحديث :۳۵۸)

''كنز العمال'' میں یہ روایت تھوڑے سے الفاظ کے فرق سے آئی ہے: ''لعن رسولُ

الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة : رجل امَّ قوماً وهم له كارهون ، وامرأة بات زوجُها عليها ساخط، ورجل سمع حي على الفلاح و لَم يُجِبُ ''۔

(كنز العمال ،المواعظ والرقائق والخطب والحكم ، فصل فى الموعظة المخصوصة بالترغيبات رقم الحديث:٤٤٣٣٧)

تنعیم وحل سے عمرہ کے دلائل

(۳)......حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے تنعیم سے عمرہ کے ثبوت کے متعلق ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ: حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مفتی اعظم پاکستان کا اشکال ہے کہ اہل حدیث تنعیم سے عمرہ کو بدعت کہتے ہیں، اور یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ تو مجبوری کی وجہ سے تھا، ان کے علاوہ کسی اور کا عمرہ تنعیم سے ثابت نہیں۔اس لئے کسی روایت میں تنعیم سے عمرہ کی تصریح آثار چاہے صحابہ ہی سے ہو ضرور لکھ کر بھیج دیں۔اس کے جواب میں حضرت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ: کافی جد و جہد کے بعد کوئی روایت نہیں ملی نہ تو تقریری اور نہ ہی کسی صحابی کا اثر۔حضرت مفتی محمود حسن صاحب (رحمہ اللہ) سے بھی پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ: میں نے اسے بہت تلاش کیا، لیکن کہیں کوئی روایت یا اثر نہیں ملا۔حضرات محدثین امام بخاری و امام ترمذی رحمہما اللہ وغیرہ نے مستقل عمرۂ تنعیم کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے، اور امام دارمی رحمہ اللہ (ص۲۳۷) نے ''باب المیقات فی العمرة ''میں حضرت محرش کعبی کی روایت عمرۂ جعرانہ والی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت عمرۂ تنعیم والی ذکر فرمائی ہے، یہ سب اس بات کی مؤید ہیں کہ عمرۂ تنعیم میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اگر عمرۂ تنعیم بدعت ہوتا تو ائمہ حدیث اس کا باب کیوں منعقد کرتے؟ اور یہ کہنا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذر کی بنا پر ایسا کیا تھا صحیح ہے، لیکن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو بعد میں بھی جب حج کرتی تھیں تو حج کے بعد مکہ مکرمہ سے باہر جاتی تھیں اور احرام باندھ کر آ کر عمرہ کرتی تھیں۔ چنانچہ ''مؤطا'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی مرجانہ سے روایت ہے:

''کانت عائشة رضی اللہ عنها تعتمِر بعد الحجّ من مکّة فی ذی الحجة ثم ترکت ذلک فکانت تخرج قبل هلال المُحَرَّم حتی تأتی الجُحفة فتُقِیم بها حتّی تری الهلال فاذا راتِ الهلال اهلَّت بعمرةٍ۔

(مؤطا امام مالک ص۳۴۸، باب قطع التلبیة ،کتاب الحج والعمرة ، رقم الحدیث:۱۰۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اگر عذر تھا تو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا اس وقت تھا ہمیشہ نہیں تھا، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکہ سے نکل کر عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آ کر عمرہ کرنا جواز کی دلیل ہے، وکفی بها قدوة۔ (الیواقیت الغالیۃ ص۳۱۲ ج۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ اور آثار بھی منقول ہیں: ''موطا'' میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی ''تنعیم'' سے عمرہ کا منقول ہے:

(۱)......مالک عن هشام بن عروة عن ابیه : انه رأی عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنه احرم بعمرة من التّنعیم ، الخ۔

(مؤطا امام مالک ص۳۸۳، باب الرمل فی الطواف،کتاب الحج والعمرة ، رقم الحدیث:۱۱۳۰)

ترجمہ:......حضرت عروہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ: انہوں نے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا۔

(مؤطا امام مالک اردو ترجمہ وشرح، ص۶۰۴ ج۱)

اس لئے یہ کہنا کہ کسی اور صحابی سے تنعیم کا ثبوت نہیں درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی ایک مرسل روایت بھی مل گئی، جس میں صراحت سے تنعیم سے عمرہ کا حکم دیا گیا ہے:

(۲)......عن ابن سيرين قال: وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم : لاهل مكة التنعيم۔ (مراسیل ابوداؤد ص۹، باب ما جاء في الحج)

ترجمہ:......حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے لئے تنعیم کو میقات مقرر فرمایا ہے۔

(۳)......عن قتادة : عن سعيد بن المسيب : في الرجل يريد العمرة من مكة من أين يهلّ ؟ قال : من التّنعيم، الخ۔

ترجمہ:......حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ: کوئی آدمی مکہ میں رہتے ہوئے عمرہ کا ارادہ کرے تو کہاں سے احرام باندھے؟ آپ نے فرمایا: تنعیم سے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸٦ ج۸، في الرجل يريد العمرة وهو بمكة من اين يعتمر ؟ كتاب الحج رقم الحديث:۱۳۰۹۷)

(۴)......عن هشام بن عروة عن ابيه: انّ عائشة رضى الله عنها كانت تكون بمكة فاذا أرادت أن تعتمر خرجت الى الجحفة ' فاحرمت منها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۷ ج۸، في الرجل يريد العمرة وهو بمكة من اين يعتمر ؟ كتاب الحج رقم الحديث:۱۳۰۹۸)

ترجمہ:......حضرت عروہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں ہوتیں، اور وہاں سے جب عمرہ کا ارادہ کرتیں تو جحفہ تشریف لے جاتیں اور وہاں سے احرام

باندھتی تھیں۔

(۵)......عن نافع :ان ابن عمر و ابن الزبير رضى الله عنهما خرجا من مكة ‘حتى أتيا ذا الحليفة ‘ فأحرما ولم يدخلا المدينة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۷ ج۸، في الرجل يريد العمرة وهو بمكة من اين يعتمر ؟ كتاب الحج رقم الحديث:١٣٠٩٨)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمراور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ سے نکلے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ پہنچے اور دونوں نے احرام باندھا اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوئے۔

(٦)......عن ابن اذينة قال : سئل عمر رضى الله عنه عن العمرة وهو بمكة : من أين يعتمر؟ فقال : ائت على بن ابى طالب رضى الله عنه فأسأله ، فقال : فأتيتُه ‘ فقال : من حيث ابدأت ‘ يعنى من ميقات ارضه ، قال : فأتى عمر رضى الله عنه فأخبره فقال : ما أجد لک الا ما قال على بن ابى طالب رضى الله عنه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۷ ج۸، في الرجل يريد العمرة وهو بمكة من اين يعتمر ؟ كتاب الحج ، رقم الحديث:١٣١٠١)

ترجمہ:......حضرت ابن اذینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ: مکہ سے عمرہ کا ارادہ ہو تو احرام کہاں سے باندھے؟ آپ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو، تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: وہاں کی میقات سے، راوی کہتے ہیں کہ: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتوی بتلایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تیرے لئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتوی کے علاوہ کوئی فتوی نہیں پاتا۔

(۷)......عن مسلم القُرّی قال : قلتُ لابن عباس رضی الله عنهما : ان أمی حجّت ولم تعتمر ، فمن أین أعتمر عنها ؟ قال : من وجهک الذی جئت منه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۹ ج۸، فی الرجل یرید العمرة وهو بمکة من این یعتمر؟ کتاب الحج ' رقم الحدیث:۱۳۱۰۷)

ترجمہ:......حضرت مسلم القری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: میری والدہ نے حج کیا اور عمرہ نہیں کیا، (اب میں ان کے ساتھ) عمرہ کا احرام کہاں سے باندھوں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس جہت (جگہ) سے آپ (حج کے لئے آئے ہیں) وہاں سے باندھے۔

تشریح:......یعنی جہاں سے حج کا احرام باندھا تھا وہی سے باندھے۔ مطلب یہ ہے کہ حدود حرم سے باہر جا کر احرام باندھے۔

(۸)......عن هشام : ان القاسم و سالما کانا بمکة ، فأرادا أن یعتمرا' فخرجا حتی أهلا من ذی الحیلفة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۷ ج۸، فی الرجل یرید العمرة وهو بمکة من این یعتمر ؟ کتاب الحج رقم الحدیث:۱۳۱۰۴)

ترجمہ:......حضرت ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت قاسم اور حضرت سالم رحمہما اللہ دونوں مکہ مکرمہ میں تھے، اور دونوں نے عمرہ کا ارادہ کیا تو (حدود حرم سے باہر) نکلے اور ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔

یہ آٹھ آثار مزید تنعیم یا کسی اور حدود حرم سے باہر نکل کر احرام باندھنے کے نقل کئے گئے

ہیں، امید ہے کہ حضرت مرتب مدظلہم آئندہ طباعت میں حاشیہ میں ان روایات کا اضافہ فرمائیں۔ خیر یہ چند باتیں تو بطور جملہ معترضہ کے آگئیں۔

نونصائح عالیہ

حضرت رحمہ اللہ سے ایک صاحب نے جبکہ وہ مدرسہ سے فراغت پر وطن جارہے تھے، نصائح کی درخواست کی، اس پر حضرت رحمہ اللہ نے جو نصائح فرمائیں وہ بھی درج کرنے کے قابل ہیں، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

چند باتیں لکھتا ہوں جو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے پسند کرتا ہوں:

(۱):......تصحیح نیت واخلاص کا اہتمام۔

(۲):......اتباع سنت پر مداومت۔

(۳):......معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری۔

(۴):......تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعت دین کی مکمل فکر۔

(۵):......تبلیغ سے حتی الوسع ربط۔

(٦):......تزکیہ واصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایات پر عمل۔

(۷):......اصلاح فیما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز۔

(۸):......قدرے نوافل کا اہتمام۔

(۹):......اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔ (الیواقیت الغالیہ ص۳۹۳ ج ۲)

خواب کی تعبیر

خواب کی تعبیر کا علم محض اللہ کی دین ہے، بہت کم لوگ امت میں اس فن کے ماہر تسلیم کئے گئے ہیں، ہمارے اکابر دیوبند کو اللہ تعالی نے اس مشکل فن میں بھی وافر حصہ عطا فرمایا

تھا، حضرات اکابر علماء دیو بند کی سوانح اور حالات وملفوظات میں اس کے بکثرت واقعات موجود ہیں، کاش کوئی صاحب ذوق ان واقعات کو جمع کرے تو ایک دلچسپ اور مفید کتاب تیار ہوسکتی ہے، راقم نے کئی مرتبہ ارادہ کیا، مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ حضرت رحمہ اللہ نے بھی بعض خوابوں کی بڑی عمدہ اور دل لگتی تعبیر دی ہے، ایک صاحب کے چند خوابوں کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

تمہارے خواب مبارک ہیں، پانی میں تیرنا اور پار ہوجانا طالب کی ترقی اور کامیابی پر دلالت کرتا ہے، اوپر اڑنا بھی عروج و ترقی ہے۔ عصا سنت ہے۔ خواب میں لاٹھی ملنا مبارک ہے، میکائیل علیہ السلام کی لاٹھی ہونا برکت فی الرزق کی طرف اشارہ ہے، چھوٹے بچے کا خواب میں'' انی عبد الله '' کہنا بھی اچھا ہے، میرا گمان یہ ہے کہ وہ تمہارا نفس ہے، مبارک ہو، اس کا شیخ کی گود میں کھیلنا یہ شیخ کی نگرانی و تربیت ہے۔ مراد تمہارے شیخ ہیں، حضور اکرم ﷺ کا کسی کو بوسہ لینا آپ کے رضا و محبت کی علامت ہے۔

(الیواقیت الغالیۃ ص ١٤٩ ج ٢)

تبلیغ و تعلیم' اور غلو کی اصلاح

حضرت رحمہ اللہ سہارنپور کے اس ماحول میں پڑھے' بڑھے' اور زندگی کے ایام گزارے، جہاں دعوت و تبلیغ کی سرپرستی سب سے زیادہ کی گئی، اس لئے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کا تعلق سہارنپور سے رہا،، آپ نے وہاں تدریسی خدمت بھی انجام دی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سے خلافت ملی، اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ آپ کے بھتیجے ہیں، اس لئے حضرت شیخ رحمہ اللہ بھی دعوت و تبلیغ کے پورے طور پر حامی رہے، بعض مکتوبات میں دعوت کے ساتھ تعلق کی ترغیب بھی دی، مگر

جہاں کوئی غلو یا قابل اصلاح بات سمجھی وہاں ہرگز مداہنت سے کام نہیں لیا، چنانچہ سوال: ’’کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: پڑھنا اور پڑھانا دو نمبر پر ہے اور تبلیغی جماعت کا کام کرنا نمبر ایک پر ہے‘‘ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

تعلیم و تبلیغ دونوں ضروری ہیں، آپ مستقلاً تعلیمی کام کریں، جب تعطیل کے ایام ہوں تو تبلیغ کے لئے بھی سفر کرلیا کریں۔ اہل تبلیغ کا اصرار اور نمبر ایک اور دو کہنا ان کی اپنی سمجھ کے اعتبار سے ہے، علم کے بغیر تبلیغ محال ہے، اور علم کے لئے تعلیم ضروری ہے، صحابہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں علم بھی سیکھتے تھے، اور تبلیغ بھی کرتے تھے۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے ساتھی اور اسی طرح وفد عبدالقیس جب آئے تو پہلے علم سیکھا اس کے بعد واپسی پر ان کو تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۳۹۶ ج ۲)

صوفیاء کا روایات حدیث میں کیوں اعتبار نہیں

صوفیاء کا روایات حدیث میں کیوں اعتبار نہیں؟ کا مکمل جواب قابل مطالعہ ہے، اس میں ایک بڑی عمدہ اصولی بات تحریر فرمائی کہ: ’’اور بات تو یہ ہے کہ: ’’لکل فن رجال‘‘ صوفیاء کا قابل احترام ہونا سرآنکھوں پر، لیکن اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ جو ان کا فن نہیں ہے اس میں بھی ان کی بات تسلیم کی جائے۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۱۲۹ ج ۱)

ایک بدوی کے زبردست تعزیتی اشعار

اخیر میں اس بدوی کے دو شعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے ؎

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَاِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ
خیر من العباس اجرک بعده وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔

ارادہ صرف مختصر تعزیتی عریضہ کا تھا، مگر جب لکھنے بیٹھا تو بے اختیار باتیں یاد آتی گئیں اور طوالت ہوگئی۔ اللہ تعالی حضرت کے ساتھ خصوصی لطف وکرم کا معاملہ فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، آپ کی لغزشات کو مبدل بحسنات بنا کر اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے، اور امت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے، اور ہر طرح کی آزمائش سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔ فقط والسلام۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۷ر شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ، مطابق: ۱۲ر جولائی ۲۰۱۷ء

بروز بدھ

حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب رحمہ اللہ

ولادت: ......۔

وفات: ......۔

مرحوم رحمہ اللہ بڑی صفات کے مالک اور بڑے کمالات کے حامل تھے۔ مطالعہ کا بھی خوب ذوق تھا۔ راقم الحروف کی تالیفات اور تصنیفات جب حضرت کے پاس پہنچتیں تو من وعن مطالعہ فرماتے، اور ملاقات پر خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔ میرے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے فتاوی جب شائع ہوئے اور مرحوم تک پہنچے، مطالعہ فرمایا اور ملاقات پر بہت تعریفی الفاظ فرمائے اور بطور خاص فرمایا کہ: تیرے حواشی سے بہت فائدہ ہوا اور بہت خوشی ہوئی، تو نے حاشیہ میں جو اضافات کئے ہیں اور تیرے چند رسائل نے ان فتاوی کی افادیت کو اور بڑھا دیا۔ [1] میری تصانیف کے کئی نسخے طلب کئے اور دوسرے اکابر اور علماء کی خدمت میں پہچائے، اللہ تعالی ان کے ان احسانات کا دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

حضرت رحمہ اللہ کی وفات سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہوا کہ اب علماء کی جماعت میں کوئی ان صفات کا حامل نظر نہیں آتا جو کسی بڑے سے بڑے کے سامنے بلا خوف لومۃ لائم فریضۂ حق ادا کر سکے۔ بڑے بڑے حضرات کو جو کہنا ہوتا بلا کسی خوف کے کہہ دیتے، اور کئی حضرات کی خدمت میں بعض سخت خطوط لکھے، اس لئے میرے ایک عزیز دوست انہیں

مزاحاً ’’مصلح العلماء والمشائخ‘‘ سے یاد کرتے ہیں۔

مہمان نوازی بھی مثالی تھی، راقم جیسے چھوٹے کو ضرور گھر لیجا کر کھلاتے، آخری سفر میں جب میں بعض مجبوری کی وجہ سے گھر حاضر نہ ہوسکا تو رات عشا کے بعد قیام گاہ پر کھانا پہنچانے کا انتظام فرمایا، جس سے مجھے بڑی شرمندگی ہوئی، اور میں نے حضرت سے بہت ادب سے معذرت کی کہ آپ اس طرح تکلف ہرگز نہ فرمائے، مگر انھوں نے ایک نہ سنی۔

مرحوم کی دو باتیں ذکر کئے بغیر نہیں رہا جاتا، اول یہ کہ: قرآن کریم سے خصوصی شغف، برسوں آپ کا معمول رہا کہ روزانہ ایک قرآن پاک ختم فرماتے، راقم نے جب بھی مدینہ منورہ میں آپ کو مسجد نبوی میں دیکھا ہمیشہ تلاوت کرتے دیکھا، کوئی ملنے آتا تو تھوڑی دیر کے لئے تلاوت روک دیتے، پھر شروع کر دیتے۔ دوسرا یہ کہ: اپنے شیخ اور مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے انتہائی عقیدت اور تعلق تھا، دسیوں مرتبہ دیکھا کہ مرشد کا نام آیا اور آپ رو پڑے اور بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ اللہ تعالی نے اپنے شیخ کی وصال کے وقت بھی آپ کو قریب اور ساتھ رکھا۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۷/شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ، مطابق: ۱۲/جولائی ۲۰۱۷ء

بروز بدھ

مفکر ملت

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ

کے چند اوصاف وکمالات، مفید ونافع ملفوظات، قابل اتباع عادات وتجربات، وغیرہ پر مشتمل ایک مختصر وقابل مطالعہ رسالہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

بسم الله الرحمن الرحیم

مفکرملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ کی سوانح حیات بعض اہل قلم کے مضامین پر مشتمل طبع ہوچکی ہے، اس کے علاوہ بعض رسائل نے خصوصی نمبر بھی شائع کیا ہے، اس لئے قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ میں حضرت پر کچھ لکھوں، اور مجھ جیسا طفل مکتب آپ کے کمالات پرلکھ بھی کیا سکتا ہے؟۔

اب ''فلاح دارین'' آپ پر ایک تعزیتی جلسہ منعقد کررہا ہے، (اس وقت تعزیتی جلسہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ علیحدہ موضوع ہے) اور وہاں کے ارباب انتظام کی طرف سے ایک تفصیلی گرامی نامہ موصول ہوا جس میں راقم کو حکم کیا گیا تھا کہ میں حضرت پر کچھ لکھوں۔ اوراس میں چند مضامین میں سے کسی ایک کی تائید کی بھی تاکید کردی گئی تھی، اور مضمون ارسال کرنے کی آخری تاریخ بھی رقم تھی۔ مگر کچھ مجبوری کی وجہ سے اس وعدہ کا ایفاء نہ کرسکا۔ پھر صاحبزادۂ محترم حافظ ابراہیم صاحب زیدمجدہ کا فون آیا کہ کچھ ضرور لکھنا ہے، ان کے حکم پر چند صفحات لکھ کران کی خدمت میں ارسال کردیئے ہیں۔

ویسے حضرت رحمہ اللہ سے کچھ تعلق کی وجہ سے حق تھا کہ ان پر کچھ لکھوں، مگراس کا موقع نہیں ملا۔ حضرت رحمہ اللہ کے حالات پر بعض اہل علم کی طرف سے ایک مجموعہ پہلے ہی تیار ہوچکا ہے۔اس وقت مجھے حکم ملتا تو شاید کچھ لکھ لیتا، [۱] مگر ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔

اندازہ نہیں تھا یہ مضمون ایک مختصر رسالہ کی صورت اختیار کرلے گا، اب اسے افادۂ عام کے لئے علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ مرغوب احمد لاجپوری

[۱]......مگراہل قلم کے مقابلہ میں میری حیثیت ''تین میں نہ تیرہ میں'' مجھ جیسے کو کیوں حکم ملتا؟۔

نوٹ...... یہ شکایت اپنی بڑائی کے لئے نہیں ایک واقعہ کی وجہ سے لکھی گئی ہے، جس کا اظہار مناسب نہیں۔ خصوصی احباب کے اصرار پر صراحت کی جاسکتی ہے۔ مرغوب

نوٹ :...... تصنیفی اور مضمون نگاری کے اصول وآداب کے بغیر کیف ما اتفق چند عنوانات کے تحت حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے چند قابل اتباع پہلو لکھ رہا ہوں:

چھوٹی چھوٹی بستیوں میں اللہ تعالی نے عبقری شخصیتیں پیدا کیں

اللہ تعالی کی عجیب قدرت ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں اللہ تعالی نے عبقری شخصیتیں پیدا کیں۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ نے ایک جملہ لکھا ہے کہ: اکثر شخصیتیں چھوٹے چھوٹے قصبوں میں پیدا ہوئیں: دیوبند، نانوتہ، گنگوہ، انبھیٹہ۔

کاپودرا بھی ایک چھوٹی سی بستی ہے، اللہ تعالی حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے اس گاؤں کا تعارف دنیا کے کن کن ملکوں میں کرادیا۔

مفکرملت کے چند اوصاف وکمالات

صرف قال نہ ہو بلکہ حال بنو

حضرت رحمہ اللہ اس وقت کے بعض ترنم بھرے انداز کے خطیبوں کی طرح نرے خطیب اور لفاظ نہیں تھے، بلکہ صاحب حال تھے۔ دلی درد اور پورے اخلاص سے بات فرماتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی بات سامع پر ایک زبردست اثر ڈالے بغیر نہیں رہتی۔

الحمدللہ دسیوں مجلسوں میں آپ سے استفادہ کا موقع ملا ہر وقت یہی تاثر لے کر واپسی ہوتی تھی کہ یہ ایک صاحب دل کی درد بھری نصیحت ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ رات

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سفر گجرات کے موقع پر آپ کو شرف معیت نصیب ہوا، آپ فرماتے تھے کہ: اس وقت حضرت مدنی رحمہ اللہ کی عمر: ۸۰/سال کی تھی، گھٹنوں میں تکلیف

تھی، مگر رات ایک بجے تک جلسہ میں تقریر فرماتے اور چار بجے اٹھ کر نمازِ تہجد کے بعد سسکیاں لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے تھے۔ آپ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خادم سے بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ: مجھے حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ کمرہ میں رات کو سونے کی اجازت دیں، اس پر خادم نے کہا: چپکے سے ایک کونے میں سو جانا، چنانچہ میں کمرے میں چلا گیا، پہلے تو میں نے دیکھا کہ: صاحبِ مکان نے جو نرم نرم بستر بچھایا تھا حضرت رحمہ اللہ نے اسے لپیٹوا کر خود ایک موٹی چادر بچھائی اور چمڑے کا تکیہ رکھا، سرمہ دانی کھولی اور سرمہ لگایا، سنتِ نبوی (ﷺ) کا یہ اہتمام تھا۔ تھوڑی دیر آرام کیا، رات ساڑھے چار بجے مجھے محسوس ہوا کہ ایسی آواز آرہی ہے جیسے ہانڈی کے ابلنے کی ہوتی ہے، میں نے اٹھ کر دیکھا کہ حضرت رحمہ اللہ سجدہ میں زار و قطار رو رہے ہیں۔

عاجزی و تواضع

حضرت رحمہ اللہ لباس و پوشاک میں ایک صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے، عمدہ لباس اور شیروانی میں ملبوس رہتے تھے، مگر دل کی تواضع مثالی تھی۔ ایک مرتبہ فرمایا: ہم سب چھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بڑے ہیں، ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب سمجھنے کے قابل نہیں ہیں، حالانکہ حضرت کی کتابیں اردو میں لکھی ہوئی ہیں۔

''آبِ حیات'' کوئی پڑھے اور سمجھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ: میں نے ''آبِ حیات'' دس مرتبہ پڑھی تب میری سمجھ میں آئی۔ تو میں نے اندازہ لگایا کہ ہم تو ان علماء کی اردو کتابیں سمجھنے کے بھی قابل نہیں، پھر ہمیں بڑائی کا کیا حق؟

ایک مجلس میں فرمایا: میں ایک بہت ہی معمولی درجہ کا طالبِ علم ہوں، اور یہ بات میں کوئی تکلفاً یا تواضعاً نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ بالکل صحیح اور حقیقت پر مبنی ہے، جن علماءِ ربانیین کو

ہم نے دیکھا اور جن کی باتیں اپنے بزرگوں سے سنیں وہ بڑے تھے۔

ہماری غیرت وحمیت مرچکی ہے

ایک وعظ میں بڑے درد سے فرمایا کہ: میں آپ سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ اللہ کے واسطے اپنی زندگی کا جائزہ لیں، ہم بہت پیٹ رہے ہیں، ہمارے معصوم بچوں کو پھاڑ پھاڑ کر پھینکا جارہا ہے، کھوپڑیوں سے کھیلا جارہا ہے، اور ہم کرکٹ کے میدانوں میں گیند سے کھیل رہے ہیں، فٹ بال کھیل رہے ہیں، اور دشمن ہمارے نوجوانوں کے سروں سے کھیل رہا ہے، اور ہمیں ذرہ برابر غیرت نہیں آتی، ہماری غیرت وحمیت مردہ ہوچکی ہے، ہماری بے غیرتی دیکھئے کہ ان کی مشروبات اپنے دسترخوانوں پر سج رہی ہیں، جن پیسوں سے دشمن گولیاں خرید رہا ہے اور وہ مسلمانوں کے سینوں اتر رہی ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں احساس نصیب فرمائے، اپنے ضمیر کو بیدار کرو، اپنے دلوں کو جھنجھوڑو، اپنے دل کو ٹٹولو کہ: ہماری نماز' ہمارا کلمہ' ہمارا ایمان' کس پوزیشن میں ہے؟ علامہ اقبال مرحوم نے انہی جذبات کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

احساس عنایت کر آثار مصیبت میں   امروز کی مشکل میں کچھ فکر فردا دے

عرفات کے میدان میں غفلت

ایک مجلس میں عبرت ناک قصہ فرمایا کہ: لوگ حج کرتے ہیں تو فوراً حاجی کہلوانے کا شوق ہوتا ہے، حالانکہ نمازی' رمضانی' زکوتی نہیں کہلواتے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حج کیا تھا یا نہیں؟ انہیں حاجی ابوبکر' حاجی عمر' حاجی عثمان' حاجی علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کیوں نہیں کہتے؟ ان کا حج تو اکمل اور صفت احسان سے متصف تھا۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ منی کے

میدان میں بعض لوگ تاش کھیلتے دیکھے گئے۔ عرفات کے میدان میں کچھ نوجوان کیمرہ لئے باری باری اونٹ پر بیٹھتے تھے اور تصویر بناتے تھے، میں نے ان سے نرمی سے عرض کیا کہ: اللہ کے بندو! یہ بہت قیمتی وقت ہے، اللہ تعالی کی رحمتوں کے نزول کا وقت اور میدان ہے، آپ کس کام میں مشغول ہیں؟ اپنے ملکوں میں آپ کو یہ شوق پورا کرنے کا وقت ملے گا۔

امت کا ظاہر کچھ نظر آتا ہے اندر سے کھوکھلی ہے

حضرت رحمہ اللہ رمضان میں ایک مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگ بڑی تعداد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ بڑے خوش ہوئے کہ اتنے سارے لوگ معتکف ہیں، مگر تراویح کے بعد دیکھا کہ: ان معتکفین کے گھروں سے عمدہ عمدہ کھانے آرہے ہیں اور رمضان کی یہ مبارک اور قیمتی راتیں لذیذ کھانوں اور ایران تران کی باتوں میں ضائع ہو رہی ہیں، اس پر فرمایا کہ: میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ: یہ اعتکاف اس لئے ہو رہے ہیں؟

اشعار

حضرت رحمہ اللہ کو عربی، فارسی، اردو اور گجراتی کے اشعار بکثرت یاد تھے اور اکثر مجلسوں میں موقع بموقع مناسبت سے ایک خاص انداز سے پڑھتے کہ سننے والے بھی رشک کرتے رہتے، کینڈا کی حالت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ: ہم لوگ کس طرح اسلامی اخلاق سے کورے ہوگئے کہ وہ طبقہ جو دیندار سمجھا جاتا ہے وہ بھی سفر کی خاطر جھوٹے نکاح تک کرنے لگے، ویزا کے لئے کاغذی نکاح کرکے اپنے اپنے عزیزوں کو کینڈا بلانا، پھر وکیل سے طلاق لکھوا کر دوسرے رشتہ داروں کو بلانا، کیا یہ اسلام کی تعلیم ہے، یہ قصہ بیان کرکے ایک خاص لہجہ میں یہ شعر پڑھا ؎

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کر سیکھو کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

اپنی کمزوری کا احساس نہ کرنا، اور اس کا اعتراف نہ کرنا اور اپنی کمزوری، کوتاہی اور کمی کا احساس نہ کرنا تباہی کا الارم ہے، زبردست خطرے کی گھنٹی ہے ۔

ہر آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند　　در جہل مرکب ابد الدہر بماند

اور کسی شاعر نے کہا ہے ۔

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے　　تب کسی قوم کی شوکت پہ آتا ہے زوال

آدمی کا کام مکمل کہاں ہو پاتا ہے، نت نئے آسمان انسان کے سامنے رہنے چاہئے ۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں　　ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا　　مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

مسلمانوں کے اخلاق کا ماتم

ایک مجلس میں فرمایا: پرسوں مجھے معلوم ہوا کہ ڈرگس (drugs) میں جتنے لوگ پھنسے ہیں ان میں: ۷۰/ فیصد مسلمان نوجوان ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے، یاد رکھئے! دنیا میں قومیں اخلاق سے بنا کرتی ہیں، اس پر عربی کے مشہور مصری شاعر شوقی کا یہ شعر پڑھا ۔

انما الامم بالاخلاق　　فاذا ذهبت اخلاقهم ذهبوا

دنیا کی قومیں اخلاق سے بنتی ہیں، جب ان کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں تو وہ قوم بھی ختم ہوجاتی ہے۔

اخلاق سے جیتا کرتے ہیں　　اخلاق سے مارا کرتے ہیں

ع　ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

امثال وعبر

حضرت رحمہ اللہ کو عربی فارسی، اردو اور گجراتی کے امثال بھی خوب یاد تھے، اور برموقع

پڑھتے، مثلاً: ’’اذا تکرر شیء تقرر فی الذھن‘‘۔ جب کوئی بات بار بار دہرائی جائے تو ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔

اسی طرح ’’نہد شاخ پر میوہ سر بزمین‘‘ یعنی جو شاخ میوہ دار ہوتی ہے نیچے کی طرف جھکا کرتی ہے۔

نوٹ:......حضرت رحمہ اللہ کی زبان سے نکلے ہوئے اشعار اور امثال مزید دیکھنے ہوں تو ’’مکارم الشیم ترجمہ عنوان الحکم‘‘ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اخبارات پر نظر...... برطانیہ میں بچوں میں ڈپریشن کی وجہ

حضرت رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ آپ عربی اردو گجراتی اخبار بھی برابر پڑھتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ: میں تو روزانہ اخبار پڑھتا ہوں، اور بہت دھیان دے کر پڑھتا ہوں، اور بہت دھیان سے دیکھتا ہوں کہ قوموں کے بارے میں آج کیا خبر ہے؟ یہ کرکٹ والا صفحہ میں کبھی نہیں دیکھتا، دوسرا ایک صفحہ آتا ہے اس میں عورتوں کی فیشن کے بارے میں معلومات ہوتی، وہ بھی کبھی نہیں دیکھتا، لیکن یہ خبریں ضرور دیکھتا ہوں تا کہ ہمیں اندازہ ہو جائے کہ دنیا کہاں جا رہی ہے۔

ایک مرتبہ کینڈا میں ایک اخبار دیکھ رہے تھے، اس میں یہ رپورٹ تھی کہ دار العلوم دیوبند اور اس کے حامی مدارس کے بارے میں امریکہ میں کیا فکر ہو رہی ہے، آپ نے اس تحریر کی فوٹو کاپی کروا کر دار العلوم کے ذمہ داروں تک پہنچائی، اور اس پر یہ مصرع تحریر فرما دیا

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

اسی اخبار پر نظر کا نتیجہ تھا کہ نجی یا وعظ و تذکیر کی مجالس میں علماء اور لوگوں کو بڑی مفید باتیں فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ: میں نے یہ خبر پڑھی کہ: برطانیہ میں سروے کیا

گیا تو معلوم ہوا کہ دو لاکھ چھبیس ہزار بچے ڈپریشن کا شکار ہیں۔ اوران میں دس لے تیرہ سال کی عمر کے دس فیصد لڑکے ہتھیار یا کسی چیز سے اپنے آپ کو زخمی کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کھانے اچھے ملتے ہیں، کپڑے اچھے پہنتے ہیں، پیسے ملتے ہیں، سواریاں اچھی مہیا ہیں، ماہرین نے اس کی وجہ یہ ظاہر کی کہ: والدین بچوں کے ساتھ محبت کی باتیں کرنے کے لئے وقت نہیں دیتے، بعض مرتبہ والدین دونوں ہی باہر کام کرتے ہیں اور شام کو واپس آ کر یا تو سو جاتے ہیں یا گھر کے کام میں لگ جاتے ہیں، اور بچے ٹی وی یا انٹرنیٹ یا دوسری خرافات میں مشغول ہوتے ہیں، اس وجہ سے بچے والدین کی شفقت سے محروم رہ کر مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ سے فرمایا تھا: ’’ولیسعک بیتک‘‘۔

(کنز العمال، الترھیب عن اخلاق و افعال، رقم الحدیث: ۷۸۵۵)

تجھے چاہئے کہ تیرا گھر تجھے سموئے رکھے، آپ ﷺ نے کیا ہی خوب لفظ استعمال فرمایا، اللہ اکبر، بار بار اس جملہ کی تکرار کیجئے، پھر اس کی قدر ہوگی ’’تجھے چاہئے کہ تیرا گھر تجھے سموئے رکھے‘‘ تو اپنے فارغ وقت میں اپنے گھر بیٹھ تاکہ تو اپنے بچوں کے ساتھ محبت کی باتیں کرے، اس کی کچھ اچھی تربیت کرے۔

ایک عرب نے امریکہ میں: ’’مشاکل طلبۃ المسلمین فی الغرب‘‘ کے نام سے کتاب لکھی ہے، یعنی مسلمان بچوں کے ویسٹرن کنٹریز میں مسائل۔ اس نے اس پر بحث کی ہے کہ ہمارے بچے جو دین دار گھرانوں کے ہوتے ہیں یہاں آ کر کیوں تبدیل ہو جاتے ہیں؟ اس کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ: زبان سکھانے کا جو طرز ہے وہ ان کے ذہن کو

تبدیل کردیتا ہے، عربی میں جو جملہ لکھا ہے وہ یہ ہے: ’’ان اللغة والثقافة تمشيان معا ‘‘ کسی قوم کی زبان اور اس کا کلچر، اس کی ثقافت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

اس لئے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے بچے کیا پڑھ رہے ہیں؟ یہ جب ہوگا کہ ہم اپنے گھروں میں رہنے کی عادت ڈالیں۔

اخباری دنیا کی معلومات ومہارت کتنی تھی؟ اس کا اندازہ اس ملفوظ سے لگائیے! فرمایا: پاکستان میں ایک کتاب چھپی ہے عبدالمجید سالک صاحب کی سرگذشت، عبدالمجید سالک صاحب سے تو شاید آپ حضرات واقف نہیں ہوں گے، آزادی سے پہلے مسلمانانِ ہند کے تین اخبار بڑے مشہور تھے، کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے ’’الہلال‘‘ نکالا، اس کی پورے ہندستان میں دھوم تھی، اور مولانا ظفر علی صاحب کا ’’زمیندار‘‘ نکلتا تھا، اور دلی سے مولانا محمد علی جوہر کا ’’ہمدرد‘‘ نکلتا تھا۔ تو یہ عبدالمجید سالک صاحب ’’زمیندار‘‘ والے مولانا ظفر علی خان کے ساتھ کام کرتے تھے، ایڈیٹوریل اسٹاف میں سے تھے، لیکن کسی وجہ سے ظفر علی خان صاحب سے ان کا اختلاف ہوگیا تو انہوں نے پھر اپنا الگ ’’انقلاب‘‘ نکالا، ان کی بڑی سیاسی بصیرت تھی، تو انہوں نے اپنی سرگذشت شائع کی ہے۔

ایک طالب علم کی غلط اصلاح کی اصلاح

حضرت رحمہ اللہ نے ملاوی کے ایک وعظ میں حدیث ’’امسک علیک لسانک ، أو املک علیک لسانک ‘‘ پڑھی۔ بیان کے بعد طلباء کی تبلیغی جماعت کے ایک طالب علم نے حضرت سے عرض کیا: آپ نے حدیث شریف کے نقل میں غلطی کی ہے: حدیث شریف تو: ’’املک ‘‘۔ کا لفظ ہے: ’’امسک ‘‘ کا نہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے اولاً تو اس کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ جزاک اللہ، مگر دوسری نماز میں جب مسجد تشریف لائے تو حدیث کی

کتاب ساتھ لے گئے اور اس طالب علم سے فرمایا: حدیث شریف کے الفاظ اس طرح بھی ہیں: ''امسک علیک لسانک ، أو املک علیک لسانک ''۔اس لئے آئندہ بغیر کسی تحقیق کے کسی کی اصلاح نہیں کرنی چاہئے،اس طرح حکمت سے اس طالب علم کی بھی اصلاح فرمائی۔

نوٹ:...... ''کنز العمال ''میں دونوں طرح کے الفاظ سے حدیث منقول ہے۔

(کنز العمال، الترهیب عن اخلاق و افعال ، رقم الحدیث:٧٨٥٤/٧٨٥٥)

مدارس کا نصاب

مدارس کے نصاب پر حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کا جملہ نقل فرمایا کہ: علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا تھا کہ: مولوی ابوالحسن! آپ کتاب کوئی بھی پڑھادو، چاہے کافیہ چاہے ہدایۃ النحو، لیکن استاذ میں اتنی قابلیت ہو کہ وہ فن کے مسائل کو عصری زبان میں طالب علم کے سامنے پیش کر سکے۔

ایک مجلس میں فرمایا: مدارس میں بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر نصاب بنانا چاہئے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ نے مصر کی ''القراۃ الراشیدۃ'' میں یہ تبدیلی کی کہ دریائے نیل اور احرام مصر کا تذکرہ چھوڑ دیا، چونکہ ہندوستان کے بچے ان سے واقف نہیں تھے،اس لئے ان کے بجائے قطب مینار کا ذکر کیا ''المنارۃ تحدث ''اور سلطان مظفر شاہ حلیم کا ذکر کیا۔

''مختارات من ادب العرب '' کی ترتیب سے ہم حیران ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے لے کر ہمارے اس دور کے ادباء مثلا: طٰہٰ حسین، علی طنطاوی، مصطفیٰ منفولی، مصطفیٰ رافعی وغیرہ کے ادبی شہ پاروں کو جمع کر دیا ہے۔

اصل میں ہم لوگ نصاب کی کتاب پڑھادیتے ہیں، لیکن سبق کا جو مغز ہے، یعنی جس کی وجہ سے وہ سبق لایا گیا ہے اس کی طرف ہمارا ذہن ہی نہیں جاتا کہ طلباء کو بتائیں۔ ایک جگہ مجھے کہا گیا کہ: ''مقامات حریری'' کا پرچہ نکالیں، میں نے پہلا سوال کیا کہ: ادب عربی کے کتنے دور ہیں؟ اور ''مقامات حریری'' کا تعلق کون سے دور سے ہے؟ تو کوئی ایک طالب علم بھی اس کا جواب نہ لکھ سکا کہ عربی زبان کتنے دور سے گذری ہے، اور ''مقامات حریری'' کس دور کی ہے، اور ہمارے بزرگوں نے اس مقفی، مسجع عبارت والی کتاب کو۔ جس میں ذرا بھی سلاست نہیں ہے۔ درس میں کیوں رکھا ہے؟۔

تنگ نظری

ایک مجلس میں فرمایا کہ: عربوں میں ہماری طرح کی تنگ نظری نہیں ہے۔ ''قصص النبیین'' سے پہلے لوگ ''قصص الاطفال'' پڑھاتے تھے، شیخ علی طنطاوی جو مشہور ادباء میں سے تھے، ان کی کتابیں ہم نے پڑھیں، وہ عربی زبان کے بہت بڑے ادیب تھے، اوران کی بڑی شریں اور میٹھی زبان تھی، انہوں نے لکھا کہ: ہمارے یہاں مصر اور شام میں بچوں کے لئے کئی مصنفین کی کتابیں ہیں، لیکن ''فوجدنا کتاب ابی الحسن احسن من کل'' یعنی ہم نے ابوالحسن کی کتاب کو سب سے اچھا پایا۔

اسی عدم تنگ نظری کا نتیجہ تھا کہ آپ ہر مسلک والوں سے ملتے، اوران سے تجربہ حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ بمبئی جماعت اسلامی کے امیر بھروچ کے علاقہ میں آئے تو آپ ان کے ساتھ رہیں، اوران کا نظام معلوم کیا، تو انہوں نے کہا کہ: میں یہاں کچھ اخباروں کے ایڈیٹروں سے ملوں گا، اور یہاں جتنے اسکول ہیں ان کے اسٹوڈنٹس سے ملوں گا، اور ان کو گجراتی کتابیں ہدیہ دوں گا، پھر ایک مہینہ کے بعد واپس آکر ان سے سوال کروں گا کہ

انہوں نے وہ کتابیں پڑھیں یا نہیں؟ اور پڑھیں تو آپ لوگوں کے کیا تأثرات ہیں؟ تو ان سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ کس طرح یہ لوگ کالجوں، اسکولوں میں اسی طرح مزدوروں میں، عورتوں کی انجمنوں میں جا کر ذہن سازی کرتے ہیں۔

ذوق مطالعہ اور مفید کتابوں کے مطالعہ کی نصیحت

حضرت رحمہ اللہ قدیم وجدید ہر علوم کے ماہر اور مختلف کتابوں کے مطالعہ کے شوقین تھے۔

زمانہ طالب علمی سے مطالعہ کا چسکا لگ گیا تھا، ڈابھیل کے زمانۂ طالب علمی میں مولانا ابوالکلام آزاد کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتے تھے، حتی کہ ان کے جملے دماغ میں نقش ہوگئے تھے، آپ اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی رحمہ اللہ کے ساتھ اطراف کے دیہاتوں میں ساتھ جایا کرتے تھے، اور حضرت کے وعظ سے پہلے تقریر بھی کرتے تھے، تو وہی جملے جو نقش تھے، زبان سے نکلتے، اس پر ایک عزیز نے کہا کہ: آپ گاؤں میں ابوالکلام کی زبان مت بولا کرو۔

مثلا مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ جملہ جو انہوں نے ایک جلسہ میں کافی رات گئے جب ان کی باری آئی تو فرمایا تھا: ’’جب لیلائے شب نے اپنی زلفیں دراز کیں تو ابوالکلام کی باری آئی‘‘۔ یعنی جب رات اندھیری ہوگئی اور تاخیر ہوگئی تب میرا نام پکارا گیا۔

ڈاکٹر امین احمد عربی کے مشہور لکھنے والوں میں سے تھے، ان کی ایک کتاب ہے ’’یا ولدی‘‘، جس میں اپنے لڑکے کے نام خطوط لکھے ہیں، ان خطوط میں نصیحتیں ہیں، بڑی اچھی کتاب ہے، حضرت رحمہ اللہ کا جب قاہرہ کا سفر ہوا تو اس کتاب کی تلاش میں کئی کتب خانوں کو چھان مارا مگر وہ کتاب نہ ملی، آخر میں تلاش کرتے کرتے ایک کتب خانہ کے شو

کیس میں وہ کتاب نظر آئی تو بہت خوش ہوئے اور صاحبِ مکتب ہسے کہا کہ یہ کتاب مجھے خریدنی ہے، تو انہوں نے کہا کہ: ہمارے پاس صرف ایک نسخہ رہ گیا ہے، ہم نے اس کو ہمارے محفوظات میں رکھا ہے، ہم اس کو فروخت نہیں کرتے، حضرت نے ان سے کہا: میں ہندوستان سے آیا ہوں اور دو دن کے بعد میری واپسی ہے آپ ضرور مجھے فروخت کریں، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، حضرت کی اس طلب پر وہ کتاب آپ کو مل گئی۔

طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کی کتاب ''قیمة الزمن عند العلماء'' یعنی علماء کے نزدیک وقت کی قدر کیا ہے؟ کو ضرور پڑھئے!

اس کے ضمن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ عجیب واقعہ سنایا کہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے علاقہ کے اساتذہ سے علم حاصل کیا، اور حدیث پڑھی، پھر معلوم ہوا کہ شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ بڑے محدث ہیں ان سے حدیث پڑھنی چاہئے، تو سفر کا ارادہ کیا، اور موسمِ حج قریب تھا اس لئے پہلے حج کیا، ایک رفیقِ سفر ساتھ تھے۔ مکہ معظّمہ میں پتہ چلا شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ بھی حج میں آئے ہیں، تو رفیقِ سفر نے عرض کیا کہ: ابشر یا احمد! شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ مکہ معظّمہ ہی میں ہیں، اس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ نامناسب ہے کہ شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ حج کے لئے تشریف لائے ہیں اور ہم یہیں ان سے حدیث پڑھ لیں، یہ علمِ حدیث کی شان کے خلاف ہے، ہم یمن جا کر ان سے حدیث پڑھیں گے، چنانچہ حج کے بعد یمن کا سفر شروع کیا، زادِ راہ کم تھا، اور قافلہ میں کچھ مالدار بھی موجود تھے، ان کو کسی طرح علم ہوگیا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس زادِ راہ کی کمی ہے، اور انہوں نے خود کہا کہ: آپ خرچ کی فکر نہ کریں، ہم آپ کو سفر کا خرچ دیں گے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ: میرا دل گوارہ نہیں کرتا کہ میں حصولِ علم کے سفر میں دوسروں سے پیسہ لوں،

چنانچہ جمّال سے کہا کہ: مجھے کچھ خدمت پر مامور کردیں، مثلا اونٹ کا چارہ لاؤں گا اور اونٹ کو پانی پلاؤں گا، اس کی اجرت مجھے دے دیا کریں۔ اللہ اکبر! امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کس طرح علم حاصل کیا۔ تب اللہ تعالی نے انہیں دنیا کا امام بنایا۔

ایک مرتبہ طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ: آپ لوگوں کو عربی کے اچھے قطعات چاہے وہ نثر کے ہوں یا نظم کے یاد ہونے چاہئے، بنارس سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے: ''مجموعة من النظم و النثر ''اس میں نظم اور نثر کے اچھے اچھے قطعات جمع کردیئے گئے ہیں۔

جملہ کی صحیح ادائیگی کی عجیب نصیحت

ایک مجلس میں فرمایا: امام شاطبی رحمہ اللہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ دونوں آنکھوں سے فاقد البصر تھے۔ فاقد البصر کے معنی ہیں: دونوں آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ ایک جملہ ہے: دونوں آنکھوں سے اندھے تھے، ایک تعبیر ہے: نابینا تھے، اور ایک جملہ یہ ہے: فاقد البصر، ہوسکے تو اس طرح کے جملے استعمال کئے جائیں۔

طلبہ اور اساتذہ کو ایک بڑے کام کی نصیحت

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: مدرسہ میں داخل ہو دخیل مت ہو، مدرسہ میں داخل ہوجاؤ، لیکن دخیل مت بنو کہ یہ کیوں نہیں ہوتا؟ مہتمم صاحب یہ خراب ہے، کھانا اچھا نہیں، اس طرح دخل مت کرو، آپ مدرسہ میں پڑھنے کے لئے داخل ہیں انتظام پر تبصرہ کے لئے نہیں، جو ملے اسی پر اکتفا کرو، یہ صفت اختیار کرو، انشاء اللہ بہت نفع ہوگا۔

طلب علم کی تین عجیب صفات

ایک مرتبہ فرمایا: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ حقیقی طالب علم کی صفت بیان فرماتے

ہیں کہ:’’ من ترک احبابه و هجر دكانه و ان مات احد اقربائه فلم يحضر جنازته‘‘ یعنی علم وہ طالب علم حاصل کرسکتا ہے جو اپنے دوستوں کو چھوڑ دے اور اپنی اور اپنے والد کی تجارت کو ترک کر دے اور اگر رشتہ داروں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ جنازہ میں شریک نہ ہو، بلکہ وہیں سے دعائے مغفرت کر دے، اور تحصیل علم میں مشغول رہے۔

عربی زبان وادب میں بے مثال مہارت

حضرت رحمہ اللہ بہترین عربی تکلم پر قادر تھے، برجستہ اور فصیح عربی بولتے تھے، علماء گجرات بلکہ علماء ہند میں ان جیسے فصیح عربی بولنے والے کم ہی حضرات تھے۔ چونکہ آپ کو دیوبند میں ماہر عربی اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ مثلا: شیخ محمود عبدالوہاب، جوازہر کی طرف سے مبعوث تھے، اور طنطاء کے رہنے والے تھے۔

علماء اور طلبہ کے سامنے لغات کی تفصیل

اہل علم یا طلبہ حاضر ہوتے ان سے ان کے ذوق کے مطابق علمی باتیں فرماتے، کبھی الفاظ کی لغوی تشریح اور وجہ تسمیہ پر بھی کلام کرتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: ایک ہوتا ہے: غلس، اور ایک ہوتا ہے اِسفار، اِسفار کہتے ہیں ذرا اجالے کا ہو جانا، اور اِسفار کا معنی ہے: کسی چیز کو کھولنا۔ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی آدمی کے حالات کھلتے ہیں، اور بغیر پردہ کی عورتوں کو’’نساء سافرات‘‘ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنے چہرے کو کھول کر گھومتی ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا: لفظ’’ حمیم‘‘ کا معنی ایک ترجمہ پڑھنے والے طالب علم سے پوچھا کے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ گرم اپنی، اسی سے آتا ہے’’ استحمام ، اريد ان استحم ‘‘میں گرم پانی سے غسل کرنا چاہتا ہوں، ایک تو ہے’’ اريد ان اغتسل ‘‘ میں غسل کرنا چاہتا ہوں، اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ گرم پانی سے غسل کرنا ہے، یا ٹھنڈے پانی سے؟ لیکن

آپ جب یہ جملہ کہیں گے: ’’ارید ان استحم ‘‘تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ گرم پانی سے غسل کرنا چاہتے ہیں۔تو ’’حمیم ‘‘ کا معنی ایک تو گرم پانی کے ہیں،اور دوسرا معنی دوست کے ہیں، جو آپ کا خالص پکا دوست ہے،اس کو بھی ’’حمیم ‘‘ کہیں گے،قرآن مجید میں دونوں معنی مستعمل ہیں،گرم پانی کے لئے آیا ہے﴿ و سقوا ماء حمیما ﴾،اور سچے پکے دوست کے لئے ﴿لایسئل حمیم حمیما ﴾وارد ہے،اب دونوں جگہ ایک معنی نہیں چل سکتا،الگ الگ معنی مراد لئے جائیں گے،تو ترجمہ قرآن پڑھنے والے طالب علم کو فرق سمجھنا ہوگا کہ کہاں کیا معنی ہوتا ہے۔

اساتذہ مدارس ومکاتب سے بہت کام کی بات

حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ مدارس کے ماحول میں گذرا،اور آپ کے تجربات سے ارباب اہتمام بھی فائدہ اٹھانا اپنی سعادت سمجھتے تھے،آپ نے ایک مجلس میں مدارس ومکاتب کے اساتذہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اندازہ لگایا جو اساتذہ طالب علموں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ہیں،ان کا ذہن بناتے ہیں، وہ طالب علم کام کے انسان بن گئے،اور اچھے اساتذہ بنے۔اگر طالب علم سے غلطی ہوئی،ٹھیک سے سبق نہیں سنایا اس کو ایسا جملہ کہہ دیا کہ: بھائی تم کو کس نے کہا تھا تم مدرسے میں آکر داخل ہو جاؤ،تم فلاں جگہ جاکر بیگن کیوں نہیں بیچتے ؟ میں نے خود یہ جملہ سنا ہے، یہ بہت خطرناک بات ہے،اس سے طالب علم بددل ہو جاتا ہے۔ہم نے ایک جملہ سے اس کا ضمیر چکنا چور کردیا،وہ تو دل برداشتہ ہوگیا،اور اس میں کم ہمتی‘احساس کم تری پیدا ہوگئی ؎

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

امام شافعی رحمہ اللہ کی جگرسوزی

امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں درس کی مجلس ہورہی تھی، مسئلہ کی تفہیم فرمارہے تھے، ایک طالب علم کمزور ذہن کا تھا، امام شافعی رحمہ اللہ بار بار ایک مسئلہ کو دہرارہے تھے: ''کرر علیه المسئلة سبعین مرّة ، فلم یفهمه ''ستر مرتبہ دہرایا پھر بھی نہیں سمجھا تو وہ شرمندہ ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اتنا سمجھارہے ہیں، اور مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے: ''فخرج من الغرفة خجلا'' شرمندگی کے مارے وہ کمرے سے نکل گیا'' فتبعه الشافعی رحمه الله واجلسه فی الغرفة الاخری و کرّر علیه المسئلة حتی فهمه ''کتنی عجیب بات ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اپنی جگہ سے نکل کر دوسرے حجرہ میں گئے اور اس سے فرمایا: مایوس ہوکر جانے کی ضرورت نہیں، بیٹھ جاؤ! میں پھر سمجھاتا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں جگر کو پاش پاش کرنا، اگر محنت ہوگی تو طلبہ انشاء اللہ بنیں گے۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن   جوشئی کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کا وہبی جملہ

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کا وہ وہبی جملہ جو آپ نے جامعہ ازہر کے ارباب اہتمام واساتذہ کے سامنے کہا تھا۔ حضرت رحمہ اللہ اس کو بڑی اہمیت سے بیان فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ نے ان کے سامنے فرمایا: '' ان الامة الاسلامیة القت افلاذ کبدها امامکم ''کہ امت مسلمہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو لاکرڈال دیا ہے۔ یعنی یہ جو طلبہ ہیں،'' وانتم مسئولون عنهم امام الله یوم القیامة ''اور آپ سے قیامت کے دن اللہ تعالی کے سامنے ان بچوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ: مدارس کے مہتمم صاحبان اور مدارس و مکاتب کے اساتذہ کو یہ جملہ برابر اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

یہ منصب اہتمام کوئی کھیل نہیں، یہ منصب تدریس کوئی مذاق نہیں، قیامت کا دن ہوگا اور ان طلبہ کا اور ان کے والدین کا ہاتھ اور ہمارا گریبان۔ اور برطانیہ اور وہ ممالک جہاں طلبہ سے ایک معتد بہ فیس وصول کی جاتی ہے، ان مدارس کے منتظمین کی ذمہ داریاں تو اور زیادہ ہیں، کہیں قیامت کے دن طلبہ کے والدین یہ سوال نہ کرلیں کہ: اے ارباب اہتمام! اور اے اساتذہ کی جماعت! تمہیں معلوم نہیں کہ کس طرح مالی مشکلات کے باوجود ہم نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے، گھر میں سادگی بلکہ کچھ خرچ میں تنگی کر کے فیس ادا کی۔

یہاں ایک عورت کا قصہ بھی پڑھ لیجئے جو اس نے خود مجھے بیان کیا کہ: میں باپردہ عورت ہوں، کبھی گھر سے باہر کام کے لئے نہیں نکلی، مگر میں نے اپنے بچے کو ایک مدرسہ میں داخل کیا تو اتنی فیس تھی کہ میرے شوہر کی تنخواہ سے وہ ادا نہیں کی جاسکتی تھی، اس لئے میں نے مجبوراً ایک جگہ جہاں سب عورتیں ہی کام کرتی ہیں، کام شروع کیا، تاکہ میں اپنے بچہ کی فیس ادا کرسکوں۔ ارباب مدارس کو بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔

بطور جملہ معترضہ کے اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے ان ممالک میں ساری زکوۃ وصدقات اور للہ عطیات کا مصرف دوسرے ممالک اور وہاں کے مدارس و غرباء ہی کو سمجھ رکھا ہے، برطانیہ وغیرہ میں ایسے کئی لوگ ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔ دیکھئے! ہمارے طلبہ کے والدین کس طرح اپنے بچوں کی فیس ادا کر کے انہیں پڑھا رہے ہیں، اور ہمارے مال کا بہت بڑا حصہ دوسرے ممالک میں چلا جاتا ہے، اور ان میں سے بعض جگہوں پر تو درست مصارف میں استعمال بھی نہیں ہوتا۔

امت وسط اور ہمارا عجیب حال

بعض لوگوں کا عجیب حال دیکھا کہ نفل و مستحب پر حد سے زیادہ اصرار اور حرام و مکروہ تحریمی تک کے ارتکاب میں بے باک، اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:

علامہ شیخ یوسف قرضاوی حفظہ اللہ عرب کے بڑے عالم ہیں، انہوں نے ایک کتاب لکھی: ''الاسلام بین الجمود والتطرف'' انہوں نے لکھا کہ اسلام بہت جامد چیز نہیں ہے، اور بہت آگے آپ بڑھ جائیں ایسی بھی چیز نہیں، درمیانی راستہ کا نام ہے ﴿و جعلنکم امة وسطا ﴾ اللہ تعالی نے ہم کو امت وسط بنایا ہے، تو علامہ قرضاوی صاحب نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے کہ: میں اپنے ایک دوست کے یہاں گیا، اور وہ ٹھنڈا ملک تھا، تو ہم نے کہا کہ: کرسی پر بیٹھ کر ہم کھالیں گے، تو انہوں نے کہا: بالکل نہیں، یہ سنت کے خلاف ہے نیچے بیٹھ کر کھائیں گے، ان کے اصرار پر میں نیچے بیٹھ گیا، پھر تیسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں کے قرضے اس کے ذمہ ہیں کسی کو یہ شخص پیسے نہیں دے رہے ہیں۔

میرے دادا حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ بات لکھی ہیں: آج کل ہمارے زمانہ میں عجیب تماشہ کا تقوی نظر آتا ہے کہ مباحات میں احتمالات بعیدہ پیدا کر کے حرام ٹھہرا دیتے ہیں، اور مال حرام کا بقچہ (چھوٹا بستہ) اگر ملتا ہو تو احتمالات قریبہ اور تاویلات رکیکہ پیدا کر کے حلال ٹھہرا لیتے ہیں۔ و لنعم ما قیل: ؎

عَجِبتُ مِنْ شَیْخٍ وَمِنْ زُھْدِہٖ وَ ذِکْرِہِ النَّار وَ اَھْوَالِھَا

یَکْرَہُ اَنْ یَّشْرَبَ فِیْ فِضَّۃٍ وَ یَسْرِقُ الْفِضَّۃَ اِنْ نَالَھَا

میں اپنے شیخ اور ان کی پارسائی پر اور ان کے جہنم اور اس کی ہولناکی کے تذکرے پر حیران ہوا۔

وہ چاندی کے برتن میں پینے کو تو ناپسند کرتے ہیں، اور اگر چاندی بذات خود مل جائے تو چرا لے۔ (جمع الاربعین۔تالیفات مرغوب ص ۲۲۱)

آج بھی خشک صوفی اور بعض اہل علم تک اس معاملہ میں بڑی سختی کرتے ہیں کہ: ہم ٹیبل کرسی پر ہرگز نہیں کھاتے، ان کے لئے مستقل داعی کو علیحدہ انتظام کی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اور غیبت وغیرہ دسیوں بڑے بڑے گناہ میں مبتلا ہیں۔

دماغی فالج

عمارات پر تعمیر میں فضول خرچی آج ہمارا وطیرہ ہوگیا ہے، کیا مساجد کیا مدارس و مکاتب، حتی کہ وہ تزکیہ کے خانقاہیں جن کی بنیادی تعلیم ہی تزکیہ و زہد تھی، وہاں بھی لاکھوں سے تجاوز ہو کر کروڑوں کا خرچ ضرورت کے بغیر تزیین پر خرچ ہو رہا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: امت کے ضروری ضروری کاموں میں ہماری دولت استعمال ہو۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ گجرات تشریف لائے ہوئے تھے، اور آپ نے دیکھا کہ یہاں بڑی بڑی شاندار مسجدیں بن رہی ہیں، تو سورت کی جامع مسجد میں فرمایا: بعض مرتبہ قوموں کو دماغی لقوہ اور فالج ہو جاتا ہے۔ ہماری اور آپ کی قومی زندگی اس ملک میں سلامت نہیں ہے۔ ایک بہت بڑا طبقہ یہاں سے مسلمانوں کے پیر اکھاڑنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہے، اور ہم ہے کہ بڑی بڑی عمارتیں بناتے چلے جا رہے ہیں۔ مفکرین آپ کو متنبہ کر رہے ہیں، تم کیا کر رہے ہو؟ تم حالات کو دیکھو آس پاس کیا ہو رہا ہے؟ کس طرح دشمن قومیں مسلمانوں کو تباہ کر رہی ہیں۔ پانچ پانچ ہزار

مسلمانوں کی نعشیں ایک ایک گھنٹہ میں سربوں نے ڈال دیں اور میڈیا نے ایک لفظ بھی نہیں کہا، کیا یہاں کے مسلمان اس بات کو نہیں جانتے، اس کے بعد بھی ہم عیاشی میں لگے ہوئے ہیں۔ دوستوں! خون کے آنسو رونے کی ضرورت ہے۔

سیرت کا جلسہ اور اسراف

بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس وقت امت کے مال کا ایک بڑا حصہ اسراف میں خرچ ہورہا ہے، اور بعض دردمند علماء اس پر تنقید بھی کرتے ہیں، مگر دین کے نام پر جو اسراف اور فضول خرچی ہورہی ہے، اس کی طرف ہماری نظر بھی نہیں جاتی۔ دینی مراکز' مدرسوں' مکتبوں' مسجدوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ سیرت کے نام سے بڑے بڑے جلسے جلوس، مختلف ناموں کے سمینار، قرآن کریم کی تصحیح کے نام پر قرأت کے مسابقے، تعزیتی جلسے، (گرچہ نام بدل کر کسی اور نام سے موسوم کردیئے جائیں، بہرحال وہ ہیں تو تعزیتی جلسے ہی) جن میں ہزاروں نہیں لاکھوں کا خرچ۔ امت کے اکابر علماء اور ارباب اہتمام اور مفکرین کو بہت ہی فکر کرنی چاہئے کہ عوام اور دنیا دار کہلوانے والے نہیں، اہل علم اور ارباب مدارس اس عظیم گناہ میں دانستہ یا غیر دانستہ مبتلا ہورہے ہیں، اور کس کی مجال ہے کہ زبان اور قلم سے ان پر تنقید کرے، طرح طرح کے فتوے ان کے خلاف لکھے جائیں گے، ان کے خلاف رسائل اور مضامین کا ایک نامناسب اور ''چوری اور سینہ زوری'' اور ''چوری اور چترائی'' کے مصداق ایک طوفان کھڑا کردیا جاتا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ نے قوم کے اس مہلک مرض پر ایک مجلس میں فرمایا: ہمارے لاکھوں روپئے شادیوں میں' پنڈال سجانے میں' کھانا کھلانے میں صرف ہورہے ہیں، بلکہ مال کا ایک بڑا حصہ دین سمجھ کر بے کار خرچ ہورہا ہے، ایک مرتبہ سیرت النبی ﷺ کا جلسہ ہورہا

تھا، تو بڑا پنڈال لگایا گیا، اور اس میں طرح طرح کی لائٹیں اور ہر قسم کا شو کیا گیا، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ اسٹیج پر تشریف لائے تو آتے ہی فرمایا کہ بھائیو! یہ کیا اسراف ہے؟ جس نبی ﷺ کی سیرت بیان کرنے کے لئے جلسہ کیا گیا ہے اس نبی کا امتی پیسے کو اس طرح برباد کرتا ہے، تو پھر یہ سیرت کا جلسہ کہاں ہوا؟ ہماری قوم کو ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمارا پیسہ کس جگہ خرچ ہونا چاہئے اور کس جگہ نہیں۔

یہاں یہ راقم و عاجز بہت ادب سے ایک بات لکھنے کی جرأت کر رہا ہے، گرچہ ہے تو ''چھوٹا منہ بڑی بات'' مگر اپنے قلم پر جبر کر کے لکھ رہا ہوں، امید کہ اہل علم بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس وقت علماء اور خطباء کے (اکابر اور مشائخ کے نہیں) اسفار بھی اسراف کے زمرے میں شامل ہیں۔ یہاں برطانیہ میں ہر سال سینکڑوں علماء خطابت و تبلیغ کے عنوان سے آتے ہیں۔ اسی طرح کینیڈا' افریقہ' بار باڈوز' پناما' کے اسفار کے سال کے حسابات لگائے جائیں تو بلا مبالغہ لاکھوں سے متجاوز ہوں گے۔ کیا یہ اسراف نہیں ہے؟ اگر ان خطباء کے اسفار نہ ہوں تو ان ممالک میں کون سی بے دینی پھیل جائے گی، اور ان کے آمد اور خطابت سے کون سا دینی ماحول بڑھ رہا ہے۔

ذرا غور کریں ہزاروں علماء کے ٹکٹ' ویزا' یہاں آنے بعد مختلف شہروں میں آنے جانے کے لئے سواریاں' اور بڑی بڑی دعوتیں، اور وہ بھی ایک دو نہیں ہر دسترخوان پر ایک بڑی جماعت، اور واپسی پر سامانوں سے بھری ہوئی صندوقوں کے تحفے، اور مالی ہدئے مزید براں۔ اور بڑے دکھ کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ بعض اہل علم نے عوام کے سامنے علماء حق کی جماعت کو بدنام کر کے رکھ دیا۔ ہدیہ کی مقدار پر ناراضگی کا نہ صرف اظہار، بلکہ زیادتی کا مطالبہ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع تف ہے تیری اوقات پر

وعظ میں صاف صاف بات کہو

اس وقت وعظ بھی ایک کمائی کا ذریعہ بن گیا ہے، ہاں ہمارے اکابر اس سے مستثنیٰ ہیں، ان کے کلام میں درد ہے، اصلاح کی فکر ہے، ورنہ عموماً خطباء ادھر ادھر کے واقعات اور دلچسپ قصے و کہانیاں جن سے سامعین میں خوب تعریف ہو، واہ واہ ہو، اور داعی کی بیجا تعریف اور وہ بھی غلو کی حد تک تاکہ ہدیہ وعطایا کی کثرت ہو۔ بعض داعی ایسے بھی ہوتے جن کا ظاہری حلیہ شریعت کے خلاف، آمدنی حرام کی۔ بہت غور کا مقام ہے کہ حدیث شریف میں فاسق کی تعریف پر ان الفاظ میں سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے: ''اذا مدح الفاسق غضب الرب ، فاهتز لذلک العرش''۔

(کنز العمال، الاخلاق (اقوال) الشعر والمدح المذموم، رقم الحدیث:٧٩٦٤)

ترجمہ:...... جب فاسق کی تعریف کی جائے تو رب تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اور اس وجہ سے عرش کانپ جاتا ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: ''ان اللہ یغضب اذا مدح الفاسق فی الارض''۔

(کنز العمال، الاخلاق (اقوال) الشعر والمدح المذموم، رقم الحدیث:٧٩٦٦)

ترجمہ:...... زمین میں جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمہ اللہ کا یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ: لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وعظ ایسا ہونا چاہئے جس میں اچھے اچھے اشعار پڑھے جائیں، حالانکہ وعظ تو وہ ہوتا ہے جو کڑوا ہو، یہ تو دوا ہے، امت کو صاف صاف بات سنانی چاہئے، کسی کو اچھی لگے یا بری۔ کسی فارسی شاعر نے صحیح کہا ہے ؎

گر شفا بایدت ترا دار وئے تلخ نوش

پھر حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: واعظ وہ نہیں جو صرف قوم کے مزاج کو دیکھے کہ یہاں فلانے قصے بیان کریں گے اور اشعار پڑھیں تو لوگ بہت خوش ہوں گے اور کہیں کے: ماشاءاللہ مولانا نے بڑی زبردست تقریر کی۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ: لوگوں کے امراض پر انگلی رکھو، اور کہو کہ ہم غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ ہمارے دل میں تڑپ ہونی چاہیے، ہمارے دل میں سوز نہیں، امت کا درد ختم ہو چکا ہے، ہر شخص اپنی دنیا بنانے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ دسیوں مرتبہ حضرت کی زبانی یہ شعر سنا اور آپ اسے ایک خاص لہجہ میں پڑھتے تھے ۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے کہ ترے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اور یہ شعر بھی اکثر پڑھتے ۔

رگوں میں گردش خوں ہو اگر تو کیا حاصل حیات سوز جگر کے سوا کچھ اور نہیں

مولوی اور مفتی کی کھیپ مگر کام کے؟

ارباب مدارس کو کس جرأت سے خطاب فرمایا: ہمیں قوم کے سامنے یہ ڈینگیں نہیں مارنی ہیں کہ: میرے مدرسہ سے پچاس فارغ ہوئے، اس سے کوئی فائدہ نہیں، ایسی مردہ لاشوں کو قوم کے سامنے رکھ کر ہم قوم کا کوئی کام نہیں کر سکتے ۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت وہ کہنہ دماغ ہیں اپنے زمانے کے پیرو

تھوڑے افراد پیدا کریں، لیکن ان کے دل میں کچھ تمنا ہو، کچھ علم رکھتے ہوں، وہ سوز لے کر دعوت کے لئے دنیا میں جائیں، تھوڑے جائیں، پانچ جائیں، دس جائیں، تو انشاء اللہ اس سے امت کا کام بنے گا۔

علماء اور مفتیوں کے ایک بڑے اجتماع میں بہت صراحت سے اس بات پر توجہ دلائی کہ:

یہ سال سال میں مفتی کی سند دینا قطعا مناسب نہیں، کیا ایک سال میں آدمی فتوی دینے کے لائق بن جاتا ہے، کم از کم دو سال کا نصاب ہو، اس کے بعد بھی اسے ترغیب دی جائے جب تک ایک معتد بہ زمانہ کسی ماہر مفتی کی نگرانی میں نہ رہے وہاں تک افتاء کا کام شروع نہ کرے۔ کاش ہمارے مدارس اس پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔

خاص خاص موقع پر علماء اور خطباء کے سامنے دلی درد کے ساتھ اس شعر کو ضرور سناتے، بغیر اس شعر کے شاید ہی کوئی مجلس گذری ہو ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

اردن کا سفر اور مسلمانوں کی حالت زار

حضرت رحمہ اللہ کا اردن کا سفر ہوا، عید کا دن تھا، حضرت نے دیکھا کہ سینما ہال کے باہر نوجوانوں کی لائن لگی ہے، آپ نے ان سے فرمایا: آپ اپنا پیسہ سینما میں اڑا رہے ہیں، یہ اسرائیل تمہارے سینے پر بیٹھا ہوا ہے، وہ وقت: ۱۹٦۸ء کا تھا، وہاں بمباری ہو رہی ہے، تمہارے خیمے جلائے جا رہے ہیں، اور تم سینما کی لائن میں کھڑے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: آج تو عید کا دن ہے اور آپ ﷺ نے عید کے دن خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: ان کے جواب سے محسوس ہوا کہ یہ قوم بربادی کے گڑھے پر کھڑی ہے، اور ہم نے وہ خیمے بھی دیکھے جن میں بیچارے فلسطینی اپنے گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر آ رہے تھے، خیمے پھٹے ہوئے تھے، کپڑے پھٹے ہوئے تھے، کھانے کا ٹھکانہ نہیں اور یہ سینما بینی میں لگے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت اور ایک پولیس آفیسر کا سوال اور حضرت کا جواب

ایک پولیس آفیسر حضرت کے پاس ترکیسر آئے، ملاقات ہوئی، چائے پلائی، وہ کہنے لگے

مولانا! چھ مہینے سورت میں میری ڈیوٹی تھی، وہاں جتنے شراب کے اڈے ہیں ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے، جب میں ان کو گرفتار کرتا ہوں تو مجھے کہتے ہیں کہ: تم کو شرم نہیں آتی کہ تم مسلمان آفیسر ہو کر مسلمان کو گرفتار کرتے ہو؟ اب ایسی صورت میں' میں کیا کروں؟ تو حضرت نے فرمایا: آپ ان کو ضرور گرفتار کریں اور دوسروں کی جو سزا حکومت سے مقرر کی ہے اس سے ڈبل سزا دیں، اور ان سے کہیں کہ: ایک تو تم نے حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے اور دوسرا تم نے اپنے مذہب کو بدنام کیا ہے۔

مصری ڈاکٹر کا اسلام سے تنفر اور آپ کی نصیحت

کینڈا میں ڈاکٹر سراج الدین مصری کی بیوی ایک امریکن عورت تھی، اس نے اسلام قبول کیا، اور حجاب کا پورا اہتمام کرتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مسلم ملک کا سفر کیا تا کہ وہ اسلامی ماحول کو دیکھ کر اچھا تأثر لے، لیکن ہم مسلمانوں کا حال بھی عجیب ہے، بہرحال ڈاکٹر صاحب سفر سے واپس آ کر ایسے متنفر ہوئے کہ ڈاڑھی بھی مونڈا دی، ان کے ساتھ مسلمانوں نے وہ معاملہ کیا کہ اللہ کی پناہ، جہاں کرایہ پچاس ہوتا تھا، تین سو تک لیا۔ بہرحال وہ حضرت رحمہ اللہ سے ملے، تو دل کی ساری بھڑاس نکالی اور جو کہنا تھا سب کہہ دیا، حضرت برابر سنتے رہے پھر نرمی اور شفقت سے اس سے کہا: اگر ساری دنیا بھی کافر ہو جائے تب بھی ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم محمد ﷺ کے دین کو ترک کر دیں، آپ کی بات سے میں متفق ہوں، مگر آپ اپنی جگہ سے کیوں ہٹ رہے ہیں؟ وہ چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے، اس پر ماشاء اللہ وہ سمجھ گئے جم گئے۔

ایک اسرائیلی کا عبرت آموز واقعہ

عمانؔ کے سفر میں ایک فلسطینی نے حضرت کو یہ واقعہ سنایا کہ: اسرائیل میں جوانوں کو

فوج میں بھرتی ہونا ضروری ہے، ایک اسرائیلی مالدار آدمی -جس کا اکلوتا بیٹا تھا- نے متعلقہ افسر کے پاس جا کر کہا کہ: میرا ایک ہی لڑکا ہے آپ اس کو معاف کر دیجئے اور ایسا سرٹیفکیٹ دے دیجئے کہ اسے ملٹری میں نہ جانا پڑے، اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی پیش کش کی کہ ایک بڑی رقم آپ کو دوں گا، اس افسر نے کہا کہ: اچھا کل بچے کو بھی لانا اور پیسے بھی، میں اسے دیکھ لوں، وہ مالدار پیسے لے کر گیا اور اس کے ڈیسک پر رکھ دیئے اور بچے کو بھی دکھلایا، اس افسر نے ریوالور نکالا اور وہیں اس کو شوٹ کر دیا، اور کہا: اگر اسرائیل کا ایک طبقہ اپنے بچوں کو پیسے دے کر بچالے گا تو ہماری حفاظت ان عربوں سے کیسے ہوگی؟

طلبہ کے ایک اشکال کا عجیب جواب

فرمایا: آج کل طلبہ کو بال رکھنے کا شوق ہے، اور بال کٹوانے کے لئے ان سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں: حضرت! یہ تو سنت ہے، نبی کریم ﷺ نے بال رکھے ہیں۔ تو میں کہوں گا کہ: حضور ﷺ نے سرکہ اور روٹی بھی کھائی ہے، مہتمم صاحب سے کہیں کہ آج ترکاری نہیں چاہئے سب کو تھوڑا تھوڑا سرکہ دے دینا، آخر یہ سنت کہاں چلی جاتی ہے؟ یہ سنت یاد نہیں رہتی اور بال کی سنت یاد رہتی ہے۔

چہرہ کا پردہ اور چند نوجوانوں کا اعتراض

حضرت رحمہ اللہ امریکہ تشریف لے گئے تو ایک مسجد میں چند نوجوانوں کو دیکھا کہ حجاب کے مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں، ایک نے کہا کہ: کتب فقہ میں ہے کہ: عورت کے لئے سارے بدن کا پردہ ہے مگر چہرہ اور ہاتھ کا پردہ نہیں ہے۔ اس سے ان کو غلط فہمی ہوگئی کہ عورت کے چہرہ کا پردہ نہیں، حالانکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ عورت اگر نماز کی حالت میں اپنے چہرے اور ہتھیلی کو کھلا رکھے تو کوئی حرج نہیں ہے، چونکہ وہ بیچارے انگریزی پڑھے تھے اور

قرآن مجید کے مفہوم کو صحیح سمجھے نہیں تھے، اس لئے اس طرح کی باتیں کررہے تھے۔ حضرت رحمہ اللہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کے بعد فرمایا: کیا تم نے قرآن کریم میں یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿ یدنین علیھن من جلابیبھن ﴾ اور کیا یہ آیت نہیں ہے؟ ﴿ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ﴾ تو انہوں نے کہا کہ: ہاں ہے، پھر تشریح فرمائی کہ: اس آیت میں ہے کہ عورتیں جب باہر نکلیں تو چہرے کو چھپالیں، اور ادنائے جلباب کریں، ادنائے جلباب کے معنی یہ ہیں کہ: اپنی چادر کو اتنا لٹکالیں کہ دوسروں کو اس کا چہرہ دکھائی نہ دے تاکہ پہچانی نہ جائیں۔

اللہ تعالی کے نظام میں خلل مت ڈالو

ڈاکٹر اسلم جو دلی یونیورسٹی میں سائنس کے پروفیسر تھے، وہ ہارڈورڈ یونیورسٹی میں لکچر کے لئے آئے تھے، انہوں نے ﴿ ولا تخسروا المیزان ﴾ پر تقریر کی۔ ہم لوگ تو اس کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ناپ تول میں کمی بیشی مت کرو، ﴿ وزنوا بالقسطاس المستقیم ﴾ لیکن ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ: اللہ تعالی نے ہر چیز کا اس زمین پر ایک میزان بنایا ہے۔

عورت کا جو نظام زندگی ہے وہ بھی ایک میزان ہے، اگر اس نے اس کا آپریشن کردیا کہ بچہ نہ جنے تو اس کو کینسر ہوگا، کیونکہ آپ نے میزان میں خلل ڈالا اور اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے: ﴿ ولا تخسروا المیزان ﴾ ایسی کئی مثالیں انہوں نے دیں، مثلا: دوائیں ڈال کر آپ نے کیڑوں کو ماردیا تو اس سے فصلیں بگڑ گئیں، کیونکہ قدرت کا نظام تھا کہ بعض کیڑے دوسرے کیڑوں کو کھاتے تھے اور فصلوں کو بچاتے تھے، لیکن آپ اس کو نہیں سمجھے اور آپ نے سب کو مارنا شروع کیا تو فصلیں بگڑ گئیں۔

مدارس دینیہ کے لئے ایک اہم پیغام

ہمارے مدارس دینیہ میں اکثر یہ کمی دیکھی گئی کہ کم از کم اپنے وہ فضلاء جو کسی میدان میں عمدہ علمی یا تقریری یا تصنیفی وغیرہ خدمات کر رہے ہیں۔انہیں اپنے مادرِ علمی میں مدعو کر کے ان کی حوصلہ افزائی کریں،ان کی خدمات کو اجاگر کریں۔حضرت رحمہ اللہ کی عبقری شخصیت -جن کی نظر ان مختلف پہلوؤں پر رہتی تھی جن کی طرف عامۃً اوروں کی نظر نہیں جاتی- نے اپنے رفیق محترم مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی رحمہ اللہ سے علی گڑھ کے سفر کی معیت میں ایک بڑی قیمتی بات فرمائی کہ: دار العلوم کے بعض نامور فضلاء عرب اور دیگر ممالک میں بہترین کام کر رہے ہیں،مگر خود دار العلوم دیوبند کے ترجمان رسائل اور ذمہ داروں کی طرف سے ان کی اتنی ہمت افزائی نہیں ہوتی جس کے وہ مستحق ہیں،ندوۃ العلماء کے فضلاء کی خدمات کو ارباب ندوہ اور اس کے عربی،اردو ترجمان جس طرح پیش کرتے ہیں اس کا پچاس فیصد بھی دار العلوم کی طرف سے نہیں ہوتا، حالانکہ ان کی صلاحیتوں سے خود دار العلوم بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔مثلاً ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی،مولانا اسماعیل افریقی وغیرہ فضلاء، اول الذکر کی کتابوں کا عرب فضلاء اعتراف کرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں،مگر میرے علم کی حد تک دار العلوم نے کبھی ان کو مدعو کر کے پذیرائی نہیں کی۔حضرت نے فرمایا کہ: واقعی ان فضلاء کے بارے میں مستقل پروگرام بنانے کی ضرورت ہے، مجھے بھی اس کا خیال آتا ہے،مگر تنہا ایک شخص کس کس پہلو کی طرف توجہ کر سکتا ہے۔(افکار پریشاں ص ۱۴۷)

بعض بزرگوں کی ملاقات سے عقیدت میں کمی آجاتی ہے مگر آپ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان صفات سے نوازا تھا کہ اہل علم بھی آپ کی مجلس میں شرکت کے منتظر رہتے اور ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ حضرت رحمہ اللہ سے استفادہ کا موقع ملے۔

الحمدللہ راقم الحروف کو بھی کئی مرتبہ آپ سے ملاقات اور آپ کی مجلس سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔

آپ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں حقیقت پر مبنی اور بڑی تجربہ کی بات لکھی ہے کہ: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض آدمیوں سے عقیدت ہوتی ہے، مگر آدمی جتنا ان سے قریب ہوتا ہے عقیدت میں فرق آنے لگتا ہے، بعض انسانی کمزوریاں سامنے آتی ہیں، مگر حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی ذات گرامی کا معاملہ بالکل برعکس تھا کہ جتنا ساتھ رہیں عقیدت و احترام میں اضافہ ہی ہوتا رہتا تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کے بارے میں اس راقم کا احساس بھی یہی ہے کہ جب بھی آپ سے ملا، آپ کی عقیدت اور علمی شان کا سکہ دل میں جمتا ہی نہیں بڑھتا ہی رہا۔ ہر مجلس میں کسی نئی کتاب کی نشاندہی فرمائی، مفید نصیحت سے نوازا، بعض مرتبہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں مگر اکابر کی گہری نظر کا ایسا نقش چھوڑا کہ طبیعت عش عش کرنے لگی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: سہارنپور حاضری کے وقت دسترخوان پر قریب بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اپنی عدم واقفیت کہئے یا خدمت کی نیت، کھانے کی پلیٹ آگے بڑھائی، فوراً گرفت کی کہ: مولوی صاحب انتظام میں دخل مت دو، کھانے کے لئے بٹھایا ہے یا انتظام کے لئے۔ بات چھوٹی ہے، مگر سبق کیسا دیا کہ جہاں جاؤ وہاں کے انتظام میں خلل نہ ڈالو۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک عریضہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں نے خط میں صرف ’’اللہ‘‘ لکھا، تو جواب میں اسی عریضہ کے حاشیہ پر لکیر ڈال کر تحریر فرمایا ’’تعالیٰ‘‘۔ ایک مختصر جملہ میں عظمت باری تعالیٰ کا کیسا سبق اور ادب

سکھایا۔

اپنے استاذ شیخ محمود طنطاوی رحمہ اللہ کے صفائی معاملات کا ذکر کرتے ہوئے سنایا کہ:
ایک مرتبہ شیخ کا ماہانہ وظیفہ آنے میں تاخیر ہوئی تو دوسو روپئے قرض لیئے، پیسے لیتے ہی ایک کاغذ پر لکھ دیا کہ: میں نے آج دوسو روپئے قرض لئے ہیں، اور کاغذ مجھے دے دیا، میں نے عرض کیا: حضرت اس کی ضرورت نہیں تو فرمایا: ''ھذا حکم اللہ، أما قرأت ﴿ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ﴾ '' یہ تو اللہ کا حکم ہے، آپ نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا۔

ایک مختصر واقعہ میں کتنی بڑی نصیحت اور قرآن کریم کے احکام کی اتباع کی تعلیم دی۔

حضرت رحمہ اللہ کی تالیفات ''رشد و ہدایت کے منار'' ''صدائے دل'' اور ''افکار پریشاں'' میں ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت رحمہ اللہ ابتداءً! حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، پھر اور اکابر سے رجوع فرمایا اور خلافت سے تو ایک جماعت کی طرف سے نوازے گئے۔

بہت ڈرتے ڈرتے اس بات کی وضاحت بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ آج کل یہ بھی ایک طریقہ چل پڑا ہے کہ چھوٹے چھوٹے پیر بڑے بڑے حضرات کو خلافت دے رہے ہیں۔ تاریخ میں ایسی شاذ اور گنی چنی چند مثالیں ضرور ملتی ہیں کہ شاگرد نے اپنے استاذ کو بیعت بھی فرمایا اور اجازت سے بھی نوازا، درحقیقت وہ صحیح معنی میں پیر و مرشد تھے اور اکابر کہلائے جانے کے مستحق بھی تھے، مگر اس وقت کا یہ طریقہ کچھ غیر مناسب اور حساس طبیعت پر نا قابل قبول لگ رہا ہے۔ قطعا مناسب نہیں ہے کہ اصاغر اس طرح اکابر کو

اجازت بیعت دیتے پھریں، اصاغر کی حیثیت کیا ہے؟ وقعت کیا ہے؟ میں تو حیران ہوں کہ کیا اس طرح اکابر کو اجازت دیتے ہوئے انہیں کوئی شرم و عار محسوس نہیں ہوتی؟ اس طرح کے اقدامات کی انہیں ہمت وجرأت کیسے ہوتی ہے؟ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قباء دیکھ

اور کسی نے صحیح کہا ہے ؎

کچھ راز بتا ہم کو بھی اے چاک گریباں اے دامن تر اشک رواں زلف پریشاں

یہ چند سطریں ایک چھوٹے سے آدمی کی طرف سے لکھی جارہی ہیں، مگر آواز بڑوں کی ہے، راقم نے بعض اکابر کی زبانی اس پر تأسف وحیرت کے کلمات سنے۔ نہ جانے ان اکابر کے نزدیک کیا مصلحت ہے کہ وہ ان پر یا تو خاموش ہیں یا نجی مجلس میں تبصرہ کو کافی سمجھتے ہیں۔

آج ایک رسم اور بھی چل پڑی ہے، نہ کوئی اصلاحی تعلق اور نہ کوئی خط و کتابت، نہ صحبت، بس کہی سفر میں' حرمین شریفین کی حاضری میں' ایک دو ملاقات ہوئی اور اجازت و خلافت کی سند تھما دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض نام کے مشائخ نے تزکیہ نفس کے اس اہم شعبہ کو اس طرح تارتار کردیا کہ اللہ کی پناہ۔ اللہ تعالیٰ کوئی ایک حکیم الامت اور پیدا فرمائے کہ اس شعبہ کی دوبارہ صحیح اصلاح ہوسکے۔

بہرحال حضرت رحمہ اللہ کو خلافت دینے والوں کی جو طویل فہرست ہے، میری تو درخواست ہے کہ حضرت کے سوانح نگاران کو شائع بھی کریں، چند بزرگوں کا ذکر کافی ہے، مثلاً: میرے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہم (اور ان کی طرح ایک دو حضرات) کو یقیناً حق ہے کہ آپ کا مقام علمی اور روحانی علماء اور اکابر کے یہاں مسلم ہے۔

حضرت رحمہ اللہ صفت جامع البحرین سے متصف

حضرت رحمہ اللہ جامع البحرین تھے، دینی و دنیوی علوم کے سنگم، علم ظاہری اور علم باطنی کے ماہر تھے، نرے خطیب و واعظ ہی نہیں، درد اور امت کا غم دل میں لئے ہوئے تھے۔ یہ سب فیض تھا اکابر کی صحبت و برکت کا کہ اللہ تعالی نے انہیں عرب و عجم کے اکابر اہل علم اور اہل اللہ سے ملاقات وکسب فیض کے مواقع عطا فرمائے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں ’’ فرسان بالنهار و رهبان باليل ‘‘ کہا گیا ہے۔ راتوں کو رونا اور اللہ کے حضور دعا و عاجزی سے ہاتھ پھیلانا ان کی زندگی کا ایک اہم مشغلہ تھا ۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی   کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

قطعا یہ خیال نہیں تھا کہ حضرت کے حالات میں یہ ایک مختصر رسالہ تیار ہو جائے گا، تعمیل حکم میں چند صفحات پر مشتمل ایک مضمون کا ارادہ تھا، مگر اسے حضرت ہی کی برکت کہئے کہ جب لکھنے بیٹھا تو بلا قصد و ارادہ باتیں یاد آتی گئیں اور سپرد قرطاس کرتا گیا۔

مجھے احساس ہے کہ اس میں کچھ کھری کھری اور کڑوی باتیں بھی آ گئی ہیں، میں بہت معذرت کے ساتھ حضرت رحمہ اللہ سے سنے ہوئے اس شعر پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں ۔

چمن میں تلخ نوائی میری گوارہ کر   کہ زہر بھی کبھی دیتا ہے کار تریاقی

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

مرغوب احمد لاجپوری

۶ رمحرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق: ۱ رجولائی ۲۰۱۷ء

اتوار

نوٹ:......رسالہ کے آخر میں حضرت رحمہ اللہ کی دو تقاریظ جو میرے رسالہ اور کتاب پر لکھی تھیں اور چند عریضے، اور دو کتابوں پر اپنے تأثرات شامل اشاعت کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

مکاتیب: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی

عزیز القدر مولوی مرغوب احمد صاحب سلمہ زادکم اللہ علما وفضلا

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

(۱)......آپ کی تالیفات کی اشاعت سے مسرت ہوتی ہے۔اس ہفتہ ''آداب الجماع والمباشرۃ'' نامی رسالہ نظر سے گذرا۔ اپنے موضوع پر اچھا مواد جمع ہوگیا ہے۔ اللہ تعالی اس طرح مزید خدمت کی سعادت نصیب فرماوئے، آمین۔

(۲)...... پاکستان کے ایک صاحب قلم کی کتاب ''خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق'' شائع ہوئی ہے۔ اچھی مفید کتاب ہے، اس کے ص ۲۰/ پر ایام حیض ونفاس میں ترک جماع کے عنوان سے جو باتیں مؤلف نے لکھی ہیں اس کو مناسب خیال فرمائیں تو آئندہ ایڈیشن میں شامل فرمالیں اور بھی بعض مضامین قابل اخذ ہیں۔

(۳)......آپ کے مذکورہ رسالہ کے ص ۱۴/ پر جو عربی اشعار ہیں، اس کے پہلے شعر کا ترجمہ اس حقیر کے نزدیک قابل اصلاح ہے، جو ترجمہ: ۱/ میں چھپا ہے، اس پر غور فرمالیں۔ ناچیز کے خیال میں ترجمہ اس طرح ہوگا:

رات دراز ہوگئی اور اس کا اکثر حصہ ڈھل گیا، مگر میری آنکھوں سے نیند غائب ہوگئی، کیونکہ میرے ساتھ کوئی لیٹنے والا نہیں جس کے ساتھ میں دھینگا مستی کرسکوں۔

''الاعبـه'' کا ترجمہ دھینگا مستی آتا ہے۔ ''ارق'' (س) ارقا: رات میں نیند نہ آنا،

''ارقد'': بیدار رکھنا۔ یہ لفظ ''رقت'' سے نہیں ہے، جیسا کہ مترجم نے سمجھا ہے۔

دوسرے مصرعہ میں ''ضجیج ''نہیں ہے، ''ضجیع'' کا لفظ ساتھ لیٹنے والا ہونا چاہئے، جیسے ص ۱۳ پر ''خلیل'' اور ''حبیب'' وارد ہوا ہے۔[۱] ''ضجّ'' کا معنی شور کرنا ہوگا، مگر یہاں اس کا کوئی محل نہیں، ''ضجیع'' ہی مناسب ہے۔''از ورعن الشئی ونزاور ای مال''، جس کا ترجمہ بندے نے ڈھل جانا کیا ہے۔ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

(۴)...... ''تذکرۃ المرغوب'' اور ''مرغوب الفتاوی'' کا انتظار رہے گا، طبع ہونے پر مطلع فرماویں، تاکہ استفادہ کرسکوں۔

(۵)...... جولائی میں آپ کے شہر میں حضرت مفکر ملت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ پر جو سیمنار ہورہا ہے اس میں شرکت کا رادہ ہے ''الامر بید اللہ''۔ اللہ تعالی اس سیمنار کو علماء کرام میں اسلام کے لئے کام کرنے کا حوصلہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

عصبیت والا مضمون کسی رسالہ میں نظر سے گذرا تھا۔ اس مضمون کو انگریزی، گجراتی میں ترجمہ کرکے ہر علاقہ میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اس عصبیت جاہلیۃ نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو وحدت کلمہ کی بنیاد پر بنیان مرصوص بنادے۔[۲]

---

[۱]...... وہ شعر درج ذیل ہے جس کا ترجمہ راقم نے ''تحفۃ العروس'' کے ترجمہ کے حوالہ سے نقل کیا تھا جس کی حضرت نے اصلاح فرمائی۔

تُطَاوِلُ هٰذَا اللَّيْلُ وَ ازْوَرَّ جَانِبَه   وَ اَرَّقَنِى عَلىٰ اَن لَّا ضَجِيْجَ اُلاَعِبُهُ

رات بھیکتی چلی گئی اور اس کا سِرا دراز ہوا مجھے اس چیز نے رقت میں مبتلا کردیا کہ یہاں کوئی شور یا ہنگامہ نہیں جس سے میں دل ہی بہلا سکوں۔

[۲]...... راقم نے عصبیت کے موضوع پر چند مضامین لکھے تھے، جو ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' جونپور ستمبر ۱۹۹۶ء، ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی شعبان ۱۴۱۷ھ، ماہنامہ ''اذان بلال جولائی و اکتوبر/ نومبر ۱۹۹۶ء

(۷)......محترم مولانا یعقوب قاسمی صاحب،مولانا مصلح الدین صاحب،مفتی یوسف ساچا صاحب،وغیرہ علماء و احباب کی خدمت میں بشرط سہولت و یاد اور عدم مانع سلام مسنون عرض فرماویں۔

(۸)...... بندہ کے لئے استقامت اور حسن خاتمہ کی دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اخوکم عبداللہ کاپودروی

نزیل ٹورنٹو،کینیڈا

۵؍صفر ۱۴۲۱ھ

ماہنامہ ''بینات'' کراچی رجب ۱۴۲۱ھ مطابق نومبر ۲۰۰۰ء، وستمبر ۲۰۰۱ء وفروری ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئے تھے،اسی کی طرف اشارہ ہے۔

باسمہ تعالی

گرامی قدرحضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

بعدسلام مسنون امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔راقم بحمداللہ آنجناب کی دعا سے خیریت سے ہےاور بارگاہ ایزدی میں آپ کی خیروعافیت کا طالب ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صوفی مدظلہ کے ہمراہ دو رسالے ”آداب الجماع والمباشرة“ اور”مزاح“ ارسال کئے تھے،امید کہ موصول ہو گئے ہوں گے۔

صاحبزادۂ محترم کی وساطت سے گرامی نامہ موصول ہوا،یادفرمائی وحوصلہ افزائی کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔حق تعالی آپ حضرات کا سایۂ عاطفت تادیر قائم ودائم رکھیں،آمین

جناب والا نے رسالہ ”آداب الجماع والمباشرة“ کے ص۱۴ر کے ترجمہ کے متعلق تحریر فرمایا تھا،راقم نے اسے بغور دیکھا،واقعی آنجناب کا ترجمہ صحیح ومناسب ہے۔انشاء اللہ آئندہ طباعت میں اصلاح کردوں گا۔کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اپنے مکتبہ ”ادارة المعارف“ سے بھی اسے شائع فرمارہے ہیں۔

”تذکرة المرغوب“ کا مسودہ کمپوزنگ کے مراحل سے گذر چکا ہے،نظر ثانی کے بعدتصحیح کے لئے دیا ہے ایک مرتبہ اورنظر کے بعد طباعت کے لئے بھیج دوں گا۔

”مرغوب الفتاوی“ دو جلد کا کام ہو چکا ہے۔فقہی ابواب کی ترتیب،حوالہ کی تحقیق و حاشیہ وغیرہ میں طویل عرصہ لگ گیا۔جلد اول میں حضرت داداجان کے حالات اور ایک تفصیلی مقدمہ ہے۔انشاءاللہ عنقریب کتابت کا کام شروع ہوگا۔دوجلدوں کا موادا ور باقی ہے،دعا فرمائیں اللہ تعالی ان تمام مراحل کو بعافیت وسہولت منزل مقصود تک پہنچائے اور

اخلاص وقبولیت سے نوازیں۔

عصبیت کے متعلق رسالہ پاکستان میں ایک صاحب طبع کر رہے ہیں۔انشاء اللہ انگریزی وگجراتی ترجمہ کی طرف بھی توجہ کروں گا۔

جولائی کا سیمنار مؤرخہ:۲/ سے مؤخر ہوکر:۳۰/ پر ہونا طے پایا ہے، انشاءاللہ اس وقت حضرت سے ملاقات ہوگی۔

بشرط سہولت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم کی خدمت میں تحفۂ سلام عرض ہے۔خصوصی دعا کامحتاج ہوں۔

مرغوب احمد لاجپوری

عزیز القدر مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری زید فضلہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعد سلام مسنون! امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ مرسلہ ہدیۂ قیمہ بصورت رسالہ ''الاحادیث الضعیفه ومکانتها فی السنة'' موصول ہوکر موجب منت، مسرت ہوا، جزاکم الله خیرا۔ مولانا یوسف الصادق سلمہ کے اس علمی ذوق اور خصوصاً حدیث پاک کے ساتھ اشتغال سے بے حد مسرت ہوئی۔ میری قلبی مبارک باد پیش فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ مزید خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

(۱)......عرب ممالک میں علوم حدیث پر اس وقت بہترین کتابیں شائع ہو رہی ہیں، اس کو جمع کرنے کی سعی فرماویں۔ ''لمحات من تاریخ السنة'' اور ملا علی قاری کی ''المصنوع'' شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ کی تعلیقات کے ساتھ طبع ہوگئیں ہیں۔ شیخ کی اور ایک کتاب ''ستة من فقهاء العالم الاسلامی فی القرن الرابع عشر'' بھی قابل مطالعہ کتاب ہے۔

(۲)......آپ نے رسالہ کے بارے میں چند کلمات عربی میں لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس خط کے ہمراہ ایک مختصر تحریر ارسال خدمت ہے۔ اصلاح فرما کر قبول فرماویں۔

(۳)......آنکھوں میں نزول الماء کی شکایت ہے: ۱۹/ نومبر کو ایک آنکھ کا آپریشن ہے، دعا کی درخواست ہے۔

(۴)......اگر مفتی ساچا صاحب سے ملاقات ہو تو ان کو و دیگر علماء کرام کی خدمت میں بھی بشرط سہولت، یاد اور عدم مانع سلام مسنون پیش فرما کر احسان فرماویں۔

(۵)......حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کے بارے میں حضرت مفتی احمد خانپوری مدظلہ اور مفتی اکرام الحق مدظلہ سے بہتر کوئی نہیں لکھ سکتا اور مفتی اسمٰعیل

واڑی والا بھی عرصہ دراز سے راندیر میں مقیم ہیں، اس لئے وہ بھی تفصیلا لکھ سکتے ہیں۔

بندہ ڈابھیل میں طالب علم تھا اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ سے گاہے گاہے ملاقات ہوتی تھی، البتہ ان کے فتاوی کے مطالعہ کے بعد ہر شخص یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ حضرت مفتی صاحب برصغیر کے ممتاز صاحب فتوی میں ہیں اور اس تفقہ کے کمال کے ساتھ مفتی صاحب تقوی کے بھی اعلی مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالی مفتی صاحب کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے اور ان کے فیوضات سے امت کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرماوے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی نفاست پسندی، نظام کی پابندی اور بلا خوف لومۃ لائم اظہار رائے اور مہمان نوازی وغیرہ صفات ہم لوگوں کے لئے نمونہ ہیں اور اللہ تعالی ان اکابرین کی زندگیوں سے سبق حاصل کرنے کی ہم کو توفیق مرحمت فرماوے، یقیناً آئندہ ایسے علماء کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترسیں گی۔

آپ نے گجرات کے ان درخشندہ ستاروں کے بارے میں کتابیں شائع کرنے کا جو بیڑا اٹھایا ہے وہ بہت ہی قابل قدر و قابل تحسین قدم ہے۔ اللہ تعالی جلد اس کام کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

بندہ کا ایک چھوٹا سا رسالہ ''قصیدہ موت کی یادیں'' کے نام سے شائع ہوا ہے وہ بھی ارسال خدمت ہے۔ ازیں قبل علامہ بستی رحمہ اللہ کے عربی اشعار کا ترجمہ طبع ہوا تھا، وہ نظر سے گذر گیا ہوگا۔ بس دعاؤں کا محتاج ہوں۔ یاد فرما کر ممنون فرماویں اور مولانا عبد الرؤف صاحب لاجپوری سلمہ سے خصوصی طور پر دعا کی درخواست ہے۔ والسلام۔

احقر عبد اللہ کاپودروی غفرلہ

۲۵؍رجب ۱۴۲۰ھ، ۸؍۱۱؍۹۹ء

عزیزم مولوی مرغوب احمد صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون گذشتہ کل آپ نے حدیث شریف کے بارے میں جو بات تحریر فرما کر یاددہانی فرمائی اس سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالی علم وعمل میں مزید برکت عطا فرماوے۔ [۱]

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ''المقاصد الحسنة'' میں لکھا ہے:

" قال شيخنا ومن قبله الدميرى والزركشى : انه لا اصل له ، زاد بعضهم ولا يعرف فى كتاب معتبر ، وقد مضى فى " اكرموا حملة القرآن كاد حملة القرآن ان يكونوا انبياء الا انهم لايوحى اليهم" ولابى نعيم فى فضل العالم العفيف بسند ضعيف عن ابن عباس رفعه " اقرب الناس من درجة النبوة اهل العلم والجهاد "۔

شاید اسی لئے ہمارے علماء نے اس کو معنی صحیح بتایا۔ ''العلماء ورثة الانبياء '' بھی وارد ہے۔ بہر حال ہم لوگوں کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ بے اصل روایت نہ بیان کریں۔ اللہ تعالی آپ کو جزاء خیر عطا فرماوے، بندہ کو معاف فرماوے، آمین

کسی عربی شاعر نے صحیح کہا ہے ؎

ان الحداثة لا تقتصر بالفتى المرزوق ذهناً

لكن قلما كى عقله فيفوق اكبر منه سناً

والسلام مع الدعاء

عبداللہ غفرلہ

---

[۱]......ایک مرتبہ حضرت مولانا مدظلہم نے علماء کے فضائل کو بیان فرماتے ہوئے یہ حدیث: ''العلماء ورثة الانبياء '' پڑھی تھی، اس پر راقم نے بڑے ادب کے ساتھ ایک عریضہ لکھا، اور چند حوالوں کی نشاندہی بھی کی کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس پر موصوف نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

مرغوب احمد

حضرت رحمہ اللہ کا راقم کے نام آخری مکتوب گرامی

عزیز القدر حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب زادت معالیکم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون! خدا کرے کہ مزاج گرامی بہ عافیت ہوں۔

بعدہ عرض اینکہ آں محترم کی جانب سے ارسال کردہ اہم کتب ورسالے جن کی مجموعی تعداد: ۶۲ / بنتی ہے ''مجمع الشیخ عبداللہ کاپودروی'' کوموصول ہوئے۔ بلاشبہ یہ علمی تحفہ اکیڈمی کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، اور آپ کی یہ عنایت راقم کے ساتھ نیز اکیڈمی کے ساتھ آپ کے محبانہ ومخلصانہ تعلق کی دلیل ہے۔ راقم تہہ دل سے اس پر شکر گذار ہے۔ باری تعالی آنجناب کو دنیا وآخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

راقم اس وقت بستر علالت پر ہے، عافیت وحسن خاتمہ کی دعا کی درخواست ہے۔

عبداللہ بن اسماعیل غفرلہ کاپودروی

۱۱/ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ، مطابق ۲۹/ مارچ ۲۰۱۸ء

بروز جمعرات

تقریظ بر: تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء

از: مفکرملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
سابق رئیس فلاح دارین، ترکیسر، ضلع سورت

بسم الله الرحمن الرحیم

قرآن مجید کے معانی سمجھنے اوراس کے مطالب کوصحیح طور پر اخذ کرنے کے لئے بہت سے علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ جس میں صرف، نحو، لغت اورعلم معانی، بیان و بدیع (جن کوعلوم بلاغت کہا جاتا ہے) کا جاننا تو نہایت ہی اہم ضرورت ہے۔ خصوصا قرآن مجید کا وہ اعجاز جس کا تعلق نظم و عبارت کے ساتھ ہے، علم بلاغت کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔

اسی لئے علامہ سیبویہ (م ۱۸۰ھ) سے لے کر آج تک سینکڑوں علماء اپنی اپنی کتابوں میں اس فن کے اصول وقواعد پر بحث کرتے رہے ہیں۔ علامہ سیبویہ سے لے کر علامہ سکاکی کے دور تک یہ فن باقاعدہ مرتب ومنظّم نہیں تھا۔

مگر جب علامہ سکاکی (م ٦٢٦ھ) نے ''مفتاح'' لکھی تو اس کے فن ثالث میں علوم بلاغت کے قواعد کو مرتب فرمایا۔ اس کتاب کو قبول عام ہونے کی وجہ سے متعدد علماء نے اس کی شرحیں لکھیں اور بلاد اسلامیہ میں فن بلاغت کے لئے اسی کو مرجع سمجھا گیا۔

پھر علامہ جلال الدین قزوینی رحمہ اللہ (م ۷۳۹) نے اس کی تلخیص فرمائی، جو سالہا سال تک درس میں شامل رہی۔ صاحب تاریخ البلاغۃ تحریر فرماتے ہیں:

''وھو متن مشھور طویل جدًا، نال شھرۃ واسعۃ واصبح من اروج المختصرات وعنی بشرحه الجم الغفیر من المشارقۃ والترک والمصریون

فی کل العصور واقبل علیه الناس والعلماء قراءۃً وتدریسا‘‘۔

(احادیث فی تاریخ البلاغۃ ص ۷۸)

تلخیص کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، جس میں مختصر ومطول اور پھر ان کی شروحات وحواشی ہمارے برصغیر کے مدارس میں درس میں شامل رہیں، مگر جب طلباء میں علمی استعداد کمزور ہونے لگی تو ان کتابوں کا منطقی طرز استدلال اور فلسفیانہ بحثیں ثقیل معلوم ہونے لگیں اور ایسی کتابوں کی جستجو شروع ہوئی‘ جوفن کے مسائل کو آسان طرز پر لکھ کر مثالوں سے تطبیق کرادے۔

ادھر مصر وشام اور لبنان میں برطانوی وفرانسی انقلاب کے بعد جدید طرز کے مدارس کھلے اور عربی ادب وصرف اور بلاغت کی تعلیم کے لئے ان قدیم کتابوں کی بجائے جدید کتابیں تیار ہونے لگیں تو طلباء وعلماء کا رجحان ان کتابوں کی طرف بڑھنے لگا۔

ان جدید کتابوں میں علی جازم اور مصطفیٰ امین کی ’’البلاغۃ الواضحۃ‘‘ اور بعض اساتذہ کی ’’سفینۃ البلغاء‘‘ نامی کتاب برصغیر کے مدارس میں بھی درس میں شامل ہوکر مقبول عام ہوئیں، مگر ان کتابوں میں بہت سے عربی محاورات اور اشعار تمرین کے لئے پیش کئے گئے ہیں، جن کا سمجھنا ہمارے ہندو پاک کے عربی چہارم وپنجم کے طلباء کے لئے مشکل تھا، اور عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ ان کتابوں کی تفہیم کے لئے آسان اردو شرح ہونی چاہئے، کیونکہ بعض مدارس میں اسی دشواری کے سبب تمرینات کو چھوڑ دیا جاتا ہے، جس کے سبب ان کتابوں کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔

جولائی ۱۹۹۴ء میں راقم الحروف کا برطانیہ کا سفر ہوا تو عزیزم مولوی مرغوب احمد لاجپوری سلمہ نے ’’سفینۃ البلغاء‘‘ کی اردو شرح کا مسودہ پیش کیا، اس کو مختلف جگہوں سے

دیکھا اور محسوس ہوا کہ ترجمہ اور شرح سے کتاب کے مطالب آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں، اور انشاء اللہ اب طلباء کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں ہوگا۔

اس شرح میں حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ کی محنتیں بھی شامل حال رہی ہیں، موصوف ایک جید الاستعداد عالم ہیں، جن کو درس وتدریس کا اچھا تجربہ ہے۔

اور عزیزم مولانا مرغوب احمد صاحب سلمہ لاجپور ضلع سورت کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور پاکیزہ ذوق رکھنے والے نوجوان عالم ہیں۔ موصوف کے جد امجد حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس خاندان کا علمی فیض اب ''مرغوب ثانی'' کے ذریعہ عام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکت عطا فرماوے، اور مدارس عربیہ کے طلباء کو نفع پہنچائے، اور عزیز موصوف کو مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے، آمین۔ ھذا ما عندی و اللہ اعلم بالصواب

احقر عبد اللہ غفرلہ کاپودروی

نزیل بولٹن ...... یو کے

۱۱؍صفر المظفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۱؍جولائی ۱۹۹۴ء

تأثرات بر ''افکار پریشاں''

عریضہ بنام: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ

محترم ومکرم حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں الحمدللہ آپ کی دعا واللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اور آنجناب کی خیر وعافیت کا طالب ہوں۔

آنجناب کا ہدیہ سنیہ ''افکار پریشاں'' موصول ہوا، اس سے پہلے مواعظ کا مجموعہ ''صدائے دل'' اور دیوان امام شافعی رحمہ اللہ کا ترجمہ بھی قریب ہی مدت میں موصول ہوا تھا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ الحمداللہ تینوں کتابوں کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ عریضہ ان ہدایا کے وصول یابی کی اطلاع دینے اور شکریہ ادا کرنے کی غرض سے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ آنجناب نے ایک ادنیٰ طالب علم کی خدمت میں اپنے قیمتی ہدایا ارسال فرما کر جو احسان فرمایا، اس پر تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر باقی رکھے اور امت کو آپ کے فیض سے مستفیض فرمائے۔

''افکار پریشاں'' کی اشاعت سے اچھا ہوا کہ آنجناب کے قیمتی مضامین ورسائل ایک جگہ محفوظ ہوگئے۔ خود راقم نے ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر تحریر فرمودہ مضمون کا مطالعہ کیا تھا اور ایک مرتبہ ضرورت پڑی تو باوجود تلاش کے فوری طور پر نہ مل سکا۔

چند باتیں دوران مطالعہ ذہن میں آئیں تو مناسب سمجھا کہ حضرت کی خدمت میں

عرض کر دوں۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

(۱):......آنجاب کا ایک رسالہ ''قصیدہ موت کی یاد'' پہلے شائع ہوا تھا، وہ بھی ''افکار پریشاں'' میں شامل اشاعت ہو جاتا تو بہتر ہوتا کہ اور مضامین کے ساتھ محفوظ ہو جاتا، اگر آئندہ اشاعت میں شامل کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

(۲):......ہندو پاک کے ساٹھ ستر فیصد علماء تو فارسی سمجھ سکتے ہوں گے، مگر مغربی ممالک کے تعلیم یافتہ علماء تو تقریباً نوے فیصد فارسی سے نا آشنا ہیں، اس لئے کتاب میں فارسی اشعار و امثال کا ترجمہ بھی ہو جائے تو ان علماء کے لئے بھی مفید ہوگا۔ مثلاً صفحہ ۱۲/ ۱۶/ ۱۷/ ۳۰/ ۱۳۲/ ۳۰۴/ اور حکیم الامت رحمہ اللہ کے ادبی خطوط میں کئی اشعار ہیں جن کا ترجمہ اس زمانہ کے اہل علم کے لئے نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہے، اگر حضرت والا تکلیف فرما کر ان کا ترجمہ فرما لیں اور آئندہ اشاعت میں شامل ہو جائے تو مفید ہوگا۔

(۳):......حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے حالات میں خلق قرآن کے مسئلہ پر آپ رحمہ اللہ کی آزمائش کا ذکر نہ کرنا قابل تعجب ہے۔ حضرت امام رحمہ اللہ کی زندگی کا اہم واقعہ پتہ نہیں حضرت نے کیوں یکسر چھوڑ دیا؟ اگر آئندہ طباعت میں اس کو بھی مختصر ہی سہی تحریر فرما دیا جائے تو بہت ہی مناسب ہوگا۔

''مسند احمد'' کے ذیل میں ''الفتح الربانی'' کا ذکر بھی آجاتا تو اچھا ہوتا۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

''بعض حضرات نے ''مسند احمد'' کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق بھی مرتب کیا ہے۔ متقدمین کی یہ کوششیں نایاب ہیں، البتہ ''الفتح الربانی'' کے نام سے ''مسند احمد'' کی ایک تبویب اب بھی موجود ہے۔ (درس ترمذی ص ۴۷ ج ۱)

(۴):.......الحمد اللہ کتاب میں کمپوزنگ کی اغلاط بہت ہی کم ہیں۔ جو میری نظر سے گذریں ان کی نشاندہی کرتا ہوں کہ آئندہ طباعت میں اصلاح کرنا ہو تو آپ کو آسانی ہو:

چند مواقع پر کتابت کی اغلاط رہ گئیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

ص:۸/ پر ''ٹورانٹو'' کے بجائے ''ٹورنٹو'' ص:۱۰۴/ پر ''۱۸۶/ کے بجائے: ۱۸۰'' ص:۱۲۰/ پر ''امابخاری'' کے بجائے ''امام بخاری'' ص:۳۸۰/ پر ''لے لاگ'' کے بجائے ''بے لاگ'' ہونا چاہیے۔

یہ چند باتیں عرض کرنے کی گستاخی کی ہے، ''رأی العليل عليل''۔

دعا کی درخواست پر عریضہ کو ختم کرتا ہوں اور کوئی نامناسب بات لکھدی ہو تو معافی کا خواست گار ہوں۔ فقط طالب دعا

مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

۴/ جمادی الاولی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۱/ جون ۲۰۰۵ء

بروز شنبہ

افکار پریشاں پر تبصرہ

''افکار پریشاں'' حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کے مختلف مضامین ورسائل کا بیش بہا مجموعہ ہے جو حضرت مدظلہ کے قلم سے کسی خاص مناسبت یا کسی خاص موقع پر لکھے گئے تھے۔اس مجلس میں اس کتاب کا مختصر تبصرہ مقصود ہے۔

(۱)......کتاب کے شروع میں مشہور محدث اور مسلک شافعی کے فقیہ علامہ ابن حبان رحمہ اللہ کے شاگرد اور علامہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کے استاذ شیخ ابوالفتح علی بن محمد بن حسین البستی (و :۳۳۰،م:۴۰۰ھ) کا مشرق ومغرب میں شہرت یافتہ قصیدہ ''قصیدہ عنوان الحکم'' کا سلیس و شگفتہ ترجمہ وعمدہ مختصر تشریح۔اس قصیدہ کی علماء نے بکثرت شرحیں لکھی ہیں،شام کے مشہور عالم اور محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب'' آداب الاسلام'' کے آخر میں اس پر بہترین تعلیقات وتوضیحات کے ساتھ اس قصیدہ کو شائع فرمایا تھا حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مدظلہ نے ان ہی تشریحات کو سامنے رکھ کر اردو ترجمہ اور شرح تحریر فرمائی۔ درمیان شرح موقع کی مناسبت سے اردو، فارسی کے اشعار بھی بعض جگہ خوب آ گئے ہیں۔

(۲)......حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی جامع شخصیت کے کن کن اوصاف پر آدمی لکھے،اور بیان کرے۔دفاتر چاہیئے۔انہیں اوصاف میں سے ایک آپ کی فارسی ادب میں مہارت ہے، آپ کے ملفوظات اور مواعظ پر جن کی نظر ہے وہ اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔عربی،اردو اور فارسی کے بے شمار اشعار بروقت زبان پر آجاتے تھے۔مولانا مدظلہ نے اس مقالہ میں حضرت رحمہ اللہ کے ایسے ملفوظات کا انتخاب فرمایا ہے جن میں فارسی ادب سے دلچسپی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

(۳)......حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے وہ مکتوبات جو اپنے متعلقین کے استفسار کے

جواب میں تحریر فرمائے گئے ہیں بعض میں ایسی لطیف عبارتیں اور پڑھ کر عش عش کرنے والے جملے مذکور ہیں جنہیں پڑھ کر طبیعت اچھلنے لگتی ہے، اور ایسے جواہر پاروں کو اس مقالہ میں جمع کیا گیا ہے۔قابل مطالعہ ہیں۔شروع کریں تو اختتام تک چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔

(۴)......بعض مؤرخین نے یہ دعوی کیا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے حدیث شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ لائے ،ان سے پہلے یہاں صرف ''مشارق الانوار'' اور ''مصابیح السنۃ'' کا درس ہوتا تھا اس دعوی کی تردید میں حضرت مولانا کا ایک معلومات بھرا مقالہ اس میں شامل ہے جس میں موصوف نے تاریخی حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ نوی صدی میں گجرات میں علم حدیث کا چرچہ تھا اور بخاری کا درس ہوتا تھا۔

(۵)......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کی کتاب ''المسند'' پر موصوف کا یہ مضمون طلبہ و علماء کے لئے یکساں مفید ہے۔

(۶)......شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ کی علمی و ادبی خدمات پر مشتمل یہ مقالہ بھی قابل دید ہے۔

(۷)......علامۃ الشام جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ کے حالات اور ان کی علمی خدمات کو اس مضمون میں جمع کیا گیا ہے۔

(۸)......عربی ادب کے مسلم استاذ حضرت مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی رحمہ اللہ کا دلچسپ تذکرہ جس سے موصوف کے ادب کا بھی پتا چلتا ہے۔راقم کو کتاب میں اس مضمون نے بہت متأثر کیا،بعض باتیں بہت خوب ہیں۔

نوٹ:...... یہ تبصرہ ادھورا ہی رہ گیا،اس کے تکمیل کی نوبت نہیں آئی، یہاں ناقص ہی شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ کی خدمت میں ’’ المذهب الحنفی ‘‘ کے ہدیہ پرشکریہ کاعریضہ اور چند گذارشات

بسم الله الرحمن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی مدظلہم و دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا، بندہ بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے رہ کر بارگاہ ایزدی میں جناب والا کی خیرو عافیت کا طالب ہے۔غرض تحریر اینکہ مکتبہ ابوھریرہ کھروڈ‘ کی مطبوعہ کتاب’’المذهب الحنفی ‘‘ کا قیمتی ہدیہ موصول ہوا، جزاکم اللہ خیرا۔یقیناً آپ کی توجہ اور حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ کی محنت سے ایک قابل قدر تحفہ اہل علم کی خدمت میں پہنچا، انشاء اللہ اہل قدر اس کی قدر کریں گے۔ ماشاء اللہ طباعت بھی معیاری ہے، کاغذ بھی خوب عمدہ استعمال کیا گیا ہے اور جلد خوشنما ہے، ان ظاہری اوصاف کے ساتھ کتاب کی اصل خوبی اور اس کے مفید عنوانات کے تحت جو علمی جواہرات بیان کئے گئے ہیں، اہل علم اور صاحب ذوق حضرات کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے،خصوصا ذہین طلبہ اور تخصص فی الفقہ کے شعبہ سے متعلق مستقبل میں مفتی کے عظیم خطاب سے پکارے جانے والوں کو اور ارباب افتاء کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از حد مفید ہوگا۔

کتاب کا نام تو’’المذهب الحنفی ‘‘ ہے،اور پشت پر اور اندر اسی طرح مرقوم بھی ہے،مگر سرورق پر’’المذهب للحنفی ‘‘ پڑھا جارہا ہے، نہ معلوم رسم الخط ہی اس طرح کا ہے یا طباعت میں اس قدر بڑی غلطی ہوگئی ہے،آپ غور فرمالیں۔

واقعی مقدمہ تو مفید ہے ہی، بقیہ ابواب شاید اس سے بڑھ کر ہیں۔ کتاب کے شروع ہی میں مذہب کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور دونوں میں مناسبت، پھر مذہب حنفی کی اصل اور اس کی تعریف اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مختصر مگر جامع تذکرہ ہے، پھر آپ کے مشہور تلامذہ اور ان کی مؤلفات، پھر مذہب حنفی کے متعلق مفید معلومات میں مذہب حنفی کے مراحل' اس کا منہج استنباط، پھر طبقات فقہاء کی بحث، اقوال معتبرہ و غیر معتبرہ اور کتب معتبرہ و غیر معتبرہ میں تمیز کے قواعد، مصطلحات: مثلاً: عزیمت و رخصت' فرض و واجب' سنت و نفل' حرام و مکروہ' صحیح اور فاسد و باطل وغیرہ، پھر علماء احناف کے متعلق جو اصطلاحات مشہور ہیں مثلاً: ائمۂ ثلاثہ' امام ثانی' امام ثالث' امام ربانی' شمس الائمہ' شیخ الاسلام' شیخین' صاحبین' صاحب المذہب' طرفین' عامۃ المشائخ وغیرہ، پھر متقدمین' متأخرین' محققین' مشائخ سے کون مراد ہیں؟ اس کے حروف مثلاً: ز' س' سم' ط' م وغیرہ کی مراد، پھر اصطلاح: ائمۂ اربعۂ ائمۂ ثلاثہ' عبادلہ' عمر الصغیر اور اس کے ذیل میں حرف: ف' ک' کی وضاحت، پھر اصل' اصول' الکتاب' کتاب ظاہر الروایۃ' مبسوط' متون' اور اس کے ذیل میں دسیوں کتاب وغیرہ کا تعارف، پھر حنفی فقہ میں مسائل کی طرف جن اصطلاحات سے اشارہ ہوتا ہے مثلاً: جرجانیات' رقیات' ظاہر الروایۃ' ظاہر المذہب' غیر ظاہر المذہب، پھر مسائل الاصول' نوادر کی مراد، ترجیح اور تصحیح کی اصطلاح، پھر جواز' لابأس' ینبغی' لاینبغی کی مراد وغیرہ الغرض پہلی جلد میں ان امور مفیدہ پر قابل قدر مواد جمع کیا گیا ہے، ایک عالم اور خصوصاً مفتی کے لئے ان الفاظ اور اصطلاحات اور ان میں بعض تو بنیادی معلومات ہیں جن پر مطلع ہونا ضروری ہے۔ جلد اول کے ختم پر قیاس واستحسان اور حیل کی بحث بھی خوب ہے۔

الغرض کتاب قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔ ارباب اہتمام کی خاص توجہ کی محتاج ہے،

وہ حضرات اپنے اداروں کے لئے ایک سے زائد نسخے حاصل کریں اور اساتذہ و اچھے طلبہ کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں۔ اور کیا اچھا ہو کہ اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو جائے، کہ اب استعداد اتنی نہیں ہے کہ ہر عالم عربی سے براہ راست کتاب کو حل کر سکے، ممکن ہے ترجمہ سے کچھ اور اہل علم بھی مستفید ہو سکیں۔ ماشاء اللہ ہمارے گجرات کے اداروں میں اب اچھے عربی استعداد کے حامل طلبہ تیار ہو رہے ہیں گرچہ ان کی تعداد کم ہی ہے، مگر ان سے مختلف قسم کے علمی کام لئے جائیں تو ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی اور آگے ان کو مفید کاموں کا شوق پیدا ہوگا، اور وہ امت کے بہترین سرمایہ ہوں گے۔

حضرت! بڑے افسوس سے (چھوٹا منہ بڑی بات) اس امر کے اظہار پر اپنے کو مجبور پاتا ہوں کہ اکثر مدارس کے ذمہ داروں کو سوائے تعمیرات اور جلسہ وجلوس اور غیر ضروری امور پر اپنی صلاحیت اور توجہ مبذول کرنے اور مدارس کا مال خرچ کرنے اور ادارہ کی شہرت کے کوئی کام نہیں رہا، علمی معیار اس قدر کم ہوتا جا رہا ہے کہ سند یافتہ مولوی ایک جمعہ کا خطبہ صحیح طرح اور صحیح اعراب کے ساتھ جبکہ اعراب لکھے بھی ہیں نہیں پڑھ پاتا، فالی اللہ المشتکی ۔ایک مولوی' حافظ' قاری نے اقامت کے الفاظ اس طرح ادا کئے ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاةُ ' حَيَّ عَلَى الْفَلَاةُ''۔

آپ کو اللہ تعالی نے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ ارباب اہتمام' ارباب افتاء اور اساتذہ کرام کی خدمت میں آپ کی بات غور سے سنی جاتی ہے اور سب نہ سہی کچھ حضرات تو ضرور عمل کی کوشش بھی کرتے ہیں، اس لئے آپ ان حضرات کو اس کی طرف متوجہ فرماتے رہیں۔

علماء گجرات کا وہ قیمتی علمی سرمایہ جو ابھی تک تشنۂ طبع ہے، کیا اچھا ہو کہ ایک ایک ادارہ

اپنے ذمہ باہمی مشورہ سے کوئی ایک ایک نسخہ لے کر اپنے کسی استاذ کو مدرسہ ہی کے وقت میں ایک دو گھنٹے فارغ کر کے اس مفید کام پر لگائے اور ان کی پوری حوصلہ افزائی کرے اور ادارہ ہی کی طرف سے اس کی طباعت کا انتظام ہو تو مختصر مدت میں ہمارے اکابر کی وہ محنتیں عام ہو کر امت کے سامنے آجائیں اور ان کی روح خوش ہو جائے اور ادارہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

احقر طالب دعا: مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......١/محرم ١٣٦٦ھ مطابق: ٢٥/نومبر ١٩٤٦ء۔

وفات:......٩/محرم الحرام ١٤٤١ھ مطابق ٨/ستمبر ٢٠١٩ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر...... جامعۃ القراءات، کفلیتہ

تعزیتی عریضہ: بروفات حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا جنید صاحب مدظلہ وصاحب زادۂ محترم عزیز مولوی محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، رزقکم اللہ صبرا جمیلا ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد سلام مسنون امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ گذشتہ ہفتہ استاذ الاساتذہ اور آپ کے خسر اور والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب رحمہ اللہ کے حادثۂ جانکاہ کی خبر ملی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ، اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوّضنا خیرا منھا ، للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار ، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما و جزیلا ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اور مرحوم کے اہل خانہ نیز دار العلوم ایک بہت بڑی نعمت سے محروم ہوگئے۔ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کا حادثہ ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ ایسے نازک وافسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی امر ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿کل نفس ذائقۃ الموت﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جو انہوں نے عبد الرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمائے تھے، نقل کرتا ہوں ؎

اِنِّیْ اُعَزِّیْکَ لَا اَنِّی عَلٰی طَمَعٍ مِنَ الْخُلُوْدِ وَ لٰکِنْ سُنَّۃَ الدِّیْنِ

فَمَا الْمُعَزِّی بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِہٖ وَلاَ الْمُعَزّٰی وَاِنْ عَاشَ اِلٰی حِیْنِ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں، مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا

طریقہ ہے۔

نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگر چہ دونوں اجل مسمی تک زندہ رہیں۔

آپ کو رنج ہوگا کہ آپ سب یتیم ہوگئے، بلکہ حضرت کے متبعین ومعتقدین بھی، مگر مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔ مرحوم نے جم کر استقامت کے ساتھ' طویل عرصہ تدریسی وانتظامی خدمات انجام دیں' اور ہزاروں تلامذہ یادگار چھوڑے ہیں' جو مرحوم کے لئے یقیناً صدقۂ جاریہ ہوں گے۔ مرحوم نے تدریس، تزکیہ کے ساتھ ساتھ انتظامی لائن سے بھی دارالعلوم کو خوب فیض پہنچایا۔ چند تصانیف بھی صدقۂ جاریہ چھوڑیں۔ ہزاروں مریدین بھی آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔ اللہ تعالی مرحوم رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے، اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ اور مرحوم کے صاحبزادگان اور دونوں اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

''مشائخ احمد آباد'' کی ترتیب میں مرحوم کی محنت

''مشائخ احمد آباد'' کی ترتیب میں مرحوم نے خوب محنت فرمائی، نایاب کتب اور تاریخ کے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے یہ کتاب مرتب کی، اور بڑی معلومات اس میں جمع کیں۔ راقم نے گجرات کے مفسرین کے حالات پر ایک رسالہ تیار کیا تو اس کتاب سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس وقت مرحوم کی محنت کا پورے طور پر اندازہ ہوا۔

گجرات میں قبائل اور خاندانوں کے ناموں کا بڑا رواج ہے، اور ہر خاندان کی

شناخت کا وہی ذریعہ بھی ہیں۔ مرحوم کو ان کی اصل اور معانی کی تلاش کا داعیہ پیدا ہوا تو آپ نے مختلف زبانوں کی لغات دیکھیں، مگر کوئی خاطر خواہ رہنمائی نہ ملی، بالآخر ''معجم القبائل العربية'' سے مقصد میں کامیابی ہوئی، اوران قبائلی ناموں کو مرتب کر کے ایک چارٹ کی شکل میں طبع کیا گیا۔ جسے اہل ذوق نے تحسین کی نظر سے دیکھا۔

ترجمۂ قرآن کریم کی خدمت اور ایک اہم مشورہ

ماضی قریب میں علماء گجرات میں بہت کم بلکہ خال خال ہی حضرات ایسے ہوئے جنہوں نے قرآن کریم کے ترجمہ یا تفسیر میں تصنیفی خدمت کی طرف توجہ کی، مرحوم ان بانصیب لوگوں میں تھے جنہیں اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک کے ترجمہ کی توفیق مرحمت فرمائی، اور ماشاءاللہ یہ ترجمہ شائع ہوا اور خوب مقبول ہوا۔

یہاں اس بات کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آئندہ اس ترجمہ کی اشاعت ہو تو اس پر کسی اچھے صاحب نظر عالم سے ایک مرتبہ ضرور نظر ثانی کرالی جائے، بعض مواقع پر کچھ تسامح بھی ہوا ہے، اور یہ کوئی بعید نہیں، بڑے بڑے علماء سے بھی تصانیف میں تسامح ہوا ہے اور ہوتا ہے، مگر غلطی پر تنبہ کے بعد رجوع کر لینا اہل حق کا شیوہ ہے۔ چند جگہوں کی نشاندہی کرتا ہوں، آپ بھی غور فرمالیں:

(ا)......﴿ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ هُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ هُوَ خَیۡرٌ ﴾۔

(پارہ:ا۔ سورۂ بقرہ، آیت نمبر:٦١)

مرحوم کا ترجمہ اس طرح ہے:

اللہ نے فرمایا: کیا تم بدلہ میں مانگتے ہو اس چیز کو جو ادنی ہے۔

حالانکہ صحیح ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے: (حضرت موسی علیہ السلام نے) فرمایا: کیا تم

بدلہ میں مانگتے ہو اس چیز کو جو ادنی ہے۔

(۲)......﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ﴾ الخ ۔(پارہ:۴۔سورۂ نساء، آیت نمبر:۵)

مرحوم کا ترجمہ اس طرح ہے: اور بیوقوفوں کو اپنا وہ مال مت دو۔

اگر بجائے اس کے اس طرح ترجمہ کیا جائے تو کیا بہتر نہ ہو؟ اور ناسمجھ (یتیموں) کو اپنا وہ مال مت دو۔

(۳)...... اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔(پارہ:۱۴۔سورۂ حجر، آیت نمبر:۹۱)

مرحوم کا ترجمہ اس طرح ہے: جو قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے۔

حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہئے: انہوں نے اپنی پڑھی جانے والی کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (یعنی یہود اور عیسائی نے اپنی پڑھی جانے والی کتابوں کے ٹکڑے اس طرح کئے کہ اس کے جس حکم کو چاہتے مان لیتے اور جس کی چاہتے خلاف ورزی کرتے تھے)۔

(دیکھئے! آسان ترجمہ)

(۴)......فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ۔(پارہ:۱۹۔سورۂ شعراء، آیت نمبر:۴۶)

مرحوم کا ترجمہ اس طرح ہے: پھر جادوگر سجدے میں گر گئے۔

یہ ترجمہ بھی من وجہٍ درست ہے، اس لئے کہ ہمارے دوسرے اکابر سے بھی اسی طرح کا ترجمہ منقول ہے، مگر مجھے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا ترجمہ زیادہ دل کو لگا، اس لئے کہ قرآن نے ''فَاُلْقِيَ'' مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے نہ کہ معروف کا۔

پھر حاشیہ میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ: یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم نے ان کے لئے ''سجدے میں گر گئے'' کے بجائے ''سجدے میں گرا دیئے گئے'' فرمایا ہے۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام

نے جو معجزہ دکھلایا، وہ اس درجہ مؤثر تھا کہ اس نے انہیں بے ساختہ سجدے میں گرادیا۔

یہ چند مثالیں بطور نمونہ کے پیش کی گئی ہیں، بعض اور جگہوں پر بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔اس سلسلہ میں ہمارے رفیق مولانا طارق صاحب مدظلہ نے مرحوم کی خدمت میں ایک تفصیلی عریضہ ارسال کیا تھا، حضرت رحمہ اللہ نے موصوف کو فون پر جواباً فرمایا تھا کہ: ''ماشاءاللہ آپ نے بڑی محنت کی، میں طبع کرنے والوں کو تمہارا عریضہ پہنچادوں گا'' مگر نئی طباعت میں جو دس دس پاروں پر مشتمل ہے اس میں وہ اغلاط بدستور باقی ہیں۔

مولانا مرحوم عمدہ صفات کے مالک تھے۔اللہ تعالی نے اچھی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان تمام کامیابیوں اور کمالات میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی تربیت اور دعا کا بڑا حصہ ہے۔اپنے شیخ کے ساتھ آپ کے جو تعلقات تھے، ان کی ایک جھلک کوئی دیکھنا چاہے تو ''محبت نامے'' کی تین جلدوں کا مطالعہ کرلے۔

مرحوم کے اوصاف

راقم الحروف نے ان تینوں جلدوں کا من وعن مطالعہ کیا، اور مرحوم کی خدمت میں اپنے ٹوٹے پھوٹے تأثرات بھی ارسال کیے تھے۔حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جو قیمتی نصائح تحریر فرمائی ہیں وہ قابل مطالعہ اور قابل عمل ہیں، خصوصا ارباب انتظام وارباب اہتمام کے لئے۔اور ایک گرامی نامہ تو کم از کم سب ہی ملاحظہ فرمالیں۔(محبت نامے ص ۲۶۸ ج ۳)

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عجیب نصیحت

حضرت شیخ ارباب مدارس کو کتنی عجیب نصیحت فرماتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

ایک چیز میرے خاص ذوق کی ہے جو کوئی مدرسہ والا نہیں ماننے کا اور تم بھی نہیں مانو گے، مگر میرے پیارے! بہت گہری بات ہے، جتنا کرو اس سے کم ظاہر کرو، اور جتنا کرو

اس سے زیادہ ظاہر کرنا تو بہت مہلک سمجھتا ہوں۔ مدرسہ کی ضروریات' حجروں کی تعمیر وغیرہ میری مراد نہیں، ان ضرورتوں کو تو ضرور ظاہر کرنا چاہئے بلکہ جتنی ضرورت ہو اس سے زیادہ ظاہر کرو، لیکن کارنامے زیادہ کر کے نہ ظاہر کریں۔ (محبت نامے ص۲۷۲ ج ۳)

آج ہم میں یہ وباء بھی عام ہوگئی ہے کہ اپنے کام کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی یہ قیمتی نصیحت ہم سب کے سامنے ہر وقت رہنی چاہئے۔

مدرسہ کے متعلق اور ایک قابل اتباع نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اللہ کا نام لے کر اپنا مدرسہ شروع کردو، اور دو چیزوں کا خاص طور سے خیال رکھنا:

اول یہ کہ:......رؤساء کو اس کا ممبر نہ بناؤ، بلکہ علماء اور دین داروں کو ڈھونڈ کر بنانا۔

دوسرے:......رؤساء سے بڑے چندوں کی امید مت کرنا بلکہ قبول ہی مت کرنا کہ فقراء کے پیسوں میں برکت ہے۔ دار العلوم، مظاہر علوم کی ابتداء بوریوں سے ہوئی اور چٹکی فنڈ سے ہوئی۔ دونوں مدرسوں کے اکابر کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ غرباء کے چندہ میں جتنی برکت ہوتی ہے امراء کے چندہ میں نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اللہ کے لئے دیتے ہیں اور امراء نام ونمود کے لئے، بالخصوص چندہ ایسے امراء سے نہ لیں جو مدرسہ کو بعد میں اپنی جائداد سمجھ لیں۔

دونوں مدرسوں کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگوں نے کئی کئی لاکھ روپیہ دینے کی پیشکش کی، لیکن ہمارے اکابر نے انکار کردیا اور لطائف الحیل سے اس کو ٹال دیا، اور فرمایا کہ: رؤساء اظہار تو کرتے ہیں اخلاص کا اور پھر بعد میں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو اصول (تجویز کئے ہیں) ان میں بھی تصریح ہے کہ امراء سے چندہ نہ لیا جائے، اس پر امراء نے فقرے بھی کسے۔

(محبت نامے ص۳۸۵ ج ۳)

حضرت شیخ رحمہ اللہ مرحوم کو دوسری شادی کے سلسلہ میں رائے دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

دوسرے نکاح میں تو واقعی عذاب غالب ہے، تم جیسوں کو یا مجھ جیسوں کو تو ایک کا بھی نبھانا مشکل ہے، بہت مشکل ہے۔ (محبت نامے ص ۱۸۵ ج ۳)

پیر اور شیخ کی ہر رائے کا اتباع ضروری نہیں

نوٹ:...... یہ اقتباس مرحوم پر تنقید کے لئے نقل نہیں کیا گیا ہے۔ آج اس میں بھی بہت غلو ہو گیا کہ پیر اور شیخ جو کہے اس کا اتباع گویا واجب ہے، بعض مرتبہ مرید کے احوال سے شیخ کما حقہ واقف نہیں ہوتا، مرحوم نے اپنے عمل سے اس غلو فی اتباع الشیخ کی اصلاح کا سبق دیا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی حیات تک دوسری شادی نہیں کی۔

یہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی چند باتیں اس لئے لکھدیں کہ اب آپ حضرات ہی کو مرحوم کی نیابت کرنی ہے، اور اس باغ کی حفاظت بلکہ ترقی آپ کے کندھوں پر ایک امانت ہے، یہ نصائح شاید کچھ کام آجائیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے: ’’مقدمة الابواب والتراجم للبخاری ‘‘میں اپنے ایک خواب اور اس کی تعبیر کے بعد مرحوم کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے:

و يناسب هذا على قول احد اعزائى المخلصين عزيزى المولوى محمد يوسف متالا ان الزمان الذى رأيت فيه هذه الرؤيا كان حضرة شيخ الهند رحمه الله حينئذ يصنف هذه التراجم فى سجن مالطة (مالتا) ..... الخ۔

(الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری و صحیح البخاری ص۱۰۶ ج۱)

تعبیر رؤیا سے مناسبت

مرحوم کے کمالات میں صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر رؤیا سے مناسبت عطا فرمائی تھی، خواب کی تعبیر بڑی حد تک درست اور صحیح ہوتی تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی سوانح کی ترتیب کے وقت خواب دیکھا کہ:

حضرت شیخ کی زیارت ہوئی، سر پر عمامہ، ہاتھ میں عصا، ریش مبارک کے زیادہ بال سیاہ، جوانوں کی طرح بڑی تیزی سے چل رہے ہیں، نماز کا وقت قریب ہے، نماز کے بعد میں غسل کے لئے چلا گیا، مجھے خیال ہوا کہ حضرت جانے کی تیاری میں ہیں، ایسا نہ ہو کہ میرے غسل سے فارغ ہونے سے پہلے ہی تشریف لے جائیں، میں نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت! تشریف نہ لے جائیے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، حضرت کی آواز میرے کانوں میں آئی، بہت اچھا، غسل کرتے ہوئے سوچتا ہوں کہ حضرت تو وصال فرما چکے ہیں، اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا جا چکا ہے، آپ کیسے تشریف لے آئے؟ خیال آیا کہ یہ بات حضرت ہی سے پوچھ لینی چاہئے، چنانچہ غسل سے جلدی جلدی فارغ ہو کر دیکھا کہ حضرت ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں، میں معانقہ کے لئے بے ساختہ حضرت سے لپٹ گیا، اور فرط محبت سے رخسار مبارک اور پیشانی مبارک کو اس طرح چومنے لگا جیسے معصوم بچوں کو پیار سے چومتے ہیں، میں نے نہایت بے تکلفی سے عرض کیا کہ حضرت! آپ وہی ہیں جن کو ہم جنت البقیع میں دفن کر آئے تھے؟ فرمایا: ہاں میں وہی ہوں، عرض کیا کہ حضرت! حیات فی القبر تو اپنا عقیدہ ہے، مگر آپ دنیا میں دوبارہ کیسے تشریف لے آئے؟ فرمایا: ''حکومت مصر کی مدد سے آیا ہوں'' اس کے بعد حضرت قبر کی کیفیات بیان

فرمانے لگے ہی تھے کہ یکا یک آنکھ کھل گئی۔

مرحوم نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ: حضرت کا ’’حکومت مصر‘‘ سے اشارہ میری طرف ہوسکتا ہے، حضرت نے نام کی مناسبت سے مزاحاً مجھے ’’شاہ مصر‘‘ فرمایا ہے، چونکہ میں تمہارے لئے اس کتاب کی تالیف اور اس کی وجہ سے خواب میں حضرت کی زیارت کا واسطہ بنا ہوں، اس لئے فرمایا کہ ’’حکومت مصر کی مدد سے آیا ہوں‘‘۔

(مستفاد: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفائے کرام ص۳۰ ج۱)

سفر کی موت کے فضائل

یہ بھی اللہ تعالی کی نرالی شان ہے جس شخصیت کی زندگی کے قیمتی ایام برطانیہ میں دین کی آبیاری اور اشاعت دین وعلم میں گذرے، موت کے لئے ہزاروں میل دور کا سفر کروا کر شہادت کی سعادت سے نوازا۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور یکے آب ودانہ یکے خاک گور

حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : موت غُربة شهادة۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فيمن مات غريبا ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۱۶۱۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر کی موت شہادت کی موت ہے۔

ایک اور حدیث میں سفر کی موت کی یوں فضیلت آئی ہے:

(۲)......عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال : مات رجل بالمدينة ممن وُلد

بها فصلّی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال : یا لیتهُ مات بغیر مولده ، قالوا : ولِمَ ذاک یا رسول الله ! قال : ان الرجل اذا مات بغیر مولده قِیس له من مولده الی مُنقطَع اَثَره فی الجنة۔

(نسائی، باب الموت بغیر مولده ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:١٨٣١۔ابن ماجہ، باب ما جاء فیمن مات غریبا ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:١٦١٤)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک صاحب کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا، جن کی ولادت بھی وہیں ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: کاش کہ ان کی موت اپنی جائے ولادت کے علاوہ کہیں اور ہوئی ہوتی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی جائے ولادت کے علاوہ کہیں اور انتقال کرتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے اس کی موت کی جگہ تک جتنا فاصلہ ہے اتنی جگہ اس کو جنت میں (مزید) عطا کی جاتی ہے۔

اخیر میں اس بدوی کے دوشعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے، ممکن ہے کہ آپ کے لئے یہ اشعار سامان تسلی بنیں ؎

اِصْبِرْ نَکُنْ بِکَ صَابِرِیْنَ فَاِنَّمَا　　صَبْرُ الرَّعِیَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأسِ

خَیْرٌ مِنَ العَبَّاسِ اَجْرُکَ بَعْدَهُ　　وَاللّٰهُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔

فقط والسلام۔ کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵ر ستمبر ۲۰۱۹ء

بروز اتوار

مولانا یوسف پٹیل ماما صاحب مدظلہ.........	مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ............
مولانا سلیمان بوڈیات صاحب مدظلہ.......	مولانا احمد سرکار صاحب مدظلہ...............
مولانا سلیمان ماکڈا صاحب مدظلہ.........	مولانا قاری حنیف نرولی صاحب مدظلہ.....

تأثرات بر ''محبت نامے''

عریضہ بنام: حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ

باسمہ تعالی

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

از: ڈیوزبری، مرغوب احمد لاجپوری بحمد اللہ حضرت والا کی دعا اور اللہ تعالی کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں اور بارگاہ ایزدی میں حضرت کی خیر و عافیت کے لئے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کو صحت کاملہ عطا فرما کر عمر دراز نصیب فرمائیں اور آپ کے سایۂ عاطفت کو اہل برطانیہ کے لئے خصوصا، اور امت مسلمہ کے لئے عموما، تا دیر قائم رکھے، آمین۔

غرض تحریر یہ کہ حضرت والا کا تحفۂ سنیہ ''محبت نامے'' کی تینوں جلدیں موصول ہوئی تھیں، اور موصول ہونے کی اطلاع مختصر عریضہ میں اسی وقت کر بھی دی تھی، مگر اس وقت تفصیلی مطالعہ کا موقع نہ ملا تھا، اب الحمد للہ پوری کتاب کو من وعن دیکھا۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں ایک عجیب وغریب حلاوت محسوس ہوتی ہے، اور انداز تحریر کا ایک ایسا لطف ملتا ہے جس کو تحریر میں نہیں لایا جا سکتا، اس کا تعلق مطالعہ سے ہے، جن حضرات کو حضرت رحمہ اللہ کی تحریر پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ضرور اس بات کی تائید کریں گے۔

کتاب میں عجیب چیزیں جمع ہوگئی ہیں: واقعات، تنبیہات، اصلاحی فقرے، چٹکلے، مزاحی

جملے، خواب کی عجیب تعبیریں، کار آمد مشورے، معمولات کے اہتمام کا درس، اشعار و امثال، تبلیغی جماعت واجتماع کی کارگذاری وغیرہ۔

''محبت نامے'' کے مطالعہ کے بعد آپ کے متعلق حضرت شیخ رحمہ اللہ کے جملے اور محبت بھری باتیں وغیرہ سے آپ کی محبت میں بہت ہی اضافہ ہوا، الحمدللہ آپ سے پہلے ہی سے محبت وعقیدت تو تھی مگر ان مکتوبات نے اس میں کئی گنا اضافہ کر دیا اور بلا تکلف وتصنع عرض ہے کہ اب افسوس کرتا ہوں کہ اتنا قریب رہتے ہوئے بھی حضرت سے دوری رہی اور ملنا جلنا کم رہا، کچھ تو حضرت کی مصروفیات اور آپ کا ایک رعب ودبدبہ بھی اس کا سبب تھا اور کچھ اپنی کاہلی وسستی۔ اس لئے ایک درخواست کرنا مناسب سمجھتا ہوں اگر حضرت اجازت مرحمت فرمادیں تو مہینہ میں ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کے لئے آیا کروں، وقت جگہ اور دن کی تعیین آپ فرمادیں تو بہتر ہے، ہفتہ واتوار ہو تو زیادہ مناسب ہے۔

''محبت نامے'' کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوا کہ دو چار باتیں آپ کی خدمت میں عرض کردوں، اللہ کرے یہ ''چھوٹے منہ بڑی بات'' کا مصداق نہ بنیں:

(١)......سب سے بڑی کمی یہ محسوس ہوئی کہ کتاب میں فہرست نہیں ہے، میں نے بعض باتیں مطالعہ کے بعد تلاش کرنا چاہی تو ناکام رہا۔ کاش مرتب مدظلہ اس پر فہرست کا کام کرلیں تو اس کا نفع زیادہ ہی ہوگا۔

(٢)......اگر مکمل فہرست نہ ہو سکے تو اتنی ہی بنالیں کہ خواب کی تعبیر، اہم مشورے، اصلاحی باتیں، وغیرہ۔

(٣)......اگر پوری کتاب کی ایک تلخیص صرف حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مکتوبات کی تیار ہو جائے تو بہت سے مشغول حضرات بھی اس مفید واصلاحی مکتوبات سے استفادہ کرسکیں

گے۔ مجھ جیسا بے کار تو اتنی ضخیم جلدیں دیکھ لیگا مگر کئی حضرات اس کی ضخامت کو دیکھ کر مطالعہ کی توفیق سے محروم ہوجائیں گے، اور اس کا مجھے علم بھی ہوا کہ بعض حضرات ضخامت کی وجہ سے اس کا مطالعہ نہ کرسکے۔

(۴)......بعض جگہ پروف کی کمی نظر آئی۔ کچھ صفحات کی نشاندہی کردوں' کہ دوسری طباعت میں اصلاح ہوجائے۔ جلد:۱/ص ۹/۱۰/۱۲/۲۰/۴۱/۶۷/۶۸/۷۰/۷۹/۹۸/۱۰۴/۱۲۳/۱۳۱/۱۳۲/۱۳۴/۱۷۴/۲۳۶۔ جلد:۲/ص۲۰/۲۹/۱۱۹/۳۹۰۔ جلد:۳/۳۴۲۔

آخر میں دوٗ دعا کی درخواست پر عریضہ کو پورا کرتا ہوں، ایک یہ کہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے کچھ کتابیں لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی' ان میں اکثر کی طباعت باقی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی ان کی طباعت کا انتظام فرما کر قبولیت سے نوازے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ دوسری: بغیر کسی استحقاق وصلاحیت کے اللہ تعالی مجھ گنہگار کو کوئی حدیث کے اسباق کی تدریس کا موقع عنایت فرمادیں۔ دلی تمنا ہے کہ حدیث پاک کی خدمت میں ایام گذریں' انشاءاللہ آپ کی دعا وتوجہ سے اللہ کرے میری یہ تمنا پوری ہو۔

مرغوب احمد لاجپوری

''فتاوی صاحب رحیمیہ'' کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہم کا گرامی نامہ

باسمہ تعالی

مکرم، محترم مولانا مرغوب احمد صاحب زید مجدکم۔

بعد سلام مسنون۔

آپ سے یہ معلوم ہوکر کہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ واعلی اللہ درجاتہ کے حالات مبارکہ آپ نے جمع فرمالئے ہیں، اور قریب میں اس کی اشاعت ہونے والی ہے، اس سے بیحد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالی آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے، آپ کی دینی، علمی صلاحیتوں میں مزید برکت دے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ساری عمر دین اور علم اور افتاء کی نذر فرمادی۔ دوسرے حضرات کے یہاں تو اور شعبوں کی طرف بھی توجہ نظر آتی ہے کہ کسی ایک شعبۂ دین کے ساتھ وہ دوسرے میدانوں میں بھی سرگرم نظر آتے ہیں، کسی کو خطابت وتقریر کے ساتھ دلچسپی ہے، کوئی سیاسی اور سماجی مجلس میں شرکت سے لطف واندوز ہوتا ہے، کسی کو دینی مراکز ومساجد کے قیام سے زیادہ دلچسپی ہے، مگر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی پرسکون، نرم و نازک طبیعت کو دوڑ بھاگ، شور وغل اور ہنگاموں والی دینی خدمات کے مقابلہ میں درس و تدریس، تصنیف وتالیف، تعلیم وافتاء کی سند پر بیٹھے بیٹھے سالہا سال گذارنے میں زیادہ لطف محسوس ہوتا تھا اور مہینوں، سالوں راندیر سے باہر نہ نکلنے پر بھی آپ کی طبیعت میں ایک کام سے اکتاہٹ پیدا نہ ہوتی تھی، اور تنوع کی متقاضی نہ ہوتی تھی۔

اسی کی برکت ہوئی کہ آج دس جلدوں پر مشتمل ہزاروں فتاوی کا عظیم الشان ذخیرہ

ہمارے ہاتھوں میں ہے، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں۔

اور دیگر کتب فتاوی سے وہ منفرد اس لئے بھی نظر آئیں گے کہ اگر کتب افتاء میں اس کی پابندی کو ضروری سمجھا گیا کہ مقلد کو عمل کے لئے جس کا علم ضروری ہے، اس سے آگے دلیل بتانا زائد از ضرورت ہے، اس سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے مدلل فتاوی کا سلسلہ شروع فرمایا، اس لئے بعض موضوع پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے صرف فتوی کا جواب نہیں، بلکہ اس پر رسالہ اور کتاب تصنیف فرمادی ہیں۔

اسی بنا پر قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کے یہاں روزمرہ کی ضروری کتابوں کی الماری میں ’’فتاوی رحیمیہ‘‘ کی جلدیں رہتی تھیں، جہاں کسی فتوی کی طرف مراجعت کی ضرورت پیش آتی تو حضرت شیخ فرماتے: ’’فتاوی رحیمیہ‘‘ میں دیکھو۔

اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرما کر اعلی علیین میں بلند درجات سے نوازے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو میں نے بچپن میں ناظرہ، حفظ کی مکتبی تعلیم کے دوران جب حضرت ہمارے مدرسہ میں امتحان کے لئے راندیر کے مشائخ کے ساتھ تشریف لاتے تھے، اس وقت دیکھنا شروع کیا تھا، پھر جامعہ حسینیہ راندیر میں ہمارا تجوید کا امتحان حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ہی ہمیشہ لیتے تھے، جس میں ’’جمال القرآن‘‘ کے قواعد کی عبارت جوں کی توں سنانا بہت ضروری تھا، ایک دو کلمے بھی ذرا ادھر ادھر ہوتے تو مفتی صاحب رحمہ اللہ ہوں؟ کر کے بیٹھ جاتے، جب تک بعینہ عبارت طالب علم نہ سناتا، آگے نمبر نہیں چلتے تھے۔

فراغت کے بعد تو جب کبھی حاضری ہوئی تو نئی تالیفات اور عطر کی کئی کئی شیشیاں ہر حاضری پر ضرور ملتی تھیں۔

مولانا محمد علی منیار فرماتے تھے کہ: میری حاضری پر ہمیشہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ آپ دونوں بھائیوں کے بارے میں ضرور استفسار فرماتے اور حالات پوچھتے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت کا آخری گرامی نامہ فتاوی کی ترتیب کے سلسلہ میں تھا۔

اللہ عز وجل حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس تمنا پورا فرمائے، اور زیادہ سے زیادہ زبانوں میں انگریزی کی طرح اس کے ترجمہ کا انتظام فرما کر اس کے فیض کو عام فرمائے۔

اللہ تعالی ہمیں بھی یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ علمی کام کرنا آسان فرمائے۔

آپ کا: یوسف

۷رفروری ۲۰۰۲ء

علامہ خالدمحمود

ولادت:......۔

وفات:......۴؍رمضان المبارک۱۴۴۱ھ۔

عالم اسلام کی عظیم شخصیت اورحقیقی معنی میں لفظ علامہ کے مصداق، کامیاب مناظر، اہل حق کے روشن مینار، ٹھوس علمی کتابوں کے مصنف، حضرت علامہ خالدمحمود صاحب رحمہ اللہ کی وفات پرلکھا گیاایک تعزیتی عریضہ جورسالہ کی شکل اختیارکرگیا۔اس میں علامہ کے چند اوصاف وکمالات، علامہ کی تصانیف، حاضر جوابی اور چند واقعات، اشعار کے کچھ نمونے وغیرہ عنوانات سے چند باتیں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمدلاجپوری

ناشر......جامعۃ القراءات، کفلیتہ

تعزیتی عریضہ بروفات: حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

محترم ومکرم مولانا مفتی فیض الرحمٰن صاحب، مولانا اقبال رنگونی صاحب اور حضرت کے اہل خانہ مدظلکم، رزقکم اللہ صبرا جمیلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ رمضان کے بابرکت اور فضیلت والے مہینے میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ کی وفات کا حادثۂ جانکاہ پیش آیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوّضنا خیرا منھا، للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما وجزیلا، ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

یہ سرائے دہر مسافروں بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو مکین اس میں تھے کل کہیں آج ان کا نشاں نہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم اسلام ایک بہت بڑی نعمت سے محروم ہوگیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کا حادثہ ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ ایسے نازک وافسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿کل نفس ذائقۃ الموت﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا

ہے۔سنت نبوی ﷺ میں یہ چند باتیں پیش خدمت ہیں۔اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جوانہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کوان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمائے تھے،نقل کرتا ہوں ؎

اِنِّیْ اُعَزِّیْکَ لَا اَنِّی عَلٰی طَمَعٍ مِنَ الْخُلُوْدِ وَ لٰکِنْ سُنَّۃَ الدِّیْنِ

فَمَا الْمُعَزِّی بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِہٖ وَلاَ الْمُعَزّٰی وَاِنْ عَاشَ اِلٰی حِیْنِ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں، مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا طریقہ ہے۔

نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگرچہ دونوں اجل مسمی تک زندہ رہیں۔

آپ کو رنج ہوگا کہ آپ یتیم ہوگئے،مگر مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔اس وقت رہ رہ کر مرحوم کی خوبیاں یاد آرہی ہیں۔مرحوم نے اپنے پیچھے باصلاحیت تلامذہ، اکیڈمی اور قیمتی تصانیف صدقۂ جاریہ چھوڑیں۔

خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔اللہ تعالی مرحوم کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے، اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے،اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے،آمین۔

علامہ کے چند اوصاف وکمالات

علامہ بڑے صفات کے مالک تھے۔علم وسیع ،نظر میں گہرائی وگیرائی، مسلم محقق،فرقۂ باطلہ کے رد میں بے مثال مناظر، منجھے ہوئے مصنف ومؤلف،علم متحضر، حاضر جوابی میں یکتا اور فرد فرید، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ وتابعین کے ساتھ ساتھ عربی فارسی

اور اردو اشعار حافظہ میں اس قدر محفوظ اور بروقت اس کے اظہار پر قدرت کو دیکھ کر طبیعت حیران اور عش عش کرتی رہتی۔

مثالی سادگی

ان تمام کمالات کے باوجود زندگی انتہائی سادہ، پرانی اکیڈمی کے ایک چھوٹے سے کمرے میں اس قلندر کے شب وروز گذرے، نہ کوئی محل نہ کوٹھی، نہ کوئی زیب وزینت کے سامان، علماء زہاد کا عملی نمونہ۔

سونے چاندی کے لقمے مبارک تمہیں
جو کی خشک روٹی ہے کافی مجھے

کئی مرتبہ یہ خیال آیا کہ یا اللہ علم وتحقیق کا یہ بحر ذخار اور اس کی یہ درویشانہ زندگی۔ اہل علم کے لئے اس میں بڑا سبق، آج ہم میں سے علماء کہلائے جانے والے ایک گروہ نے بھی تن پروری اور راحت وآرام کے خاطر بڑے بڑے محلات اور کوٹھیاں بنا رکھی ہیں، اور ہماری یہ زندگی عوام کے لئے علم اور علماء سے نفرت اور دوری کا ذریعہ بن گئی۔ اور اسی تن پروری اور عیاشی نے ہمیں حق بات کہنے سے روک دیا، اور ہم اہل دنیا سے مرعوب ہو گئے۔ اگر آج بھی ہم میں قناعت اور سادگی ہو اور بقدر کفاف رزق پر گذارہ کی عادت ہو تو اہل مال کی مجال نہیں کہ ہمیں مرعوب کرسکیں۔

علامہ کی مجالس میں شرکت کی سعادت

الحمد للہ علامہ رحمہ اللہ کی کئی مجالس میں شرکت اور ان کے علمی فیوض سے استفادے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہر ملاقات پر ان کی عظمت وقدر میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ بڑے ملنسار، تواضع اور انکساری کی صفت بھی لئے ہوئے، مجھ جیسے طالب علم کے ساتھ بھی

ملاقات ومصافحہ میں مکمل سنت کا اتباع۔

راقم نے ایک مرتبہ اپنا رسالہ ’’حدیث اور سنت کا فرق‘‘ دکھلایا اور تقریظ کی درخواست کی، پورا رسالہ پڑھا، اور بڑے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے، اور تقریظ کا بھی وعدہ فرمایا، مگر ضعف ومشاغل کی وجہ سے تحریر نہ کر سکے، مگر پوری تائید فرمائی کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے، اور اس فرق کو نہ ماننا درست نہیں۔

مکہ کے لوگ ان پڑھ تھے، مگر دانا کتنے

’’هو الذی بعث فی الامّیین رسولا ، الخ‘‘ پر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عرب کا علاقہ خاص طور پر مکہ کے لوگ ان پڑھ تھے، مگر اتنے دانا تھے کہ ستاروں کی گردش پر موسم بتا دیتے تھے کہ اب کیسا موسم ہوگا، ستاروں میں تاثیر کا عقیدہ نہ ہو، انہیں صرف علامت سمجھا جائے تو یہ کفر کی بات نہیں، ایک بدو عرب نکلتا ہے اور کہتا ہے کہ موسم سرما کب ختم ہوتا ہے جب چاند اپنی تیسری رات ثریا ستاروں سے آملے ۔

اذا ما قارن القمر ثریا لثالثة فقد ذهب الشتاء

کسی مجلس میں دنیوی تذکرے یاد نہیں پڑتے، ہمیشہ علمی گفتگو، کوئی علمی سوال، پھر اس پر تفصیلی بحث وگفتگو یا مختصر کلام۔ علماء دیوبند کے حالات کے حافظ اور بروقت کسی اکابر کے ملفوظ یا قصہ سے استدلال کا نرالا انداز رکھتے تھے۔ بکثرت یاد پڑتا ہے کہ ابتداء ہی میں کوئی سوال پوچھ لیتے، پھر تھوڑی دیر جواب کے منتظر رہتے، ہم جیسے طالب علموں کی کیا ہمت ہوتی کہ لب کشائی کریں، تو خود ہی جواب دیتے، اور اس قدر مدلل کہ تشفی ہو جاتی۔ طرز تفہیم بھی انوکھا اور سادہ کہ اہل علم تو خیر عوام بھی سمجھنے میں دشواری محسوس نہ کرتے۔

ایک مرتبہ سوال کیا کہ: اس صدی کا مجدد کون ہیں؟ ہم خاموش رہے تو خود ہی ایک

تفصیلی تقریر فرمائی۔اس ضمن میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کا بڑے وقیع انداز میں تذکرہ فرمایا،اوران کی خدمات کواس طرح اجاگر کیا کہ ایسا لگتا ہے کہ آپ ان کوبھی مجدد مان رہے ہیں۔

کسرنفسی کا یہ عالم کہ ایک سے زائد مرتبہ آپ کے حالات کے متعلق سوال کیا، مثلاً حضرت! آپ کی فراغت کب ہوئی؟ آپ کے اساتذہ کون ہیں وغیرہ؟ مگر ہمیشہ جواب سے احتراز، بلکہ نکیر کی کہ اس سے کیا کام؟اس سے کیا فائدہ؟ کوئی کام کی بات کرو۔

ان جذبوں کی وجہ سے میری بھی نماز قبول ہوجائے

ایک دفعہ آپ افریقہ تشریف لے گئے تو مالکی مسلک کی مسجد میں جانا ہوا،نماز کا وقت تھا، دیکھا کہ اکثر عوام اوران کے گھٹنے کھلے ہوئے، چونکہ مالکیہ کے یہاں گھٹنے ستر میں داخل نہیں،تو شروع میں آپ نے خیال کیا کہ میں ان کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہوں گا، پھرخیال آیا کہ اللہ تعالی ان کے دلوں کے جذبوں کوتو جانتا ہے، یہ فوج درفوج نماز میں آرہے ہیں،اوران کومسائل کا کوئی علم بھی نہیں،اللہ ان کےان جذبوں کی وجہ سے ان کی نماز قبول کریں گےتو میری نماز بھی قبول ہوجائے گی،اس خیال سے میں ان کے ساتھ نماز میں شامل ہوگیا۔

علامہ کی تصانیف

علامہ کی تصانیف کا مطالعہ کرےتو پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے کہ اس آدمی نے اکیلے یہ صفحات ہی نہیں دفاتر کے دفاتر کیسے لکھے؟ قرآن واحادیث اورعلماءسلف کےحوالوں سے اوراق کے اوراق پُر،ٹھوس اور علمی دلائل،تمام شبہات کا ازالہ، ہراشکال کاحل،مختلف اعتراض کامدلل وشافی جواب۔

جن موضوعات پر قلم اٹھایا حق ادا کردیا، اللہ کرے علامہ کی تصانیف عام ہوجائیں اور اہل علم ان سے استفادہ کریں، بہت کچھ اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ جیسے وسیع النظر عالم نے جب ''مقام حیات'' (مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء علیھم السلام'') دیکھی تو فرمایا: ''اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گذری''۔ افسوس کہ حضرت کی تصانیف یہاں برطانیہ میں اتنی عام نہ ہوسکی جتنی ہونی چاہئے تھیں۔

منتہی طلباء اور تفسیر وحدیث کے اساتذہ کو علامہ رحمہ اللہ کی ''آثار التنزیل'' و''آثار الحدیث'' اور ''آثار التشریع'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، بڑے قیمتی اور مفید مضامین اور بہت اصولی مباحث اس میں جمع ہوگئے ہیں۔

مثلاً: ''آثار التنزیل'' میں ضرورۃ القرآن، خصوصیات القرآن، صداقت القرآن، فضائل القرآن، نزول القرآن، جمع القرآن، کتابت القرآن، احرف القرآن، حفاظت القرآن، حفظ القرآن، لسان القرآن، ترجمۃ القرآن، تجوید القرآن، قرائت القرآن، اسلوب القرآن، سور القرآن، ایمان القرآن، مقام القرآن، علوم القرآن، حقائق القرآن، اعجاز القرآن، نسخ فی القرآن، تاثیر القرآن جیسے اہم عنوانات سے نہایت کارآمد اور مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔

اسی طرح ''آثار الحدیث'' میں: لفظ حدیث، تاریخ حدیث، موضوع حدیث، ضرورت حدیث، مقام حدیث، اخبار حدیث، قرآن الحدیث، حجیت حدیث، حفاظت حدیث، تدوین حدیث، رجال حدیث، اسلوب حدیث، امثال حدیث، غریب الحدیث وغیرہ عنوانات سے لائق مطالعہ اور غیر معمولی اہمیت کے حامل موضوعات ہیں۔

اسی طرح ''آثارالتشریع'' فقہ اسلامی کے تعارف کی ایک کامیاب کوشش ہے، کوئی صاحب عقل فقہ کی اہمیت اور اس کی افادیت کا انکار نہیں کرسکتا۔ علامہ نے اس کتاب میں فقہ اسلامی کا نہ صرف بہترین تعارف کرایا ہے، بلکہ فقہ کے خلاف کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی بڑے مثبت انداز میں دیئے ہیں۔

تصوف اور علم احسان کو نہ جانے کس کس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی گئی، اور ایک منظّم سازش کے تحت اس بابرکت فن کے خلاف بیانات اور تصانیف کا غیر منتہی سلسلہ شروع کیا گیا، علامہ نے ''آثارالاحسان'' کے نام سے اس علم کا کتاب وسنت کی روشنی میں خوب جائزہ لیا۔

علامہ رحمہ اللہ کا ''صحیح بخاری'' کی آخری حدیث کا درس شائع ہو چکا ہے، اس میں حضرت نے جو مباحث چھیڑے ہیں، یہ ان کی حدیثی بصیرت اور بخاری شریف پر گہری نظر کے شاہد ہیں، ساتھ ہی زمانہ حال کے گمراہ کن افکار کے رد کے لئے دوسرے اہل علم کے لئے بھی باعث تقلید ہے۔

مثلا: ایک بحث فرمائی کہ ''صحیح بخاری'' میں فقہ پہلے ہے اور حدیث بعد میں، پھر امام بخاری رحمہ اللہ اور طلاق ثلاثہ، اور امام بخاری رحمہ اللہ اور تراویح، امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں اقوال ائمہ سے بھی استناد، امام بخاری رحمہ اللہ محدثین کوفہ کی خدمت میں، امام بخاری رحمہ اللہ کے کوفہ کے شیوخ حدیث، امام بخاری رحمہ اللہ سلف صالحین کی پیروی میں، ضعیف حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں، امام بخاری رحمہ اللہ صوفیہ کرام اور اہل ذکر میں سے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ کا نظریہ انوار قبور، امام بخاری رحمہ اللہ اور تبرک بآثار الصالحین وغیرہ۔

ایران میں خمینی کے برسراقتدار آنے کے بعد حالات نے عجیب انگڑائی لی، ایران کی یہ تحریک دراصل ایک سیاسی تحریک تھی، وہاں کے شاہی نظام کے خلاف ایک جمہوری آواز تھی، امریکہ اور روس کے درمیان ایک تیسری صدا تھی، یورپ کے مقیم مسلمان جو اس سیاسی کروٹ میں ان کے ہمنوا تھے اس انقلاب سے بہت متأثر ہوئے، اور ہر طرف امام خمینی کی آوازیں اٹھنے لگیں، اس وقت علماء کی طرف سے بار بار اسلامک اکیڈمی مانچسٹر سوالات کئے گئے، علامہ کی ''عبقات'' نامی کتاب میں اس پر کافی تفصیلی بحثیں ہیں، اور سینکڑوں عنوانات پر علمی، تاریخی اور تحقیقی مضامین جمع کئے گئے ہیں، اپنے موضوع پر بڑی قیمتی کتاب اور اس ذوق کے حاملین کے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔

برطانیہ میں رویت ہلال کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآراء سمجھا جاتا ہے اور رہے، اس اہم مسئلہ کو راجح مرجوح کہہ کر یا اجتہادی مسئلہ کا عنوان دے کر، یا دین کے اور بہت کام کرنے کے ہیں وغیرہ کے جملوں سے گھٹایا نہیں جاسکتا ہے، ہر مسلمان کو عید کرنی ہے، رمضان کے فرض روزے رکھنے ہیں، واجب قربانی ادا کرنی ہے، تکبیر تشریق پڑھنی ہے، اعتکاف کی سنت اپنانی ہے۔ بعض لوگوں نے اس فارمولہ کو اپنا شیوہ بنالیا کہ ''میں اختلاف میں نہیں پڑتا'' تو وہ حضرات فرض روزے رکھنا چھوڑ دیں، عید نہ کریں، تکبیر تشریق کہنا ترک کردیں، قربانی کرنا بند کردیں، کیونکہ اختلاف تو کرنا پڑے گا، اپنا عمل کسی ایک جماعت کے ساتھ تو رکھنا پڑے گا۔

علامہ نے اس اہم موضوع پر ایک مقالہ ''دو عیدیں کیوں؟'' کے عنوان سے تحریر فرما کر شائع کیا، اور اپنا قول وعمل کھل کر ظاہر فرمایا۔

ایک مرتبہ اپنی اکیڈمی کی نئی مسجد میں ''وفاق العلماء'' کی میٹنگ کرائی، اور اس میں

شرکت کرکے آخری نصائح فرمائیں، اور کھل کر رویت ہلال کے مسئلہ کی وضاحت فرمائی اور اپنا موقف ظاہر فرمایا۔

نوٹ:......اس مختصر مضمون میں حضرت رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف پر کلام مشکل ہے، اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

حاضر جوابی اور چند واقعات

معترض اور ضدی آپ کی خدمت میں بڑے اعتراضات لے کر آتا اور چند لمحوں میں شرمندہ ہوکر واپس ہو جاتا، اور مخلص سائل اپنی علمی پیاس لے کر آتا اور جواب سے مستفید ہوکر بامراد جاتا۔

ایک اسی طرح کا معترض آیا اور کہنے لگا کہ: ''بخاری'' میں یہ حدیث ہے، مطلب یہ تھا یہ حدیث تمہارے مسلک کے خلاف ہے، حضرت نے فرمایا: بخاری کیا ہے؟ بخاری کوئی کتاب نہیں، تجھے بخاری کا نام معلوم ہے؟ وہ بیچارہ کیا کہتا، شرمندہ ہوکر چلا گیا، دوبارہ حاضر ہوا اور کہنے لگا: الجامع الصحیح ''ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا، کہ حضرت نے سوال قائم فرمادیا: بتاؤ: جامع اور صحیح کسے کہتے ہیں؟ بس'' فبهت الذی ... '' کا سماں تھا۔

اس واقعہ کے ساتھ سنایا کہ: ہمارے مدارس میں ہر سال ختم بخاری کے موقع پر ''بخاری شریف'' کے بڑے فضائل بیان کئے جاتے ہیں، مگر اس بات کی صراحت نہیں کی جاتی کہ ''بخاری'' کے علاوہ بھی بکثرت احادیث صحیح ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیوی علوم کے طلبا کالج اور یونیورسٹی میں جاکر بہت آسانی سے بہک جاتے ہیں، اس لئے کہ ایک فرقہ ان کو ''بخاری'' کی حدیث بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا عمل اس کے خلاف ہے، وہ بیچارہ اپنے مدرسہ کے شیخ الحدیث صاحب سے ''بخاری'' کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوتا

ہے۔اور اس کا شکار ہو جاتا ہے۔اس کوتاہی پر نہ جانے کتنے نوجوان اپنے مسلک سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرکز اسلام مدینہ منورہ چھوڑنے کی وجہ

ایک دفعہ آپ بحرین تشریف لے گئے ،ایک طالب علم جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت نہیں تھی ،اس نے کہا: پہلا شخص جس نے مرکز اسلام بدلا ہے وہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔علامہ نے جوابا فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حالات کیسے تھے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تھے،اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ اب آپس میں اختلاف ہوگا، اور لڑائیاں ہوں گی ،اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کا روضہ مبارک ہے، یہ ادب کا مقام ہے،اس کا احترام ضروری ہے،اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ چھوڑا۔اب بتاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا غلط کیا، یا بہتر قدم اٹھایا۔

حرام مال پر زکوۃ واجب ہے اور کتنی؟

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ چوری کے مال یا مشتبہ مال پر یا ڈاکہ کے مال پر زکوۃ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: اس پر زکوۃ واجب ہے۔سائل نے پوچھا کتنی زکوۃ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: حلال مال میں ڈھائی فیصد اور حرام مال میں سو فی صد۔

دعوتی کارڈ اور مرحوم کی نرالی نصیحت

ایک مرتبہ آپ نے شادی کا دعوت نامہ دیکھا جو بڑا خوبصورت تھا،تو ایک صاحب کو دیا اور کہا دیکھو کیسا ہے؟ اس نے کہا: واہ کمال کا ہے،آپ نے کہا اچھا مجھے پان کی ضرورت

ہے اس کارڈ کو لے جاؤ اور پان لے آؤ، اس نے کہا واقعی کارڈ تو بہت عمدہ ہے، مگر اس سے کم قیمت کا ایک پان بھی نہیں آئے گا، پان تو اس نوٹ کا آئے گا جس پر سرکاری مہر ہو۔ تو آپ نے فرمایا: سنت سرکاری نوٹ ہے، جس پر آپ ﷺ کی مہر ہے، اس کے علاوہ جتنی نئی نئی ایجادات ہیں ان کی حیثیت ایک خوبصورت کارڈ کی تو ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

قرآن شریف میں کہاں ہے کہ سود نہ لو

ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن شریف میں کہاں ہے کہ سود نہ لو۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ ولا تأكلوا الربوا ﴾۔ قرآن نے یہ تو نہیں کہا کہ سود نہ لو، بلکہ یہ کہا کہ سود نہ کھاؤ، اس لئے کہ جو چیز لی جاتی ہے اس کا کوئی نشان پھر بھی باقی رہ جاتا ہے، اور جو چیز کھائی جاتی ہے اس کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سود لینے والے کے لئے یہ تعبیر اختیار فرمائی کہ جو لوگ سود کھانے والے ہیں، ان کی ساری جاگیریں بے نشان ہو جائیں گی۔

نو (۹) کے عدد سے نہ ٹکراؤ

﴿اليوم اكملت لكم دينكم ، الخ﴾ یہ آیت نازل ہوئی: ۹/ذی الحجہ کو، اور آپ ﷺ کی ولادت: ۹/ربیع الاول کو ہوئی، تو ہمارا آغاز بھی: ۹/سے ہے، اور ہماری انتہا بھی: ۹/پر، اس لئے: ۹/سے نہ ٹکرانا جو: ۹/سے ٹکرائے گا وہ ختم ہوگا اور: ۹/باقی رہے گا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ: ۹/کو دو سے ضرب دو (یعنی: ۹/کو: ۲/سے ٹکراؤ) تو: ۱۸/ہوگا، ۱۸/کس طرح لکھا جائے گا، ایک اور آٹھ، اور: ۱/اور: ۸ کا ٹوٹل کیا ہوا، : ۹/تو: ۹/پھر آ گیا۔ ۹/کو: ۳/سے ضرب دو تو ہوگا: ۲۷/ستائیس کیسے لکھیں گے، دو اور سات، ۲/اور ۷/کتنے

ہوئے:۹رتو نو پھر آ گیا۔

۹رکو:۴رسے ضرب دوتو ہوگا:۳۶رچھتیس کیسے لکھیں گے، تین اور چھ،۳راور۶رکتنے ہوئے:۹رتو نو پھر آ گیا۔

۹رکو:۵رسے ضرب دوتو ہوگا:۴۵رپینتالیس کیسے لکھیں گے، چاراور پانچ،۵راور۴رکتنے ہوئے:۹رتو نو پھر آ گیا۔

علم حساب کی زبان میں مخالفت کو کہتے ہیں ضرب،اور پیار کو کہتے ہیں جمع،نو کے ساتھ جوجمع ہواوہ باقی رہا۔مثلا:

۹راور:۴رتیرہ ہوئے،اس کا ٹوٹل ہوا:۱۳رتو تین اورایک ہوگئے چار۔اسی طرح:۹راور۵رہوگئے:۱۴ر،اس کا ٹوٹل ہوا:۱۴رتوایک اور چار ہوگئے چودہ۔

اشعار کے چند نمونے

علامہ کواشعار بھی خوب یاد تھےاوراس کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے، درمیان کلام بر وقت شعر پڑھ کراس بات کو باغ و بہار بنادیتے تھے۔اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

دجل کی حقیقت کوسمجھاتے ہوئے فرمایا: دجل کہتے ہیں حق اور باطل کوملاکر چلنا،جھوٹ اور سچ کواس طرح بیان کرنا کہ دوسرے کو پتہ ہی نہ چلے کہ حق کیا ہے ؎

کس کا یقین کیجئے کس کا نہ کیجئے
لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبرالگ الگ

ایک مرتبہ فرمایا:اتنی ہماری زندگی قیام میں نہیں گذری جتنی سفرمیں گذری ؎

منزلوں کی بات چھوڑکس نے پاس منزلیں کیں
یا سفر اچھا لگا یا ہم سفر اچھا لگا

کسی فارسی شاعر نے بہت صحیح کہا ہے ؎

صوفی نشود صافی چوں در نہ کشد جامے

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ہر صوفی صافی نہیں بنتا جب تک پیالے کی تہہ تک نہ پی جائے، کسی خام کو پختہ ہونے تک بڑا لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔

ایک گفتگو کے درمیان فرمایا: یورپ کی تہذیب آخر دم توڑ جائے گی

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پائدار ہوگا

ایک صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

غیرت کی جا ہے عیسی زندہ ہو آسماں پر

مدفون ہو زمین پہ شاہ جہاں ہمارا

یعنی حضرت عیسی علیہ السلام تو آسمان پر زندہ ہوں، اور نبی کریم ﷺ زمین میں مدفون ہوں۔

اس پر برجستہ فرمایا ؎

عزت کی جا ہے عیسی اس سرزمین پر اتریں

مدفون ہے جہاں پہ شاہ جہاں ہمارا

غیرت کی جا نہیں یہ تو عزت کی جا ہے۔

عظمت صحابہ پر کلام کرتے ہوئے فرمایا: الحمد للہ ہم نے اپنی بساط کے مطابق عظمت اصحاب رسول ﷺ کے گرد پہرے دیئے ہیں ؎

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز وساز رومی کبھی پیچ وتاب رازی

صدرایوب کے دورمیں چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے شہیدوں نے جوقربانیاں دیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے ۔

سیالکوٹ کے شہداء تمہارے خون کی قسم
جلائی تم نے حیات دوام کی قندیل
تمہارے جذبہ ایمان نے کر دیا ثابت
کہ اس دیار میں باقی ابھی ہیں اسماعیل
تمہارے عزم نے پندار کفر توڑ دیا
بناکے ٹینکوں کے سامنے چھاتیوں کی فصیل

اہل حق اوراہل باطل کی جماعتوں کے بارے میں فرمایا کہ: ایک جماعت ہے جس کو تمام ظلمتوں سے ٹکر لینے کی توفیق ملی، اور دوسری جماعت کا رخ غلط ہے یا صحیح؟ لیکن سب ایک طرف لگے ہوئے ہیں، ہم نے ان کی تاریخوں کو دیکھا، اور سب کوایک طرف رخ کئے ہوئے پایا ۔

میں غور سے پڑھتا جاتا تھا تقدیر اجارہ داروں کی
پہلو سے گذرتی جاتی تھیں مغرور قطاریں کاروں کی

ایک مجلس میں فرمایا: مذہب کی تعلیم لڑانا نہیں، بٹے ہوئے انسانوں کو پھر سے جمع کرنا ہے ۔

نشہ پلا کر گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

ایک گروہ کے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا: ان کو چاہیئے کہ جب تمہاری تحریک فیل ہوگئی تو آخرت کو ہی سوار لیں۔

حیرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر
جو تھک کر رہ گیا ہو منزل کے سامنے

آج مسلمان ممالک غیروں سے قرضے لے رہے ہیں اور خوش ہیں، اس پر فرمایا۔

مچھلی نے ڈھیل پائی، لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

حکمرانوں کے بلند و بالا نا مناسب بلکہ جھوٹے نعروں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

حکمران آتے رہے جاتے رہے
ہم فریب راہنما کھاتے رہے

بعضوں کی زندگی کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے کیا خوب شعر پڑھا۔

کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

ترکوں کے خلاف بغاوت شریف مکہ سے کرائی، شریف مکہ کا خاندان ہاشمی تھا، جو بڑا اونچا خاندان ہے، اس پر فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں ڈاکٹر اقبال پر کہ انہوں نے عجیب بات کہی۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ
خاک وخون میں مل رہا ہے سرکمان سخت کوش

ایک موقعہ پر بزرگوں کی قربانیوں کو بیان کرتے ہوئے کتنا معنی خیز شعر پڑھا۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

علماء دیوبند کی تاریخ یہ رہی ہے کہ جب ضرورت پڑی سب سے پہلے قربانی انہوں نے ہی دی ہے۔

چمن کو جب بھی خون کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے گردن ہماری کٹی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بدوی کے اشعار

اخیر میں اس بدوی کے دوشعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے، ممکن ہے کہ آپ کے لئے یہ اشعار سامان تسلی بنیں۔

اِصْبِرْ نَکُنْ بِکَ صَابِرِیْنَ فَاِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِیَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ
خَیْرٌ مِنَ العَبَّاسِ اَجْرُکَ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔فقط والسلام۔

علامہ رحمہ اللہ نے جس سادگی سے زندگی گذاری اسی سادگی سے موت کا سفر بھی فرمایا، کرونا کی وباء اور کرفیو کا سماں، اس حالت میں چل بسے کہ نہ جنازہ میں شرکت کا موقعہ نہ تعزیت کے لئے جانا ممکن۔

جنازہ میں کم شریک ہونے والوں کی تعداد کے چند تاریخی واقعات

کرونا وباء کی وجہ سے علامہ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بھی کم تھی، اس پر مجھے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کا منظر یاد آ گیا، خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد آپ کی نماز جنازہ صرف: ۱۷/افراد نے پڑھی ہے۔(سیر الصحابہ ص ۲۲۱ ج ۱)

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں ایک مختصر سی جماعت شریک تھی، اس لئے کہ آپ کا حادثۂ وفات مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر زبدہ کے مقام پر ہوا تھا، اور آپ ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق ایک قافلہ نے ان کی تدفین و تکفین کا انتظام کیا۔

(سیر الصحابہ ص ۷۵، ج ۲، حصہ ۳)

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی ایسا ہی ہوا کہ دو ہم سفر رفقاء نے ان کی نماز ادا کی۔

بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو یہاں کا حاکم بنایا تھا، چند دنوں کے بعد انہیں معزول کر کے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ مقرر کیا، اور ان کو تحریر فرمایا کہ: آپ فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہو گئے، لیکن فرمان خلافت کے ساتھ ہی پیام اجل بھی پہنچ گیا، اور راستہ میں مقام ''لیاس'' میں انتقال فرما گئے۔ یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب و گیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی، حسن اتفاق سے بارش ہوئی، تو ساتھیوں نے بارش کے پانی سے غسل کا انتظام کیا، اور تلوار سے گڑھا کھود کر قبر تیار کی۔ اس طرح بحرین و بصرہ کے حاکم اس بے سرو

سامانی کے ساتھ ایک بے آب وگیاہ میدان میں سپرد خاک کئے گئے۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص ١٧٥ جلد ٤، حصہ ہفتم)

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید میں گرفتار تھے کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اور آپ کسی طرح قید سے رہا ہوکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے مگر معاہدہ کی بناء پر واپس کئے گئے، پھر راستہ میں جو واقعہ پیش آیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے، بالآخر مدینہ منورہ سے دور ایک ساحلی مقام پر قیام کیا، اور رفتہ رفتہ یہ جگہ مظلوم مسلمان جماعت کی پناہ گاہ بن گئی، کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے اس آزاد گروہ کے بارے میں پیغام بھیجا کہ حضرت ابوجندل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آجائیں اور دوسرے حضرات اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں، یہ گرامی نامہ ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر تھے، خط مبارک ہاتھ میں لے کر پڑھتے پڑھتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا۔ اس ویرانہ میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں تھی۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص ٢٥٩ جلد ٤، حصہ ہفتم)

اور تو اور حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم پر نماز جنازہ پڑھنے والے کیا ہزاروں تھے؟

ان کے علاوہ سینکڑوں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوات کے سفر میں شہید ہوئے، وہاں کوئی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک نہیں تھی۔

اسی طرح صلحاء اور اولیاء کے نہ جانے کتنے بزرگ اور علماء حج وعمرہ اور حصول علم کے مبارک سفر میں وفات پاگئے، ان کی نماز میں شریک ہونے والے بھی تھوڑے سے ہی افراد تھے۔

تاریخ میں ایسے کئی بزرگوں کے حالات مذکور ہیں جو بحری جہاز میں انتقال فرما گئے، ان کی نماز بھی چند حضرات نے پڑھی۔

رمضان المبارک میں موت کی فضیلت:...... پھر اللہ تعالی نے اپنے پاس بلانے کے لئے مہینہ بھی رمضان کا منتخب فرمایا۔حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

جس کی موت رمضان المبارک میں ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت عرفہ کے دن ہوجائے وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت صدقہ کے موقعہ پر (یعنی صدقہ خیرات کے بعد ہو) وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ابونعیم شرح الصدور ص۳۱۴۔شمائل کبری ص ۲۴۶، جلد دہم، مطبوعہ: زمزم پبلیشرز، کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان میں مرنے والوں سے عذاب قبر اٹھالیا جاتا ہے۔(شمائل کبری ص ۴۶۱، جلد دہم)

عمر کی یہ سعی مسلسل کارگر ہوتی گئی
زندگی لحظہ بلحظہ مختصر ہوتی گئی
سانس کے پردے پر یوں بجتا رہا ساز حیات
موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۴؍شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ مطابق: ۲۷؍مئی، بروز بدھ

(۱)......مولانا یوسف ماما صاحب.........	(۲)......مفتی یوسف ساچا صاحب..........
(۳)......مولانا احمد سرکار صاحب.........	(۴)......مولانا سلیمان بوڈیات صاحب....
(۵)......مولانا سلیمان ماکڈا صاحب....	(۶)......قاری حنیف صاحب نرولی.........